ملفوظاتِ گرامی محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ

فوائدُ الفواد

مُرتبہ
حضرت امیر عُلاء سنجریؒ

منظور بُک ڈپو۔ ۲۸۸۰ بُلبُلی خانہ دہلی ۶

حضرت نظام الملت والدین خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہٗ

کے مشہورِ زمانہ و معتبر

ملفوظاتِ گرامی موسوم بہ

فوائد الفواد

مرتبہ

حضرت امیر علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ

کا

رواں اور شستہ اردو ترجمہ

مع مقدمہ

از جناب شمس بریلوی

ناشر: منظور بک ڈپو۔ ۲۸۸۰۔ بلبلی خانہ۔ دہلی ۶

نام کتاب ——— فوائد الفواد

سالِ طباعت ——— ۱۹۹۲ء بار دوم

مطبوعہ ——— لیبل آرٹ پریس

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت مجلد -/۴۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام تصوف کے گرانمایہ موضوع پر آپ ہمارے متعدد تراجم ملاحظہ فرما چکے ہیں اور آپ کی پسندیدگی ہی نے ہمکو اس قابل بنایا کہ ہم غنیۃ الطالبین و الفتح الربانی کے الحمدللہ کئی اڈیشن شایع کر چکے ہیں۔ ابھی حال ہی میں تصوف کی مشہور زمانہ کتاب "عوارف المعارف" کا اُردو ترجمہ اپنے تمام تر وسائل سے کام لیتے ہوئے حسن صوری سے آراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے، جس پر ادیب شہیر جناب شمس بریلوی نے ایک مبسوط مقدمہ لکھ کر تصوف کی ایک ہزار سالہ ادبی تاریخ کو پیش کیا ہے۔ اس وقت ہم اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتے۔

اس وقت ہم آپ کے سامنے آٹھویں ہجری کے مشہور زمانہ ملفوظات یعنی "فوائد الفواد" کا اُردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ آپکے علم میں ہے کہ اکابرین سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ کو جو بلند مقام حاصل تھا، دلّی میں سلسلہ چشتیہ کا مرکزی نظام آپ ہی کے انفاس قدسیہ سے قائم تھا۔ آپ کے ملفوظات حضرت والا کے دو محبوب مریدوں نے مرتب کئے تھے۔ ایک حضرت امیر حسن علا سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے حضرت طوطی ہند ترک اللہ امیر خسرو قدس سرہٗ نے۔ حضرت امیر خسرو طوطی ہند

کا دامن شہرت آپ کی دوسری تصانیف کی قبولیت سے مالا مال ہے۔ آپکے ملفوظات "افضل الفوائد" کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت امیر علا حسن سنجری بھی حضرت امیر خسرو کی طرح فارسی شاعری میں ایک رنگِ خاص کے مالک ہیں۔ آپ کے کلام نے اس دور میں بھی جبکہ حضرت امیر خسرو کی شاعری کا ہر طرف طوطی بول رہا تھا، بڑی قبولیت حاصل کی، لیکن آج ان کا نام نامی جسقدر ان کے ملفوظات کی بدولت مشہور ہے اور اس کو بقائے دوام حاصل ہے وہ اُن کے فارسی کلام کو آج میسّر نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں کچھ زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتے کہ ہماری تحریک پر جناب شمس بریلوی نے "سخنہائے گفتنی" میں بہت کچھ کہدیا ہے اور جناب ممدوح نے "فوائد الفواد" پر ایک مبسوط مقدمہ جس کا موضوع برصغیر پاک و ہند میں ملفوظات کی تاریخ ہے ایک گرانقدر کام انجام دیا ہے، ہم اُن کے ممنون ہیں۔ اس ادبی تاریخ کا سلسلہ آپ نے "فوائد الفواد" پر ختم کر دیا ہے!!

ہمیں اُمید ہے کہ آپ ہماری اس ادبی خدمت کو پسند فرمائیں گے اور اپنی قبولیت سے ہم کو مزید ایسی خدمات کی انجام دہی کے لئے سرگرم عمل فرمائیں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص

منظور عالم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخنہائے گفتنی

برصغیر ہند و پاک میں صوفیہ کرام کے تمام سلاسل خوب ہی پھلے پھولے خصوصاً سلسلۂ چشتیہ نقشبندیہ، سہروردیہ اور قادریہ نے جو قبولیت حاصل کی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ان حلقوں کے بزرگوں اور خلفائے عظام نے اپنے سلاسل کی ترویج میں مادی ذریعوں سے نہیں بلکہ روحانی وسائل سے کام لیا اور اپنی زندگی کو سلسلہ کی ترویج کے لئے وقف کر دیا۔ ان مشائخ عظام کی پاکیزہ زندگی اور صدق و صفا سے بھرپور روز و شب نے دلوں کو موہ لیا۔

چشتی سلسلہ کی برصغیر پاک و ہند میں ابتدا خواجۂ خواجگان معین الدین سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاک انفاس سے ہوئی اور حضرات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت قدوۃ الاولیاء حضرت بابا مسعود فرید الدین گنج شکر اور آپ کے عظیم جانشین خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ اسرارہم نے چشتی سلسلہ کی ترویج میں جو کوششیں فرمائیں وہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ حضرت سید محمودؒ المعروف بہ چراغ دہلوی نے بذاتِ خود جس پامردی سے حکومتِ وقت کی ایذا رسانیوں کا مقابلہ کیا وہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ آپ کے خلیفہ نامور حضرت سید محمود گیسودراز بندہ نوازؒ نے دکن کی سرزمین میں پہنچ کر اپنے روحانی عظمتوں کا لوہا منوالیا اور آپ کے انفاسِ قدسیہ سے چشتی سلسلہ کو دکن میں بڑا فروغ حاصل ہوا اور آج تک اس سلسلہ کی برکات وہاں جاری و ساری ہیں۔ آگرہ اور

اودھ میں رُودولی شریف کے بزرگوں اور صابری سلسلہ نے جو چشتیہ سلسلہ کی شمع سے روشن کئے ہوئے چراغ ہیں، ہر طرف ظلمت کو مٹا کر نور پھیلایا، فتح پور سیکری کے عظیم چشتی بزرگ حضرت سلیم چشتی مغلیہ سلاطین اعظم کے سروں کا تاج تھے۔

سہروردی سلسلہ نے ملتان کی سرزمین کے ذرہ ذرہ کو تقدیس بخشی اور شیخ المشائخ قطب زماں امام السالکین حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے خلیفہ پاک نفس و پاک دل نے تمام صوبہ پنجاب کو سہروردی سلسلہ کے شجر معرفت کے سایہ میں روحانی راحت و عاطفت کا سامان فراہم کیا اور حضرت شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے روحانی تصرفات نے جس پودے کی آبیاری فرمائی تھی وہ خود آپکی پاکیزہ زندگی میں ایک شجر تناور بن گیا تھا اور اس کی شاخیں دور تک پھیل گئی تھیں اور آج بھی آپ کے انفاس قدسیہ سے روحانیت کا جو چشمہ جاری ہوا تھا اس سے لوگ سیراب ہو رہے ہیں۔ ملتان اور پنجاب کے دوسرے علاقوں میں سہروردی خانوادہ طریقت کے شیوخ اپنے وجود ہائے گرامی سے تشنگان معرفت کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ آفتاب سہروردؒ کی شعاعوں سے برصغیر ہند و پاک کے مغربی اور شمالی خطے ہی اسقدر تاباں نہیں ہوئے بلکہ اس آفتاب معرفت کی شعاعیں بنگال تک پہنچیں اور مسلم بنگال میں لاکھوں تشنگانِ حقیقت کو سیراب کیا، بنگال کا سہروردی خاندان آج بھی اس پاک انتساب پر نازاں ہے۔

بزرگان نقشبندیہ میں سے ایک بزرگ اور مقدس ہستی نے دلی کو اپنے قدوم پاک سے نوازا، مغلیہ دور کی گمراہیوں میں چراغ معرفت روشن کیا اور حضرت پیر طریقت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ الوری کی نگاہ حقیقت بیں نے آسمانِ سرہند کے ایک ستارے کو اپنے نور معرفت سے اس طرح نوازا کہ خود آپ کی حیاتِ اقدس میں سرہند کا وہ درخشندہ ستارہ فلک معرفت کا خورشید تاباں بن گیا اور مجدد الف ثانی کے لقب سے دنیائے طریقت و عرفاں میں پہچانا گیا۔ اس کے انفاس قدسیہ نے ایسا اصلاحی کام کیا کہ اکبری دور کی الحاد و بے دینی کی تند و تُرست رفتار رک گئی اور شاہجہاں کے دور معدلت پرور میں شاہجہاں کے پاکیزہ دینی خیالات اور تقویٰ شعار مزاج نے بے دینی کا قلع قمع کر دیا، اور حضرت علامہ شیخ عبدالحق

محدث دہلی قدس سرہٗ کی بلند پایہ اور گرانمایہ دینی تصانیف اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے انفاس قدسیہ کی بدولت شریعت اور طریقت کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ اورنگ زیب کا دور شریعت کی ترویج کا دور کہا جاتا ہے۔ اس عہد میں تصوف کو پروان چڑھنے کا تو موقع نہیں ملا لیکن ہمارے مشائخ متقدمین جن چراغوں کو روشن کر گئے تھے، وہ اسی طرح ضیاء بار رہے، اگرچہ وہ نفوس قدسیہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، لیکن ان کے موعظت اور خدا پرستی سے مملو آثار ان کی تصانیف کی صورت میں موجود تھے اور مشرق، مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام برصغیر پاک و ہند میں سلاسل صوفیہ یعنی چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ خانوادوں کے سجادہ نشین حضرات اپنی زبان اور اپنے قلم سے اس اصلاحی کام کو زندہ رکھے ہوئے تھے، ہر چند کہ اس برصغیر میں تصوف کے موضوع پر حضرت شیخ الشیوخ، داتا گنج بخش قدس سرہٗ کی کشف المحجوب کے بعد کوئی مبسوط اور ضخیم کتاب نہیں لکھی گئی، لیکن اس کمی کو ان بزرگوں کے ملفوظات نے پورا کر دیا۔ حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے صد مکتوبات اور دو صد مکتوبات (خدا معلوم کہ ان دونوں مجموعوں کا نام مکتوبات صدی اور مکتوبات دو صدی کس طرح رکھ دیا گیا)، مکتوبات حضرت کلیم اللہ دہلوی اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارہم نے اس کمی کو پورا کیا، اسی طرح بزرگان چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ سلاسل کے مشائخ عظام کے ملفوظات جن کی صراحت کا بار یہ چند اوراق برداشت نہیں کر سکتے ہیں، دلوں میں شمع ایمان کو فروزاں کئے رہے، آئندہ اوراق میں آپ کو ان ملفوظات کی ادبی تاریخ میں یہ صراحت ملے گی یہ تمام ملفوظات اور مکتوبات جو عہد خلجی، فیروزی اور سلاطین مغلیہ کے دور میں لکھے گئے، تمام تر فارسی زبان میں ہیں کہ ان ادوار میں اس برصغیر کی زبان فارسی تھی۔ اس برصغیر ہند و پاک و ہند کے برطانوی ہند میں چونکہ اردو ادب علمی اور ادبی زبان بن گئی تھی اس لئے انیسویں اور بیسویں صدی میں لکھے جانے والے مکتوبات اور ملفوظات کی زبان اردو ہے۔ اُن میں سے بہت سے مجموعہ ہائے مکتوبات و ملفوظات طبع ہو چکے ہیں برصغیر میں تاریخ تصوف کا مطالعہ کرنے والے حضرات اچھی طرح واقف ہیں کہ چشتیہ

سلسلہ کے مشائخ میں بہت سے حضرات کے ملفوظات زمانے کے دستبرد سے محفوظ ہیں اور ان میں اکثر طبع بھی ہو چکے ہیں "ہشت بہشت" مشائخ چشتیہ قدس اللہ اسرارہم کے چند مشائخ عظام کے مجموعہ ہائے ملفوظات کا نام ہے جو یکجا طباعت پذیر ہوئے ہیں، لیکن ان میں جو شہرت حضرت امیر حسن علاء سنجری اور حضرت امیر خسرو قدس اللہ اسرارہما کے ملفوظات کو نصیب آئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یعنی فوائد الفواد اور افضل الفوائد جو فارسی زبان میں ہیں اور حضرت نظام الملت والدین نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے گرامی مرتبت اور پُر از معرفت و طریقت ارشادات کے مجموعے ہیں۔ آج تک دلدادگانِ چشت اور خواجہ تاشانِ حضور نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے حرزِ جاں بنے ہوئے ہیں۔ یہ ملفوظات گرامی متعدد بار فارسی زبان میں طبع ہو چکے ہیں اور آج بھی فارسی میں دستیاب ہیں۔ اب حال یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان دم توڑ چکی ہے اور بہت سے مجموعہ ہائے مکتوبات و ملفوظات کے اردو زبان میں تراجم شائع ہو چکے ہیں چنانچہ فوائد الفواد اور افضل الفوائد کے پیش نظر اردو ایڈیشن بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ توقع ہے کہ خواجہ تاشانِ چشت خصوصاً اور دلدادگانِ تصوف اور اربابِ طریقت عموماً منظور بک ڈپو دہلی کی اس کوشش کو پسند فرمائیں گے اور ان ملفوظات پر تفصیلی مقدمہ کو جس میں ملفوظات کی ادبی تاریخ بیان کی گئی ہے ایک عمدہ اضافہ قرار دیں گے۔ والسلام

ناچیز
شمس بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اربابِ تصوف کے ملفوظات
کی
ادبی تاریخ

تصوف کے نظریہ معرفت و طریقت کا آغاز اسلام میں دوسری صدی ہجری کے اواخر سے ہوا اور تمام اربابِ تحقیق کا یہ فیصلہ ہے کہ شیخ ابوہاشم (متوفی ۱۶۱ھ) کی شخصیت کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلے صوفی کے پاکیزہ لقب سے یاد کئے گئے ہیں۔ یہاں اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کہ لفظ صوفی کیا ہے اور اس کے اشتقاق کے بارے میں کیا کیا اختلافات ہیں۔ بعض اربابِ اصحابِ تحقیق نے اس کی ابتدا تیسری صدی ہجری میں بتائی ہے۔ شیخ عین القضاۃ ہمدانی صاحب "تمہیدات" کہتے ہیں:-

"لم یکن السالکون بطریق اللہ فی اعصار السابقۃ و القرون الاول یعرفون باسم التصوف و انما الصوفی لفظٌ اشتہر فی القرن الثالث و اوّل من سمّی ببغداد بہذا الاسم عبدک الصوفی وھو من کبار المشایخ قدمائہم وکان قبل بشر بن حارثؒ الحافی والسرّی بن المغلس السقطی"

یعنی راہِ الٰہی کے سالکین ازمنہ سابقہ اور قرونِ اولیٰ میں صرف تصوف کے نام سے پہچانے جاتے تھے و ان کو صاحب تصوف کہا جاتا تھا۔ لفظ صوفی نے قرنِ ثالث میں شہرت پائی اور بغداد وہ ہستی جو سب سے اول اس نام سے موسوم ہوئی وہ عبدک صوفی کی ہے جو مشائخ کے اور قدمائے صوفیہ سے تھے، عبدک الصوفی، شیخ بشر بن حارث الحافی اور شیخ سری سقطی سے قبل گزرے ہیں:

شیخ ابن جوزی کے قول کے مطابق جس کی تائید نفحات الانس سے بھی ہوتی ہے۔ شیخ بشر حافیؒ کا وصال ۲۲۷ھ میں اور شیخ سری سقطیؒ کا انتقال ۲۵۳ھ میں ہوا اور شیخ عین القضاۃ ہمدانی کے قول کے مطابق عبدک الصوفی ان دونوں سے متقدم ہیں۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ شیخ عبدک الصوفی دوسری ہجری سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کے نام کے ساتھ لفظ صوفی دوسری صدی ہجری میں استعمال ہوتا تھا۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی سے مدتوں پہلے ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب معروف بہ جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) کی شخصیت قابلِ ذکر ہے۔ اور ان کا قول اس سلسلہ میں بطور سند پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مشہور تصنیف "   " ہمارے لئے قدیم ترین ماخذ ہے۔ جاحظ کا یہ قول یقیناً قابلِ یقین ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ترجمہ

"نخستین کسے کہ بعنوان صوفی مشہور شدہ است ابوہاشم صوفی است"

اردو:

سب سے پہلے شخص جو صوفی کے عنوان یا لقب سے مشہور ہوئے وہ شیخ ابوہاشم صوفی ہیں، اس کے بعد جاحظ تحریر کرتے ہیں۔

والصوفیہ من النساک   طبقہ صوفیہ عبادت گزاروں میں سے ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جاحظؒ کے سامنے یہ نام یا لقب مشہور ہوچکا تھا اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گذار بندے (نساک) اس لقب سے ملقب کئے جاتے تھے۔ حافظؒ کے بعد کے تمام مورخین اور ارباب قلم نے ان کے قول کو تسلیم کیا ہے چنانچہ تصوف کے زبردست ناقد ابن جوزیؒ نے "صفوۃ الصفوۃ" میں اس قول کو اپنایا ہے ابن جوزی کے بعد حضرت شیخ ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کشف المحجوب میں اس قول کی تائید کی ہے اصاحب نفحات الانس نے بھی اس کی تائید کی ہے یہی حال شذرات الذہب اور کشف الظنون کا ہے ان موخر الذکر مصنفین نے اسی پر اتفاق کیا ہے۔ یہی وہ شیخ ابوہاشم صوفی ہیں جنہوں نے (فلسطین) میں صوفیوں کے لیے سب سے پہلے ایک خانقاہ کی تاسیس کی۔ امام قشیری قدس سرہٗ جو پانچویں

صدی ہجری کے اعاظم صوفیہ سے ہیں اور حضرت ہجویری قدس سرہٗ کے معاصرین سے ہیں فرماتے ہیں

وَاشتهر هٰذا الاسم لهؤلاء الاكابر قبل المائتين من الهجرة (رسالہ قشیریہ)

یعنی یہ نام (صوفی) ان اکابر کے ساتھ مشہور ہوا جو دوسری صدی ہجری سے قبل گذرے ہیں۔

تصنیف و تالیف:۔ دوسری اور تیسری ہجری تک تصوف کی حیثیت علمی تھی اور ان دونوں صدیوں میں جو مشائخ کبار گزرے ہیں وہ ریاضت، عبادت اور دنیا سے اعراض، صدق و صفا، طلب رضائے الٰہی، صبر و شکر و توکل اور تمام اخلاق جمیلہ کی تحصیل میں اپنا سارا وقت بسر کرتے تھے۔ چونکہ صوفیہ کرام کا نصب العین اور مطمع نظر خالق کائنات تک پہنچنا تھا۔ یعنی حصول معرفت تھا اور اس کے لئے ہر ایک نے الگ الگ طریقہ اپنا لئے تھے۔ اس بنا پر تصوف کی ایک جامع و مانع تعریف کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ میں تصوف، معرفت الٰہی کی ان چند تعریفات کو پیش کرتا ہوں جو مختلف اکابر صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے کی ہیں اس سے اندازہ ہوجائے گا کہ صوفی کی عملی زندگی اور حصول معرفت کے راستے کس قدر گوناگوں تھے، ہاں ایک امر ان سب میں قدر مشترک ہے، وہ ہے پاکیزگی نفس اور پاکی کردار!

مجھے امید ہے کہ تصوف کی مختلف تعریفات سے تصوف کی ایک جامع تعریف بہت مجموعی آپ کے سامنے آجائے گی اور تصوف کی جمیع مخصوص تعلیمات اور ممیزات کا آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

تعریف تصوف یا تصوف کیا ہے

۱۔ شیخ طریقت حضرت ذوالنون مصری (متوفی ۲۴۵ھ) سے جب دریافت کیا گیا کہ صوفیہ حضرات کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ صوفیاء وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کو تمام چیزوں کو ترک کر کے اختیار کرلیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق میں چن لیا ہے (بحوالہ تذکرۃ الاولیاء شیخ عطارؒ قدس سرہٗ)

۲۔ شیخ طریقت حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، حقائق کا اختیار کرنا، حقائق پر گفتگو کرنا اور مخلوق کے پاس جو کچھ ہے اس سے کنارہ کش ہونا تصوف ہے

۲۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ نے تصوف کی تعریف اس طرح کی ہے۔

"یہ راستہ طے کرنے کے لئے وہی موزوں اور مناسب ہے جو اپنے سیدھے ہاتھ میں قرآن مجید رکھتا ہو اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دو چراغوں کی روشنی میں چلتا ہو تاکہ شبہ کے غار میں نہ گرے اور بدعت کی تاریکی میں نہ بھٹک جائے۔" (تذکرۃ الاولیا)

آپ نے مزید ارشاد فرمایا۔

"صوفی وہ ہے کہ اس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی طرح سلیم ہو دنیا کی دوستی سے سلامت یافتہ ہو اور خداوند تعالیٰ کے فرمان کا بجالانے والا ہو اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی تسلیم ہو اور اس کا غم حضرت داؤد علیہ السلام کے غم کی مانند ہو اس میں حضرت عیسیٰؑ جیسا فقر ہو اور اس کا صبر، صبر ایوبؑ کی طرح ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا شوق رکھتا ہو اور مناجات و اخلاص کے وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند اس میں اخلاص ہو۔"

شیخ ابوسعید خراز قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

"تصوف یہ ہے کہ اپنے مالک سے صفا کا تعلق رکھنا اور اس کے انوار سے پر ہونا اور اس کے ذکر سے لذت یاب ہونا۔"

شیخ سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

"کم کھانا اور خدا کی ذات سے سکون حاصل کرنا اور خلق خدا سے گریز کرنا تصوف ہے۔"

شیخ الطریقت حضرت ابوالحسن نوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"تصوف آزادی، جوانمردی اور ترک تکلف و سخاوت کا نام ہے۔"

نیز ارشاد فرمایا کہ:

جو کچھ نفس کا نصیب ہے اس کا ترک کرنا محض حق کے لئے تصوف ہے۔"

تصوف دنیا سے دشمنی اور مولا سے دوستی کا نام ہے۔

شیخ ابومحمد رویم قدس سرہٗ کا ارشاد ہے:

"تصوف تین خصائل پر مبنی ہے۔ فقر و تنگدستی کو اختیار کرنا، بذل و ایثار میں کمال پیدا کرنا اور اغراض و اختیار کو ترک کر دینا۔

شیخ سمنون محب قدس سرہٗ کا ارشاد ہے۔

"تصوف یہ ہے کہ کوئی چیز تیری ملک نہیں ہو اور نہ تو کسی کی ملک ہو۔

شیخ ابومحمد مرتعش قدس سرہٗ نے تصوف کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ:

"تصوف حسن خلق کا نام ہے۔"

شیخ ابوالحسن بوشنجی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"کہ تصوف کوتاہی امل اور مداومت عمل کا نام ہے۔"

شیخ ابوبکر کتانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"تصوف نام ہے جس میں خلق زیادہ ہو اور اس کو تصوف سمجھو وافر طاہو۔

"تصوف صفوت اور مشاہدہ کا نام ہے۔"

میں ان چند تعریفات پر ہی اکتفا کرتا ہوں ورنہ تمام تعریفات کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہوگی۔ شیخ طریقت حضرت علی بن عثمان ہجویری الغزنوی قدس سرہٗ (حضرت داتا صاحبؒ) نے کشف المحجوب میں حضرت امام قشیریؒ نے رسالہ قشیریہ میں اور شیخ المشائخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے عوارف المعارف میں تصوف کی تعریف میں بکثرت اقوال نقل فرمائے ہیں اور صوفیہ کرام میں سے تقریباً ہر ایک شیخ طریقت نے اس کی تعریف کی ہے۔ اور اگر ان تمام تعریفات کو سامنے رکھا جائے تو ان سب تعریفات میں "خدا پرستی" ایک قدر مشترک کی صورت میں موجود ہے۔

جیسا کہ میں پیشتر عرض کر چکا ہوں: تیسری صدی ہجری تک تصوف عملی صورت میں موجود تھا، اس کی کوئی علمی صورت نہ تھی۔ نفس کشی طاعت الٰہی، مخلوق سے محبت خالق کے لئے، صبر، فقر، استغنا، توکل کے اوصاف ان بزرگوں میں بدرجہ اتم موجود تھے دوسری اور تیسری صدی ہجری تک ان بزرگوں کے یہاں یعنی مندرجہ ذیل ارباب طریقت

۱۔ شیخ ابو ہاشم صوفی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۱۵۰ھ
۲۔ حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۱۶۱ھ
۳۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ادہم بلخی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۱۶۲ھ
۴۔ حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۲۰۰ھ

آپ ہی سے تصوف کے متعدد سلاسل جاری ہوئے

۵۔ حضرت شیخ ابوحامد بلخی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۲۴۰ھ
۶۔ حضرت شیخ ابواسحاق نیشاپوری	متوفی	سنہ ۲۶۵ھ
۷۔ حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۲۵۶ھ
۸۔ حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۲۶۲ھ
۹۔ حضرت شیخ شاہ شجاع کرمانی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۲۷۰ھ
۱۰۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ	متوفی	سنہ ۲۹۳ھ

یہ وہ مشاہیر صوفیہ ہیں جنہوں نے ہزاروں بندگان الٰہی کی تشنگیٔ معرفت کو اپنی تعلیمات کے آبِ زلال سے بجھایا۔ ان تمام حضرات کے یہاں تصوف کی صورت صرف عملی تھی۔ شیخ المشائخ حضرت ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ کی بابت مشہور ہے کہ انہوں نے تصوف کی علمی دنیا میں قدم اٹھایا اور ایک کتاب مرتب بھی کی، لیکن یہ فرماکر

"نعم الدلیل انت والاشتغال بالدّلیل بعد الوصول محال"

اس کو زمین میں دفن کر دیا۔

ان حضرات کو اشتغال بندگی سے اتنی فرصت کہاں کہ وہ اس طرف توجہ فرماتے تیسری صدی ہجری میں صرف حضرت شیخ محاسبی قدس سرہٗ کے بارے میں بہ تحقیق یہ

لہ شیخ حارث محاسبی قدس سرہٗ نے چند کتابیں تالیف و تصنیف فرمائی ہیں ان میں سے صرف یہ کتاب یعنی کتاب الرعایۃ لحقوق اللہ، مشہور مستشرق "مارگریٹ اسمتھ" کی کوشش سے "گب میموریل انسٹیٹیوٹ" نے ۱۹۴۰ عیسوی میں شایع کی ہے۔ شیخ حارث محاسبی کی دوسری تصنیفات کا ایک مستشرق لیو استیون نے جو ایک فرانسیسی نژاد مستشرق تھا اپنے ایک مقالہ میں ذکر کیا ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تصوف کی علمی دنیا میں قدم اٹھایا اور آپ کی ایک کتاب جس کا موضوع طاعت الٰہی ہے یعنی کتاب الرعایۃ لحقوق اللہ شائع بھی ہو چکی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں حضرت شیخ کا تصوف کے اہم موضوع پر قلم اٹھانا ایک انفرادی کوشش کہا جاسکتا ہے ورنہ تصوف پر علمی حیثیت سے کام کا آغاز چوتھی صدی ہجری سے ہوا۔ میں آپ سے بہ ترتیب زمانی چند تصانیف کا تعارف کراتا ہوں جس سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ تصوف پر علمی حیثیت سے کام کا آغاز کب ہوا، اور عہد بہ عہد یہ سلسلہ کس قدر وسیع ہوتا چلا گیا۔

کتاب اللمع فی التصوف

شیخ طریقت ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی المعروف بہ ابونصر سراج قدس سرہٗ متوفی سنہ ۳۷۸ھ

کتاب اللمع۔ تصوف کے موضوع پر قدیم ترین کتاب ہے جو چند مقدمات پر مشتمل ہے۔ یعنی تصوف کیا ہے، عرفان و خداشناسی، مقام صوفیہ کی اہمیت، احوال و مقامات و سالک طریقت، ان تمام مباحث کو نصوص قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا ہے، تاکہ صوفیانہ مقالات تشنۂ صحت نہ رہیں۔ اسی طرح عارفوں کے مقامات مشائخ کے مناقب، آداب صوفیہ اور تصوف وکرامات و خوارق وعادات کے اثبات پر تفصیلی بحث کی ہے اور سب سے پہلے دنیائے تصوف میں آپ ہی نے مصطلحات صوفیہ کی توضیح پیش کی ہے تاکہ قاری کا ذہن الجھن کا شکار نہ ہو۔ کتاب لمع میں حضرات صوفیہ کے شطحیات کی توجیہ بھی کی گئی ہے۔ کتاب اللمع کو ہم سب سے پہلا تذکرہ صوفیہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک مقدمہ کے تحت تقریباً دو سو صوفیہ حضرات کا بہت ہی اجمالی ذکر ہے لیکن تاریخی اعتبار سے بہت ہی مفید ہے، ان حضرات میں قرن اول سے ابتدائے قرن چہارم کے حضرات صوفیہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے باعث بعد کے تذکرہ نگاروں کو ان کے تعارف میں بہت آسانی ہو گئی۔ اس لئے کہ ان حضرات میں سے اکثر کے نام کہیں محفوظ نہ تھے۔ کتاب اللمع کی بدولت یہ نام محفوظ ہو گئے۔

اس کتاب کو مشہور برطانوی مستشرق رینالڈ نکلسن نے حضرت شیخ عطارؒ کے تذکرۃ الاولیا کی طرح ایک مفید محققانہ مقدمہ کے ساتھ گب میموریل سے شایع کیا ہے۔ جناب عبدالماجد دریا بادی نے اپنی کتاب "تصوف اسلام" میں اس کتاب کو دنیائے تصوف کی سب سے پہلی کتاب قرار دیا ہے اور اس کے بعض مباحث کو اردو میں پیش کیا ہے۔ اب اس گرانمایہ کتاب کا اردو ترجمہ بھی لاہور سے شایع ہو چکا ہے۔

۲۔ کتاب التعرف

شیخ طریقت ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری الکلابادی متوفی ۳۸۰ھ ۳۹۰ھ

یہی وہ گراں مایہ کتاب ہے جس کے بارے میں بعض مشائخ صوفیہؒ نے فرمایا ہے۔

لولا التعرف لما عرف التصوف (اگر کتاب التعرف نہ ہوتی تو ہم تصوف کو نہیں جان سکتے تھے)

مسرت کا مقام ہے کہ اس قدیم اور گراں مایہ کتاب کا بھی جو موضوع تصوف پر نہایت ہی جامع کتاب (عربی زبان میں) ہے۔ چھٹی صدی ہجری میں اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ ہوا اور یہی فارسی ترجمہ ہندوستان سے شایع ہوا۔ چند سال قبل اس کا اردو ترجمہ لاہور سے شایع ہو چکا ہے۔

اس مختصر مقدمہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں ہر صدی کی مشہور و معروف کتابوں کے متن و مقدمات کے بارے میں مختصراً بھی کچھ عرض کروں۔ اس لئے مجبوراً میں صرف کتاب صاحب کتاب اور مصنف کے زمانے کو بیان کروں گا تاکہ اس موضوع سے جلد گزر سکوں قارئین کرام اگر تفصیل سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو عوارف المعارف کے اردو ترجمہ پر میرا مبسوط مقدمہ ملاحظہ فرمائیں[1]۔

التعرف کے بعد سب سے مشہور اور جامع کتاب قوت القلوب ہے

---

[1] عوارف المعارف اردو مع مقدمہ از شمس بریلوی کا شایع کردہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

قوت القلوب (دو جلدیں) مصنفہ شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ الحارث المکی قدس سرہٗ متوفی ۳۸۶ھ

حضرت جامی قدس سرہٗ نفحات الانس میں اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں "طریق معرفت کے حقائق میں اس جیسی کتاب دنیائے اسلام میں تصنیف نہیں ہوئی"۔ یہ کتاب مصر سے شائع ہو چکی ہے

طبقات الصوفیہ۔ تالیف شیخ ابوالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی نیشاپوری قدس سرہٗ متوفی ۴۱۲ھ (یہ کتاب بھی چوتھی صدی ہجری کے اواخر کی مصنفات میں سے ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو حارث محاسبیؒ کی تصنیف کے بعد قدیم ترین کتاب موضوع تصوف پر قرار دیا ہے۔)

پانچویں صدی ہجری کی تصنیفات موضوع تصوف پر

حلیۃ الاولیا و طبقات الاصفیا: تصنیف محدث کبیر شیخ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی قدس سرہٗ۔ (متوفی ۴۳۰ھ)، ۴۲۲ھ میں محدث اصفہانیؒ اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے ۱۳۵۱ھ میں کئی جلدوں میں شایع ہوئی۔ پانچویں صدی ہجری میں اس سے زیادہ مفصل کتاب شایع نہیں ہوئی۔ تصوف کے دیگر مباحث کے علاوہ اس میں ۶۹۸ ارباب تصوف کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ اس کی زبان عربی ہے۔

رسالہ قشیریہ تصنیف شیخ الطریقت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری النیشاپوری متوفی ۴۶۵ھ یہ کتاب ۱۳۴۶ھ میں مصر سے شایع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں بھی دوسرے موضوعات تصوف کے علاوہ ۸۰ صوفیہ کرام کے حالات ہیں۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ حضرت چراغ دہلویؒ کے مرید خاص حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نوازؒ نے اس کی مبسوط شرح فارسی زبان میں تحریر کی ہے۔ یہ شرح مع متن حیدرآباد سے شائع ہوئی تھی۔ راقم السطور کے پاس رسالہ قشیریہ کا یہ نسخہ حاشیہ متن شرح کے ساتھ ہے۔ اس متن عربی کی شرح فارسی میں بھی ہے۔

کشف المحجوب لارباب القلوب تصنیف حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الہجویری قدس سرہٗ المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری متوفی سنہ ۴۶۵ھ۔

فارسی زبان میں تصوف کے موضوع پر لکھی جانے والی قدیم ترین کتاب ہے اور پاکستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کتاب کے والا قدر مصنف پیر طریقت لاہور میں آرام فرما ہیں

یہ کتاب ایران، برصغیر پاک و ہند میں متعدد بار شایع ہوئی ہے لیکن اس کا بہترین ایڈیشن وہ ہے جو روسی مستشرق ژوکوفسکی کے بلند پایہ مقدمہ اور سات ضمیموں کے ساتھ لینن گراڈ (روس) سے شایع ہوا اور ایرانی ادیب نے اس روسی زبان کے مقدمہ کو فارسی کے قالب میں ڈھالا۔ اب یہ کتاب تہران میں اس فارسی مقدمہ کے ساتھ دستیاب ہے۔ اس مقدمہ کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے لیکن مترجم نے یہ نہیں بتایا کہ اس مقدمہ کی اصل کیا ہے کشف المحجوب تعریف سے مستغنی کتاب ہے۔ یہ عقائد صوفیہ و معروف مشائخ کے حالات پر مشتمل ہے اس میں قرن اولیٰ سے مولف نے اپنے زمانہ تک کے مشاہیر صوفیہ کا ذکر کیا ہے۔ صوفیہ کے مختلف مذاہب اور ہر فرقہ کی خصوصیات کو کافی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ کشف المحجوب پانچویں صدی ہجری میں تصوف کے موضوع پر لکھی جانے والی بے نظیر و بے عدیل کتاب ہے۔

طبقات الصوفیہ مصنف شیخ طریقت شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی متوفی سنہ ۴۸۱ھ۔

یہ کتاب جوامائی ہروی بھی کہلاتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن سُلمی نیشاپوری کی طبقات الصوفیہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی پیر ہروی اس کتاب کے مطالب و مباحث کو اپنی مجالس میں بعض توضیحات کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے اور معتقدین میں سے بعض حضرات اس کو لکھتے جاتے تھے۔ جوامائی ہروی زبان میں ہوتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو امالی ہروی کہا جاتا ہے۔ نفحات الانس کا مقدمہ راقم السطور کے قلم سے اس کی وضاحت و مزید ذکر حضرت

چھٹی صدی ہجری کی تصنیفات

تصوف کے موضوع پر

احیاء العلوم دین۔ مصنف حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی طوسی قدس سرہٗ متوفی سنہ ۵۰۵ھ

امام غزالی قدس سرہٗ کی بیشتر تصانیف پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر سے تعلق رکھتی ہیں لیکن چونکہ آپ کا وصال چھٹی صدی ہجری میں ہوا اس لئے آپ کی تصانیف کو چھٹی صدی ہجری کے تحت بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ ونیائے اسلام کے ایسے تابندہ ستارے اور بحر طریقت کے ایسے در شاہوار ہیں کہ آپ کی تصانیف گراں مایہ کے بارے میں چند سطور میں کیا عرض کیا جائے۔ یوں تو آپ کی تمام تصانیف گرانقدر و بلند پایہ ہیں لیکن دنیائے تصوف اور علم و ادب کے حلقہ میں جو شہرت احیاء العلوم کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسری تصنیف کو میسر نہ آسکی احیاء العلوم چار جلدوں پر مشتمل ہے، عبادات، عادات، مہلکات، منجیات ہر ایک موضوع دس کتاب یا ابواب پر منقسم ہے اور ہر کتاب یا باب متعدد فصول پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور دنیائے اسلام میں متعدد بار شایع ہو چکی ہے مصر سے بڑے اہتمام سے شایع ہوئی ہے۔ برصغیر ہند و پاک میں بھی یہ متعدد بار چھپ چکی ہے۔ نولکشور پریس لکھنو سے اصل اور اس کا اردو ترجمہ کئی بار شایع ہوا، پاکستان میں کوئی نیا ترجمہ شائع نہیں ہوا بلکہ نولکشوری ترجمہ کو بعینہ بعض ناشران نے بڑے فخر و مباہات کے ساتھ شائع کیا ہے افسوس!

کیمیائے سعادت: حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے اسکو بالکل احیاء العلوم کے طرز ترتیب کے

ساتھ مرتب کیا ہے لیکن احیاء العلوم کے مقابلہ میں یہ مختصر ہے یعنی صرف ایک ضخیم جلد میں ہے۔ یہ کتاب چونکہ فارسی زبان میں ہے اور طرزِ بیان بالکل سادہ اور آسان ہے، اس لئے برصغیر ہند و پاک میں اس کو بہت قبولیت حاصل ہوئی، ایران سے اسکے متعدد اڈیشن شائع ہوئے ہیں اور ایک حالیہ ایرانی ایڈیشن جو بہت ہی دیدہ زیب ہے، میری تحویل میں ہے

المرشد الامین:۔ یہ عربی زبان میں خود حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ کے قلم سے "احیاء العلوم" کی تلخیص ہے۔ المرشد الامین مصر سے شایع ہو چکی ہے اور اس کا اردو ترجمہ اس نام سے ۱۳۵۲ھ میں شیخ شوکت علی برکت علی اینڈ سنز کراچی نے شایع کیا تھا، یہ نسخہ میرے پاس محفوظ ہے۔

تصوف کے وقیع موضوع پر امام حجۃ الاسلام کی یہی متذکرہ تصانیف ہیں علاوہ ازیں مختلف موضوعات مثلاً تفسیر، حدیث، فلسفہ، ردّ، خلافت و جدل پر آپ کی متعدد مطبوعہ تصانیف ہیں جن کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

سوانح العشاق: مصنف۔ شیخ مجدالدین ابوالفتوح احمد بن محمد غزالی طوسی (برادر حضرت حجۃ الاسلام)۔ متوفی ۵۲۰ھ

سوانح العشاق، فارسی زبان میں تصوف پر ایک مختصر فصاحت کی کتاب ہے لیکن اپنی بلند پایگی اور ندرت موضوع کے اعتبار سے ارباب تصوف کے لئے سرمایۂ سوز و گداز ہے۔ اس رسالہ میں مراتب عشق حقیقی کو بڑے انوکھے انداز میں بیان کیا گیا ہے[1] شیخ فخر الدین عراقی کا رسالۂ عشق موسوم بہ لمعات "سوانح العشاق" ہی سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے[2]

تازیانۂ سلوک: یہ رسالہ بھی حضرت شیخ طریقت احمد غزالی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔ اس رسالہ کی زبان فارسی ہے۔ یہ رسالہ مع مقدمہ و تصحیح بقلم آقائے سید حسن

---

[1] انشاء اللہ العزیز جلد ہی اس کا اردو ترجمہ مع تحشیہ ہدیۂ ناظرین کی خدمت میں پیش کرونگا۔ [2] لمعات مع شرح جامی قصر علی تہران سے بڑی نفاست کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ راقم السطور کے پاس سوانح العشاق کا یہ تہرانی اڈیشن موجود ہے جو عزیزم سرتاج احمد خان [illegible] نے [illegible] سے ارسال کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو شاد و آباد رکھے۔

مشکان تہران سے شایع ہو چکا ہے۔ ارباب تصوف میں اس رسالہ کو ہر دور میں قبولیت حاصل رہی ہے۔ اس میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے "سلوک" کے آداب اور طریقت کے رموز بیان کئے ہیں۔

لباب الاحیاء: یہ احیاء العلوم کی تلخیص ہے جو امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی حیات ہی میں تالیف کی گئی تھی۔ اصل متن سے قصص و امثال کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح چار جلدوں سے اس کو ایک جلد میں ضبط کیا گیا ہے۔ مصر سے یہ تلخیص شایع ہو چکی ہے۔

لباب الاحیاء کے علاوہ۔ آپکے مکتوبات بھی بہت مشہور ہیں۔ جو مکتوبات احمد غزالیؒ کے بجائے "مکتوبات عین القضاۃ ہمدانی" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مکتوبات کے مکتوب الیہ شیخ عین القضاۃ ہمدانی ہیں جو حضرت احمد غزالی قدس سرہٗ کے معاصر اور ارادت مند تھے یہ تمام مکتوبات ذوق و شوق اور حال کے ترجمان ہیں۔

اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابو سعید قدس سرہٗ

مصنف: شیخ محمد بن منور بن ابی سعید بن ابی طاہر بن ابی سعید قدس سرہ

(مصنف شیخ ابو سعید قدس سرہٗ کے پوتے کے پوتے ہیں)

متوفی ۵۹۶ھ

اس کتاب کا خصوصیت کے ساتھ میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ قارئین کرام اس امر سے آگاہ ہو جائیں کہ ارباب تصوف اور مشائخ طریقت کی سیرۃ نگاری اور سوانح نگاری کا چھٹی صدی ہجری میں آغاز ہو چکا تھا مصنف شیخ ابو سعید قدس سرہٗ کے احفاد میں سے ہیں۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں شیخ کے ابتدائی حالات ہیں، باب دوم میں شیخ کی درمیانی عمر کے حالات ہیں جبکہ ان کی بزرگی کا شہرہ دور و نزدیک پہنچ چکا تھا اور باب سوم شیخ کی آخری عمر کے حالات پر مشتمل ہے۔ زبان اور اندازِ بیان بہت سادہ اور صاف ہے۔ مشہور روسی مستشرق ژوکوفسکی نے تصحیح اور مقدمہ کے ساتھ

۱۹۵۸ء میں اس کو پیٹرزبرگ (حال ماسکو) سے شایع کیا ہے۔ کتاب کا سال تالیف ۵۸۵ھ ہے۔

عبہر العاشقین: مصنف شیخ الطریقت روزبہان بقلی (شیخ ابو محمد بقلی فسوی) دنیائے تصوف میں شیخ روزبہان بقلی اپنی تفسیر قرآن موسوم تفسیر عرائس کے باعث ہی مشہور نہیں بلکہ آپ کی دوسری تصانیف بھی ارباب تصوف اور مشائخ طریقت کی دلکشی اور استفادہ کا موجب رہی ہیں۔ صوفیانہ رنگ میں تفسیر تستریؒ کے بعد تفسیر عرائس دوسری تفسیر ہے۔ شیخ الطریقت روزبہان بقلی کا سال وفات ۶۰۶ھ ہجری ہے۔ عبہر العاشقین، تصوف کے موضوع پر آپ کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ یہ کتاب بھی مصر و ایران سے طبع ہو چکی ہے اس کے علاوہ شیخ حسین بن منصور حلاج کی مشہور کتاب طواسین کی آپ نے عربی اور فارسی میں الگ الگ دو شرحیں لکھی ہیں جن کو بڑی کاوش و کوشش کے بعد فرانسیسی مستشرق "لوئی ماسینیوں" نے شایع کیا ہے

ساتویں صدی ہجری میں تصوف کے موضوع پر تصانیف

مقصد اقصیٰ و زبدۃ الحقائق مصنف: شیخ الطریقت عزیز بن محمد نسفی قدس سرہ متوفی ۶۱۶ھ

شیخ عزیز بن محمد نسفی کثیر التصانیف شیخ طریقت تھے۔ منازل السائرین، کشف الحقائق، اصول و فروع، مبدا و معاد، آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ آپ کی دو کتابوں نے شہرت حاصل کی۔ میری مراد زبدۃ الحقائق اور مقصد اقصیٰ سے ہے۔ دونوں کتابوں کو اگر رسالہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ زبدۃ الحقائق تو کتاب مبدا و معاد کا خلاصہ ہے جیسا کہ خود مصنف نے "زبدۃ الحقائق" کے مقدمہ میں اس کی صراحت کی ہے۔ مقصد اقصیٰ کی ضخامت بھی بہت معمولی ہے۔ دونوں رسالوں کی زبان فارسی[1] ہے۔ مقصد اقصیٰ اور زبدۃ الحقائق ۱۳۵۲ھ

[1] یہ دونوں نسخے راقم الحروف کی تحویل میں ہیں اور دونوں ایک جلد میں تہران سے ۱۳۵۲ھ لمعات کے ساتھ شایع ہوئے ہیں۔

جماعت نہایت پاکیزہ ہے میں نے ان کے ترجمہ کا کام شروع کر دیا ہے۔ زندگی نے اگر فرصت دی تو [illegible] مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے
بقیہ حاشیہ ص ۲۵ پر ملاحظہ ہو

میں نہایت پاکیزگی کے ساتھ تہران سے شایع ہو چکے ہیں اور اب اس کے ساتھ دو کتابوں کا اور اضافہ کیا گیا ہے یعنی اشعۃ اللمعات اور "سوانح العشاق"

تذکرۃ الاولیا: مؤلف، حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ متوفی ۶۲۷ھ

یہ تذکرہ مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن کی تصحیح اور متعدد نسخ سے مقابلہ اور اختلاف نسخ کی صراحت کے ساتھ دو جلدوں میں مع سوانح حیات شیخ عطار قدس سرہ نہایت ہی دیدہ زیبی اور خوبصورتی کے ساتھ لیدن سے شایع ہو چکا ہے۔ اس کی جلد اول میں شیخ قدس سرہ کی سوانح حیات آقائے محمد قزوینی کے قلم سے شامل ہے یعنی پروفیسر نکلسن نے آپ کی سوانح حیات قلمبند نہیں کی ہے۔ صرف تقابل نسخ اور اشارات وغیرہ مرتب کی ہے۔ دونوں جلدیں بکمال حسن صحت و حسن صوری شایع ہوئی ہیں اور ان تمام اغلاط سے پاک ہیں جو ہند و پاک کے مطبوعہ تذکرۃ الاولیاء میں پائی جاتی ہے۔

تذکرۃ الاولیاء (ہر دو جلد) کے اردو میں متعدد ترجمے شایع ہو چکے ہیں۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے بھی اس کا ترجمہ شایع کیا ہے جس کے کئی اڈیشن شایع ہو چکے ہیں۔ تذکرۃ الاولیا فارسی زبان میں پہلا ضخیم اور تفصیلی تذکرہ ہے۔

عوارف المعارف: مصنف، حضرت شیخ الشائخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی قدس سرہ متوفی ۶۳۲ھ

عوارف المعارف دنیائے تصوف کی مشہور ترین کتاب ہے۔ سب سے پہلے یہ کتاب جو عربی زبان میں ہے، مصر سے احیاء العلوم امام غزالی کے حاشیہ پر شایع ہوئی تھی اسکے بعد مصر اور بیروت سے اس کے متعدد اڈیشن شایع ہوئے۔ اس برصغیر میں بھی متعدد بار اصل کتاب طبع ہوئی۔ مطبع نولکشور لکھنؤ نے سب سے پہلے اس کا متن عربی میں شایع کیا۔ اور اس کے بعد اس کا ترجمہ۔ اس کتاب کا ترجمہ ابھی حال میں راقم الحروف کے قلم سے ایک مبسوط

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴) انشاء اللہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہو جائیں گے۔

[2] نسخے میرے بچوں بیٹی عزیزی کا سراج احمد خاں نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد فراہم کر کے مجھے ارسال کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شاد و کامران رکھے۔

مقدمہ کے ساتھ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے شائع ہوا ہے جس میں کتاب کا مفصل تعارف کرایا گیا ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ تصوف کے موضوع پر عوارف المعارف نہایت ہی جامع اور مبسوط کتاب ہے جو ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ آداب و احوال و شرائط تصوف کو قرآن و سنت سے ثابت کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حق ادا فرما دیا ہے۔

فتوحات مکیہ مصنف : حضرت شیخ الطریقت محی الدین ابن العربی
متوفی سنہ ۶۳۷ھ

شیخ اکبر کی یہ کتاب بہت ہی مفصل اور جامع کتاب عربی زبان میں تصوف کے موضوع پر ہے۔ اس کی جامعیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ یہ پانچسو ساٹھ فصلوں پر حاوی ہے، اسی بنا پر یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ سنہ ۱۲۷۴ھ میں مصر سے پہلی بار شائع ہوئی اس کے بعد متعدد اڈیشن مصر و بیروت سے شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر ہند و پاک میں نولکشور پریس لکھنؤ سے اس کا متن چار جلدوں میں الگ الگ شائع ہوا، اس کے بعد حیدرآباد دکن سے اس کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔ یوں تو اس کتاب کا موضوع تصوف ہے لیکن علی الخصوص نظریہ وحدت الوجود پر بڑی دیدہ وری سے شرح و بسط کے ساتھ قلم اٹھایا ہے، فتوحات مکیہ تصوف کے موضوع پر مفصل ترین کتاب ہے۔

فصوص الحکم "فتوحات مکیہ" کی طرح ضخیم تو نہیں لیکن اس کی شہرت "فتوحات مکیہ" سے زیادہ ہے اور مشائخ طریقت نے ہمیشہ اس کا درس مریدوں کو دیا اور خود ان کے مطالعہ میں رہی ہے کتاب کا موضوع ہر چند کہ تصوف ہے لیکن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر متناہی کمالات کو انبیا علیہم السلام کے اذکار مقدسہ سے پیش کیا ہے۔ کتاب از اول تا آخر عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار ہے، اور یہی اس کی قبولیت کا راز ہے۔ مصر و بیروت سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے اور اس کی عربی فارسی اور اردو میں متعدد شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ عربی زبان میں اس کی مشہور شرح "شرح عبدالرزاق کاشانی رح" کے نام سے مشہور ہے۔

مرصاد العباد مصنف شیخ اجل ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شاہاور الاسدی معروف بہ پیر طریقت نجم الدین رازی قدس سرہٗ متوفی ۶۵۴ھ

شیخ اجل، نجم الدین رازی نے سنہ ۶۲۰ھ میں شہر ری یا وطن سے ہجرت کرنے کے بعد اس کتاب کی تالیف کی، یہ فارسی زبان میں کشف المحجوب کے بعد دوسری مشہور کتاب تصوف کے موضوع پر ہے جس میں مصنف محترم نے صوفیہ کے بیشتر مسائل کا احاطہ کیا ہے اور عوارف المعارف کی طرح مسائل تصوف کی تطبیق آیات و اخبار سے کی ہے۔[۱] فتوحات مکیہ فصوص الحکم اور عوارف المعارف کی طرح مرصاد العباد بھی ہمیشہ صوفیہ کرام کے درس میں شامل رہی ہے۔

فیہ ما فیہ مصنف حضرت مولانا جلال الدین المعروف مولانا رومی قدس سرہٗ
(ملفوظات کا نقش اول) متوفی سنہ ۶۷۲ھ

فیہ ما فیہ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کی ان تقاریر اور ارشادات کا مجموعہ ہے جو آپ اپنی مجالس میں حاضرین کے سوالات کے جوابات کی صورت میں یا حاضرین یا اصحاب کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور اس کی سب سے اولین اشاعت کا شرف اس برصغیر کو حاصل ہے۔ اس کے بعد تہران سے بھی شایع ہوئی جو اسی ہندوستانی نسخہ کی نقل ہے، چونکہ میرے مقدمہ کا موضوع ملفوظات کی تاریخ ہے اس لئے یہاں صرف اس قدر تعارف پر اکتفا کرتا ہوں، تفصیل سے ملفوظات کی تاریخ کے ضمن میں لکھوں گا۔

مجالس سبعہ یہ حضرت پیر رومی قدس سرہٗ کی صرف سات تقاریر کا مجموعہ ہے جو آپ نے مجالس وعظ میں کی تھیں۔ یہ مجموعہ تقاریر ترکی سے سنہ ۱۳۵۶ھ میں پہلی بار شایع ہوئی ہے۔

لمعات مصنف: شیخ فخرالدین عراقی قدس سرہٗ
مرید و خویش حضرت شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ
متوفی سنہ ۶۸۸ھ

لمعات شیخ فخرالدین عراقی ساتویں صدی ہجری میں تصوف کے موضوع پر آخری تصنیف

---

[۱] راقم السطور کے پاس اس کتاب کا بہت ہی دیدہ زیب مطبوعہ نسخہ موجود ہے اور میں اس کے ترجمہ کی تکمیل میں مصروف ہوں۔

ہے۔ اس کے بعد آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں دو مشہور ترین کتابیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اوّلاً مصباح الہدایت، مصنفہ شیخ عزالدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۳۵ھ (جو سلسلہ سہروردیہ کے ایک سرگرم شیخ طریقت تھے اور آپ کا سلسلہ طریقت چوتھی نسبت میں حضرت شیخ الشائخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی اہمیت اس لحاظ سے بہت ہے کہ آپ عوارف المعارف کے حضرت مصنف سے قریب العہد راوی ہیں۔

"مصباح الہدایت" کے بعد نویں صدی ہجری میں "نفحات الانس" جامع اور مفصل ترین کتاب ہے، دو سو سال میں صرف یہ دو کتابیں ہی ہیں جو منصۂ شہود پر آئیں (اسکے اسباب وعلل پر میں "عوارف المعارف" کے اردو ترجمہ کے مقدمہ میں بحث کر چکا ہوں، یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے، اس لئے کہ اب ساتویں صدی ہجری کی تصانیف تصوف پر بحث کروں گا۔)

اصل وجہ یہ ہے کہ چھٹی اور ساتویں ہجری میں اس برصغیر پاک وہند میں تصوف کو بڑا فروغ حاصل ہو چکا تھا اور صوفیائے کرام کے ملفوظات مرتب ہونے لگے تھے، انہی ملفوظات کی تاریخ ادبی میرا اصل موضوع ہے جس پر میں کچھ تفصیل سے عرض کروں گا!! یوں تو اس برصغیر پاک وہند میں شیخ الطریقت حضرت علی بن عثمان الجلالی الہجویری (داتا گنج بخش قدس سرہٗ)، پانچویں صدی ہجری میں رونق افروز لاہور ہو چکے تھے اور آپ کی مشہورِ زمانہ گرانمایہ تصنیف کشف المحجوب کا تذکرہ بھی اسی شہر دلپذیر میں ہوا لیکن اس وقت شمالی مشرقی اور جنوبی ہند میں مسلمانوں کے قدم نہیں پہنچے تھے۔ یا اگر کچھ مسلمان پہنچ بھی گئے تھے تو ان کی دینی مساعی کو تبلیغ کے سلسلہ کی کڑی سے نہیں جوڑا جا سکتا۔

چھٹی صدی ہجری میں وسط ہند کے مشہور شہر اجمیر میں چشتیہ سلسلہ کے عظیم رہنما خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی سنجری رونق افروز ہو چکے تھے۔ برصغیر ہند و پاک میں آپ کا ورود کس سال میں ہوا۔ اس کے بارے میں محققین کی مختلف آرا رہیں۔ بہرحال یہ مسلمہ ہے کہ آپ چھٹی صدی ہجری کے نصف آخر میں رونق افروز

اجمیر ہوئے۔ حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہٗ کے مختصر حالات شیخ جمالیؒ نے اپنے تذکرہ سیر العارفینؒ میں تحریر کئے ہیں اور میرے خیال میں جمالیؒ کی شہادت سب سے زائد مستند ہے یہ تذکرہ جمالیؒ نے خواجہ خواجگان کے وصال (۶۳۳ھ) کے تقریباً تین سو سال بعد مرتب کیا تھا اور حضرت خواجۂ خواجگان کے حالات میں یہ سب سے زیادہ قریب العہد شہادت ہے جمالی نے آپ کی لاہور میں آمد کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

شیخ جمالی رقمطراز ہیں:-

> اردو ترجمہ مولانا ضیاء الدین کو اس جگہ (بلخ) متعین کر دیا اور خود خواجہ بزرگ غزنیں کی طرف روانہ ہو گئے وہاں خواجہ بزرگ کی ملاقات حضرت شمس العارفین عبدالواحد سے ہوئی جو حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤیدؒ کے پیر تھے، یہاں سے خواجہ صاحب قدس سرہٗ لاہور آئے۔"

میں اس بحث میں جانا نہیں چاہتا، یہاں مجھے حضرت خواجہ خواجگان کے مرتبہ ملفوظات کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا ہے کہ اس برصغیر پاک وہند میں ملفوظات کی ادبی تاریخ میں آپ کے مرتبہ ملفوظات انیس الارواح کو اولیت کا شرف حاصل ہے جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کی تعاریر اور آپ کے ارشادات کا مجموعہ فیہ مافیہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی ہے۔ اگرچہ اس سے قبل خواجہ ہروی (خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) کی امالی بھی قابل ذکر ہے۔ لیکن اس کو ہم ملفوظات کے اصطلاحی معنی میں پیش نہیں کر سکتے کہ امالی ہروی یا "طبقات الصوفیہ" کی صورت تدوین یہ تھی کہ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی اپنی مجالس میں، شیخ الطریقت ابو عبدالرحمن محمد بن الحسین السلمی نیشاپوری کی کتاب "طبقات الصوفیہ" کے تذکروں اور سوانح مشائخ طریقت کو اپنے الفاظ" یعنی ہروی زبان میں تشریح و توضیح کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے اور ان کو قلمبند کرنے کی آپ نے اجازت دیدی تھی۔ چنانچہ آپ کے ان ارشادات کو جو "طبقات صوفیہ" پر مبنی اور مشتمل تھے۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے ادا شدہ الفاظ میں ہر مجلس میں املا کرا لیا جاتا تھا۔ اسی بنا پر کتاب کا ایک دوسرا نام "طبقات الصوفیہ" کے بجائے "امالی ہروی" بھی مشہور ہو گیا۔ اس طرح ملفوظات کی

اصل ابتدا تو خواجہ ہروی قدس سرہٗ سے ہوئی اور حضرت مولانا روم قدس سرہٗ نے بھی اپنی مجالس میں اپنے بزرگوں کی تقلید میں اپنی تقاریر اور ارشادات کو ضبط تحریر میں لانے کی اجازت دیدی جو آج "مجالس سبعہ مولانا روم" اور "فیہ ما فیہ" کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں، لیکن یہ ساتویں صدی ہجری کی تالیفات ہیں، اس لئے ان کو تاریخی تقدم حاصل نہیں۔ البتہ چھٹی صدی ہجری کے عظیم شیخ طریقت حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کو تقدم حاصل ہے۔ اس کے بعد برصغیر ہند و پاک میں سب سے پہلا مجموعہ ملفوظات "انیس الارواح" ہے جو آپ کے مرشد کامل خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہٗ کے ملفوظات ہیں اور جن کو آپ نے قصبہ ہرون (مضافات نیشاپور) میں ایک مدت دراز تک مرشد کی خدمت میں باریاب رہنے پر مرتب کیا تھا۔ اگرچہ بعض محققین اُن ملفوظات کے وضعی ہونے کے بارے میں شبہہ ظاہر کرتے ہیں لیکن میرے ناچیز خیال میں ایک ایسی برگزیدہ شخصیت جس نے بہت سے ماہ و سال مرشد والا مرتبت کی خدمت میں بسر کئے اور کمال مجاہدہ و ریاضت کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ کس طرح ایسی جرأت بیجا کر سکتا ہے" ہمارے مشائخ عظام ہوا و ہوس، نفس پروری، شہرت و ناموری کے عیوب سے قطعی منزہ اور پاک تھے۔ لہٰذا کس طرح یہ شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملفوظات حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے مرتبہ اور ان کے مرشد کامل کے ملفوظات نہیں ہے اور اگر یہ شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ اور کسی شخص نے اپنے الفاظ او رخیالات کو جمع کرکے ان کو ملفوظات حضرت عثمان ہیرونیؒ کے نام سے موسوم کر دیا تو ذرا غور تو فرمائیے کہ مرتب کے لئے اس سے کیا فائدہ مترتب ہوا۔ شہرت نہ ناموری! پھر اُن ملفوظات کو وضعی کس طرح قیاس کیا جائے

حضرت خواجہ خواجگان کے مرشد کے یہ ملفوظات فارسی زبان میں تھے اور ان کا اردو ترجمہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ انیس الارواح کے مختصر مقدمہ میں حضرت خواجہ خواجگان فرماتے ہیں۔

"جب خواجہ صاحب سفر سے واپس آکر بغداد میں گوشہ نشین ہوئے تو اس درویش کو حکم ہوا کہ وہ کچھ مدت باہر نہیں نکلے گا ارشاد کیا کہ تجھے لازم ہے کہ

چاشت کے وقت آئے تاکہ میں تجھے فقر کی تعلیم دوں۔ ... بندے نے حکم کے بموجب اسی طرح کیا ہر روز میں خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جو کچھ آپ کی زبان گوہر فشاں سے سنتا، اس کو لکھ لیتا۔ یہ سب اٹھائیس ۲۸ مجلسوں پر منقسم ہے۔" مقدمہ انیس الارواح"

دلیل العارفین: یہ مجموعہ ملفوظات حضرت قدوۃ العارفین خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی قدس سرہ العزیز کا ہے، جس کو آپ کے مخلص مرید اور محب خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ نے مرتب فرمایا۔ اس مجموعہ ملفوظات کی زبان بھی فارسی ہے۔ اس کا بھی اردو ترجمہ ہو چکا ہے، یہ ملفوظات ۱۲ مجلسوں پر مشتمل ہیں اور رموز طریقت و حقیقت اور اسرار تصوف کا گنجینہ ہیں۔ دلیل العارفین کے مقدمہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"یہ صحیفہ ربانی اور نسخہ فقر مبانی ملک المشائخ، سلطان التارکین، قدوۃ الواصلین قطب الاولیا، معین الملۃ والدین حسن سنجری نور اللہ مرقدہٗ کے کلمات جان پرور سن کر جمع کئے گئے ہیں اور اس مجموعہ کا نام دلیل العارفین ہے اور یہ حسب ذیل چار قسموں پر مشتمل ہے۔

قسم اول: فقر و صواب میں۔ قسم دوم مکتوبات و تسبیح میں، قسم سوم اوراد وغیرہ میں قسم چہارم سلوک اور اس کے فائدوں کے بیان میں،

یہ مجموعہ ملفوظات ان ارشادات پر مبنی ہے جن کا آغاز حسب تصریح خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ پانچویں رجب ۵۱۲ھ سے ہوا ہے۔ خواجہ خواجگان کے یہ ملفوظات برصغیر ہند و پاک میں آپکی آمد سے پہلے مرتب ہوئے ہیں، حضرت بختیار کاکی قدس سرہٗ اوش سے ترک وطن کرکے کمال باطنی اور کمال علمی کے حصول کے لئے بغداد آئے تھے اور بغداد میں آپ کو حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز سے شرف بیعت حاصل ہوا اور خدمت والا میں مدت تک مقیم رہے یہ ملفوظات گرامی اسی دور کی یادگار ہیں۔

فوائد السالکین: ملفوظات حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی قدس اللہ سرہٗ مرتبہ شیخ کبیر حضرت مسعود اجودھنی المعروف بہ بابا گنج شکر نور اللہ مرقدہٗ

حضرت بابا فرید گنج شکر قدس اللہ سرہٗ ان ملفوظات کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اولیا کے چراغ، صوفیوں کے سرتاج، قطب الحق والدین بختیار اوشی (اللہ ان کی مبارک ذات کو ہمیشہ رکھے) کی زبان گوہر بار اور الفاظ دُر بار سے سنے ہوئے یہ اسرار الٰہی میں ضبط تحریر میں لاتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس مجموعہ میں سالکین کے فوائد لکھے جائیں گے!

ابعد فقیر حقیر مسعود اجودھنی (جو درویشوں کا غلام بلکہ ان کی خاک پا ہے) یوں عرض کرتا ہے کہ جب ۲ ماہ رمضان المبارک سنہ ۵۸۴ھ کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا تو اسی وقت کلاہ ترکی چار گوشہ جو آپ پہنے ہوئے تھے، اسی دعاگو کے سر پر رکھی اور نہایت شفقت و مہربانی میرے حال پر فرمائی۔

اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا شمس الدین ترک، خواجہ محمود، سید نور الدین غزنوی، شیخ نظام الدین ابو المؤید اور دوسرے کئی بزرگ حاضر تھے، اولیاء کے کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔

اسی گفتگو سے ان ملفوظات کا آغاز ہوتا ہے، یہ ملفوظات بھی فارسی زبان میں ہیں اور ان کا اردو ترجمہ ہوچکا ہے۔

راحت القلوب: ملفوظات زبدۃ الاولیا، سراج الاتقیا حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر شیخ مسعود اجودھنی چشتی نور اللہ مرقدہٗ مرتبہ حضرت نظام الاولیا محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہٗ

حضرت نظام الدین الاولیا قدس اللہ سرہٗ راحت القلوب کے ابتدا میں ارشاد فرماتے ہیں کہ الہام ربانی کے خزانے کے یہ جواہر اور علوم سبحانی کی فصل کے شگوفوں کو سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم، بدر الطریقت، برہان الحقیقت، قدوۃ الاولیا، سرتاج الاصفیا، برہان المحققین فرید الحق والشرع والدین (اللہ تعالیٰ ان کو دیر تک زندہ رکھے) کی زبان گوہر فشاں سے سُن کر میں نے جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام راحت القلوب رکھا، بتوفیق اللہ تعالیٰ!!

۱۵ ماہ رجب ۶۵۵ھ بروز چہارشنبہ دولت دیدار نصیب ہوئی تا آخر

گویا ملفوظات کی ترتیب ۱۵ رجب ۶۵۵ھ سے شروع ہوتی ہے اور ۲ ربیع الاول ۶۵۶ھ کو اختتام ہوتا ہے جیسا کہ "راحت القلوب" سے ظاہر ہے۔ یہ تمام ملفوظات تعلیمات تصوف اور اسرار و رموز طریقت کا گنجینہ ہیں، اصل زبان فارسی ہے۔ اردو میں متعدد تراجم شائع ہوچکے ہیں۔

اسرار الاولیا: زبدۃ الاولیا، سلطان المشائخ حضرت خواجہ فرید گنج شکر نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات کا یہ دوسرا مجموعہ ہے جو آپ کے عزیز و محترم خلیفہ خواجہ بدر اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ ہے۔ اس کے دیباچہ یا مقدمہ میں خواجہ بدر اسحاقؒ رقمطراز ہیں کہ:

"تاج الاصفیا، شمس العارفین فرید الحق والدین (ادام اللہ تقواہٗ) کے الفاظ دُربار اور فوائد جو میں نے سُنے لکھے اور ان کا نام اسرار الاولیا رکھا۔

بعد ازاں بندۂ درویشاں، خادم الفقراء والمساکین بدر اسحاق جو ان معانی کا جمع کنندہ ہے عرض پرداز ہے کہ جب پائے بوسی کی دولت نصیب ہوئی اسی وقت جناب نے فرمایا

اختتامیہ: بارہ سال کے عرصہ میں آنجناب کی زبان گوہر فشاں سے جو اسرار و رموز میں نے سُنے وہ اس مجموعے میں لکھے گئے ہیں۔ اگر عمر نے وفا کی تو انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے اور سنوں گا قید تحریر میں لاؤں گا۔ فقط

راحت القلوب کی طرح ان ملفوظات کی ابتدائی اور اختتامیہ تاریخ کا اظہار بھی نہیں کیا گیا ہے، صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ مجموعہ بھی راحت القلوب کی طرح اسی دور کا ہے یعنی ساتویں صدی ہجری کے وسط سے اس کا تعلق ہے۔ اس مجموعہ کی زبان بھی فارسی ہے اور اردو میں اس کے متعدد تراجم ہوچکے ہیں۔

ملفوظات نظام الاولیا حضرت نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ

مرتبہ

امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ

موسوم بہ

فوائد الفواد

یوں تو برصغیر ہند و پاک کے سلاسل صوفیہ کے مشائخ کرام قدس اللہ اسرارہم کے بہت سے ملفوظات لکھے گئے، سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ خواجگان ہند شیخ الطریقت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہٗ سے ان ملفوظات کا آغاز ہوا اور صفحات سابقہ میں ان ملفوظات کا مختصر سا تعارف میں آپ سے کرا چکا ہوں، لیکن جو قبول عام و خاص **فوائد الفواد** کو حاصل ہوا وہ اس سلسلہ میں کسی اور مجموعۂ ملفوظات کو میسر نہ آسکا ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد، کے مصداق یہ ملفوظات بہت ہی دلنشیں اور دلپذیر ہیں اور مرشد طریقت کی بھی نظر خاص اس مجموعہ ملفوظات پر پڑی ہے جس نے اس میں وہ رنگ پیدا کر دیا کہ آج تقریباً چھ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان کی قبولیت میں کوئی خاص فرق نہیں آیا، آج سے ایک صدی قبل یہ جس طرح اصل زبان فارسی میں مقبول تھے اسی طرح آج اس کے تراجم عقیدت کے ہاتھوں سے احترام کی آنکھوں سے لگائے جاتے ہیں۔

جس زمانے میں ان کو ترتیب دیا گیا تھا اسی زمانے میں ان کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ مؤلف محترم امیر حسن علاء سنجری قدس سرہٗ کے یار عزیز اور رفیق خاص، ہمدم و دمسا

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے محبوب مرید "ترک اللہ" طوطی ہند حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ کہا کرتے تھے کہ حسن سنجری "کاش میری تمام تصانیف لے لیتے اور یہ ملفوظات مجھے دیدیتے" یعنی یہ مقبول خاص و عام ملفوظات کاش میرے نام سے منسوب ہوتے۔ حالانکہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ کی تصانیف نظم و نثر (فارسی) اس برصغیر کے ادب کی جان ہیں۔ ہم اور ہمارا ادب بجا طور پر ان پر نازاں ہے لیکن فوائد الفواد کا مقام بہت بلند و اعلیٰ ہے۔

فوائد الفواد کے ابتدائیہ اور اختتامیہ کے سلسلہ میں مولف ملفوظات کا قول پیش کئے دیتا ہوں کہ اس سے بڑی اور کوئی سند نہیں ہو سکتی۔

"اتوار کے روز تیسری ماہ شعبان ۷۰۷ھ کو بندۂ گنہگار امیدوار حسن علاء سنجری کو جو ان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ اس شاہ فلک جاہ فلک دستگاہ کی قدمبوسی کا شرف ہوا، اس وقت اس قطب آفتاب ضمیر کی نظروں میں معزز ہوا اور چار ترکی کلاہ عنایت ہوئی۔ الحمد اللہ علیٰ ذٰلک"

ملفوظات کی ابتدائی تاریخ ۳ شعبان ۷۰۷ھ ہے کہ آغاز بیان اور وجہ تالیف ملفوظات میں وہ بیان کر چکے ہیں کہ:

"خواجہ راستین ملک الفقراء والساکین شیخ نظام الحق والشرع والہدیٰ والدین (اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک زندہ رکھے اور مسلمانوں کو ان سے مستفیض فرمائے) کے نہاں خانۂ یقین کے خزانے سے یہ غیبی جواہرات اور لاریب پھول جمع کئے گئے ہیں یعنی میں نے جو آپ کی زبان مبارک سے سنا خواہ بعینہ انہی الفاظ میں یا اس کا مطلب کسی اور عبارت میں اپنے ناقص فہم کے مطابق لکھا گیا ہے چونکہ اس مجموعے سے شکستہ دلوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اس لئے اس مجموعہ کا نام فوائد الفواد رکھا!"

حضرت امیر حسن علاء سنجری ان ملفوظات کے اختتامیہ میں رقم طراز ہیں، صرف نثر ہی میں اس کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ نظم میں بھی ان ملفوظات کی تاریخ (لفظی) بیان کر دیا ہے: فرماتے ہیں:

روحانیوں کے مشک مشام ملفوظات جو تین سال کے عرصہ میں جمع

کئے گئے! پہلے فوائد الفواد جو بارہ سال کے عرصہ میں جمع کئے گئے ان سے ملا کر یہ کل پندرہ سال کے فوائد ہیں۔ اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ اس دریائے معرفت سے مزید موتی حاصل کرکے اس سلک میں منسلک کروں گا

قطعہ تاریخ

ہفت صد و بست و دو سال	بیستم روز از مہ شعبان
از اشارات خواجہ جمع آمد ...	ایں بشارت دِہ فتوح جنان

یعنی یہ ملفوظات ۳ر شعبان ۷۰۷ھ سے لکھنا شروع کئے اور ۲۰ر شعبان ۷۲۲ھ تک کے ملفوظات کو جمع کیا گیا۔ اس طرح کل مدت پندرہ سال ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ہر روز کی مجلس عالی کے ملفوظات نہیں ہیں بلکہ ۷۰۷ھ سے ۷۲۲ھ تک کو جب بھی حضور میں باریابی کا موقع ملا اس وقت ان مختلف موقعوں پر زبان فیض ترجمان سے جو کچھ ارشاد ہوا اس کو امیر حسن علاء سنجریؒ نے فوراً قلم بند کر لیا۔ جس کی صراحت اختتامیہ میں موجود ہے۔ ملفوظات کا یہ مجموعہ چار حصوں پر منقسم ہے۔

ان مختلف سنین کی مجالس کی صراحت خود حضرت امیر حسن علاء سنجریؒ نے "فوائد الفواد" میں کی ہے۔

خواجہ نظام الملت والدین حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ان ملفوظات کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور بعد کے تمام تذکرہ نگاروں کے لئے یہ ملفوظات ایک ادر ماخذ بنے رہے ہیں۔ یہاں اصل ملفوظات سے چند سطور بطور نمونہ پیش کر رہا ہوں تاکہ جو اصحاب آپ کے طرز نگارش سے واقف ہونا چاہتے ہیں وہ آگاہی حاصل ہو سکیں۔

" دریں میاں غلامے ہم از مریداں برسید و یک ہندوئے را با خود آورد و گفت کہ ایں برادر من است "۔ چوں ہر دو بنشستند خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر ازاں غلام پرسید کہ ایں برادر تو ہیچ میل بمسلمانی دارد" عرضداشت کہ او در تحت اقدام بجہت ایں آوردہ ام تا ببرکت نظر مخدوم مسلمان شود" خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر چشم پر آب کردہ فرمود کہ ایں قوم را چنداں بگفت کسے دلی نگردد، اگر صحبت صالحے بیابد امید باشد کہ بہ برکت صحبت او مسلمان شود۔

فوائد الفواد، صرف ملفوظات ہی نہیں بلکہ اس دور کی معاشرتی، تمدنی اور ثقافتی زندگی کا ایک جامع اور دلنشیں تذکرہ بھی ہیں، یہی سبب ہے کہ وہ ہر دور میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے رہے ہیں اور ایک وصف خاص یہ کہ ہماری ثقافت کے مورخین اور ارباب نقد و نظر نے ان ملفوظات کی صحت پر کسی قسم کا شبہ ظاہر نہیں کیا ہے اور انکو مستند سمجھا ہے۔ میں نے اس مقدمہ میں جو کچھ ملفوظات کی ادبی تاریخ کے سلسلہ میں لکھا ہے اس کا اصل مقصد یہی تھا کہ آپ کو فوائد الفواد سے متعارف کراؤں اور اس امر کی وضاحت کر سکوں کہ ملفوظات نگاری کا آغاز اس برصغیر میں مدتوں پہلے ہو چکا ہے اور آج بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

میں نے تفصیل کے ساتھ عوارف المعارف کے مقدمہ میں اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ اس برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام نے تصانیف پر قلم نہیں اٹھایا جن کے ذریعہ یہ اندازہ ہوتا کہ انہوں نے اپنے مسلک کی ترویج کے لئے کیا کوششیں کیں اور طریقت و معرفت کو شریعت مطہرہ سے کس طرح ہم آہنگ کیا جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ ان کے انفاس قدسیہ سے اس ظلمت کدہ ہند میں اسلام کے چراغ کس طرح روشن ہوئے۔ ان حضرات کے یہاں تصانیف کی بجائے مکتوبات ہیں یا ملفوظات ہیں، چنانچہ میں نہایت اختصار کے ساتھ اس برصغیر میں اشاعت اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے حضرات صوفیہ کرام کے ان مشہور مجموعہائے مکتوبات یا ملفوظات سے اقتباسات پیش کروں گا جو یا تو مطبوعہ شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہیں یا ان کے مخطوطات ان خانوادوں کے اخلاف کرام کی حفاظت میں بطور امانت آج بھی موجود ہیں۔ میں اس مختصر مقدمے میں اکابرین سلسلہ کے مخطوطات

اور مکتوبات کا ذکر کر رہا ہوں جن کی پاکیزہ ہستیاں موجودہ سلاسل صوفیہ کے لئے باعث فخر و مباہات رہی ہیں۔ ان متقدمین صوفیا کرام کے مکتوبات اور ملفوظات جو عہد علائی، عہد تغلق اور عہد مغلیہ میں سے تعلق رکھتے ہیں جن زبان فارسی سے قرون مابعد میں لکھے جانے والے مکتوبات اور ملفوظات زبان اردو سے اور وہ میرے مقدمہ کا موضوع نہیں ہیں۔

سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے اکابرؒ حضرات کے ان ملفوظات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ان مکتوبات و ملفوظات کے علاوہ بھی برصغیر پاک و ہند میں بعض بزرگوں کے مکتوبات و ملفوظات نے بڑی شہرت پائی اور بڑی وسعتوں کے حامل ہیں تصوف کے تمام آئین و اصول اور تعلیمات ان مکتوبات اور ملفوظات میں موجود ہیں۔ ان مکتوبات کے سلسلہ میں حضرت یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے مکتوبات کا تذکرہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا! ان مکتوبات سے ایک مختصر سا اقتباس قارئین کے لئے پیش کرتا ہوں۔

حضرت یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے صد مکتوبات اور دو صد مکتوبات کی زبان فارسی ہے یہی اس دور کی علمی اور ادبی زبان تھی، مراسلت بھی اسی زبان میں ہوتی تھی۔ آپ کے صد مکتوبات کے مجموعے سے ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں تاکہ علم دوست حضرات آپ کے عرفان و حقیقت سے معمور مکتوبات کا اصل نمونہ بھی دیکھ لیں! یہ مکتوب بھی حاکم چوسہ کے نام لکھا گیا ہے جس میں اخلاق حمیدہ کی تعلیم دی گئی ہے! تحریر فرماتے ہیں

برادرم شمس الدین (شرف اللہ بالاخلاق الحمیدۃ) بداند کہ اخلاق نیکو بادل فطرت آدم را دادند علیہ السلام و از آدم علیہ السلام میراث رسیدہ امت بانبیار و رسل علیہم السلام ہمچنیں تا بسید انبیا و سلطا اولیا صلی اللہ علیہ وسلم رسید و از وے بامت رسید چنانچہ ہمہ اخلاق مذمومہ بوقت قسمت بابلیس دادند، و از وے بمتکبران و متمردان رسیدہ است کہ امت و ے اند بس ہر کہ متابعت شریعت راسخ

بر نیکو خوے ترو ہر کہ نیکو خوے تر بدرگاہ خداوند عزیز تر۔"

آپ نے ملاحظہ کیا کہ زبان کس قدر سادہ اور آسان ہے حقیقت یہ ہے کہ اس صدی میں لکھے جانے والے دوسرے بزرگوں کے مکتوبات کا یہی رنگ ہے صد مکتوبات اور دو صد مکتوبات کے بعد نا قابل ذکر مجموعہ مکتوبات قطب عالم قدس سرہٗ کے مکتوبات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ شیخ نور الحق قطب عالم کے نام سے مشہور تھے آپ کے تصانیف میں آپکے مکتوبات اور شرح احادیث نبوی موسوم بہ انیس الغربا نے خاص شہرت حاصل کی۔ ان کی نثر نگاری کے اسلوب کا انداز یہ ہے۔

نور بجانب نجم!

بیچارہ حزیں، نور مسکیں، عمر بباد دادہ و لبوئے مقصود دنیا فتنہ در تیر حیرت و میدان حسرت چوں گوے سرگرداں شدہ ہمہ شب بر اتمام شد کہ مباد د بوے ز دید نجم۔ چہ گنہ ہم صبار اعمراز سر گزشتہ و تیر از شست جستہ و از شر نفس امارہ یک ساعت نرستہ۔ جز یاد۔ و آتش در جگر و آب در دیدہ و خاک بر سر نہ پیوستہ، جز ندامت خجالت دست آویزے نہ و جز درد آہ بادے گریزے نہ مصرع: درد دریاش اے برادر، درد درد ا!"

چشتی قبیلہ کے ایک اور صاحب قلم بزرگ حضرت چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد الحسینی قدس سرہ ہیں جو سرزمین دکن گلبرگہ میں آسودہ ہیں، ان کے ملفوظات نے بھی بہت شہرت حاصل کی ان کے یہ ملفوظات جوامع الکلم کے نام سے موسوم ہیں۔

آپ کے مکتوبات کی زبان اس قدر صاف اور آسان نہیں جتنی کہ حضرت یحییٰ منیری اور حضرت نور قطب عالم (قدس اللہ سرہ) کے مکتوبات کی ہے حقیقت یہ ہے کہ ان کے الفاظ مبارکہ کو جامع ملفوظات نے اپنی زبان میں تحریر کیا ہے اس لئے

یہ حضرت بندہ نوازؒ کی اصل زبان نہیں ہے۔ میں کسی موقع پر آپ کی مشہور تصنیف شرح رسالہ قشیریہ کا اقتباس پیش کروں گا اس سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ آپ کا اسلوب بیان اور آپ کی زبان کا کیا انداز ہے۔ یہ ملفوظات آپ کے بڑے صاحبزادے سید اکبر حسینی نے جمع کئے ہیں۔ یہ زبان اصل میں ان کی ہے۔ آپ کے ملفوظات کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"روز شنبہ بست وہشتم ماہ شعبان وقت چاشت برہمنے بہ پائے بوس آمدہ بود، برہمن گفت چہل وہشت سال است کہ در ... کسے می گردم کہ او نفس خود را شناختہ باشد و ایں معنی تحقیق کردہ کہ خالق از وجودے نیست" فرمودند! او آں شخص است کہ دل راکسب کردہ باشد، و برائے کسب دل علمے مخصوص است، آنکہ دل راکسب کرد او نفس خود را شناخت او دانست کہ خالق از وے چیزے نیست، برہمن گفت "بزرگے درمیان ما بود، چہل گاں روزے چیزے نخورد، سے درُوے کسے ندیدے، ہم ... کسب دل بود"

اسی دور میں سلسلہ چشتیہ کے ایک اور مشہور بزرگ حضرت جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہٗ ہیں یہ شیخ علاء الدین لاہوری گنج نبات کے خلیفہ تھے۔ ان کے مکتوبات بھی مشہور ہیں لیکن اکثر مکتوبات ضائع ہوگئے صرف چند مکتوبات باقی رہ گئے ہیں۔ آپ کے کلمات قدسیہ کا اصل سرمایہ آپ کے ملفوظات ہیں مگر افسوس کہ مدتوں سے نایاب ہیں۔ آپ کے ملفوظات گرامی کا مجموعہ لطائف اشرفی فی طوائف صوفی کے نام سے مشہور ہے مگر ان کی طباعت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ حسن اتفاق کہ اس ناچیز کو اس سال آپ کے مخطوطہ کا جو ۱۲۹۸ھ کا مرقومہ ہے، ایک فوٹو اسٹیٹ نسخہ ترجمہ کے لئے ملا ہے اور میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ آجکل اس کے ترجمہ میں مصروف ہوں۔ یہ مخطوطہ بڑے سائز کے ۰۰ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد ان ملفوظات کا اردو ترجمہ آپ کی نظر سے گذرے گا۔ یہاں میں آپ کے ملفوظات کا ایک اقتباس کرتا ہوں۔ ان ملفوظات کے جامع حاجی نظام غریب یمنی آپ کی خدمت کے ایک حاضر باش مرید ہیں! — ملفوظات کا نمونہ یہ ہے۔

"حضرت قدوۃ الکبرا را مریدے بودم جوہر نام در اندام او برص ظاہر شد کہ بدترین مرض است پیش آمد حفظنا اللہ و ایاکم عن ھذہ البلیۃ۔ در ولایت خراساں ہر کرا برص ظاہری گردد اخراج از شہر می کنند، جوہر بحضرت قدوۃ الکبرا گوہر عرض پیش نہاد کہ اگر رخصت باشد ازیں مردم برایم و بعالم الخفیات در آیم اگر بقیات، دہ ہزار عالم برمن نازل می شد آساں می نمود۔ لیکن مفارقت اقدام یعنی مہرباں از اسماع کلام لطیف شکل تر است: — مرا از درد عالم نیست اندیش۔ ولیک از درد ہجرت است دل ریش، و ایں جوہر را حضرت قدوۃ الکبرا لطف بسیار و عنایت بے شمار می کردند کہ گوہر فضائل و درر اشعار از وے درخشاں بود جوہر نوعے اضطراب خویش در حضرت ایشاں اظہار کردکہ موشد آمد:

اب آپ کو کچھ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مکتوبات و ملفوظات کا کس قدر عظیم سرمایہ ہمارے بزرگان دین اور صوفیہ عظام ہماری رہنمائی کے لئے اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ اس برصغیر ہند پاک و ہند میں یہی ملفوظات اور مکتوبات کا عظیم سرمایہ ہماری ثقافت و تہذیب کا عظیم سرمایہ ہے اور آنیوالی نسلیں اگر ہماری تہذیب و ثقافت کی خدانخواستہ تاریخ موجود بھی نہ ہوئی تو اس عظیم مجموعہ سے وہ اس کو مرتب کرسکتی ہیں، کاش یہ تمام مجموعہ ہائے مکتوبات و ملفوظات زیور طبع سے آراستہ ہوجائیں تو تاریخ تصوف کو قرون ماضیہ کی ایک عظیم دستاویزات ثابت ہوں گے۔ اس دلچسپ موضوع کو بہت اختصار کے ساتھ ختم کرتے ہوئے اب میں آپ کے سامنے نظام الملت والدین نظام الاولیا کے ... حضرت حسن سنجری قدس سرہ کے حالات تحریر کرتے ہوئے اس مقدمہ کو تمام کرتا ہوں۔

تذکرہ

صاحبِ فوائد الفواد

حضرت امیر حسن علاء سنجری قدس سرہٗ

فارسی ادب کی تاریخ میں برصغیر ہند و پاک کے شعراء میں حضرت امیر خسرو دہلوی کا نام لیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی حسن دہلوی کا تذکرہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ امیر حسن علاء سنجری اپنی فارسی شاعری کی بدولت تاریخ ادبیات برصغیر ہند و پاک میں ایک غیر فانی مقام رکھتے ہیں۔ جس طرح ادبی دنیا میں وہ اپنی فارسی شاعری (غزلوں) کی بدولت وہ کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔ اسی طرح وہ اپنے بلند پایہ ملفوظات "فوائد الفواد" کی بدولت روحانی دنیا میں انمٹ اور لازوال نقوش چھوڑ گئے ہیں لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ جس قدر شہرت ان کو ادبی اور روحانی دنیا میں حاصل ہوئی بقدر اس کے ان کے حالات بہت ہی مختصر طور پر تاریخ میں محفوظ ہیں اور جہاں جہاں مذکور ہیں وہ بہت ہی اجمال کے ساتھ ہیں، تذکرہ نویسوں نے آپ کے حالات کے سلسلے میں واقعات کی کڑیاں بس وہاں سے ملائی ہیں جہاں سے وہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین الاولیاءؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہوتے ہیں

شاید اس کا سبب یہ ہے کہ بندگانِ محبوب الٰہی قدس سرہٗ میں شمولیت سے پہلے وہ ایک شاعر اور ایک سلطانی امیر تھے اور ان کے روز و شب رند مشربی اور بے راہ روی میں گزرتے تھے، لہٰذا ان کے ضبط احوال کی طرف خصوصی توجہ نہیں کی گئی۔ آپ کے حالات جو کچھ شیخ جمالیؒ نے اپنے تذکرے "سیر العارفین" میں تحریر کئے ہیں۔ بعد کے سوانح نگار حضرات نے انہی پر اکتفا کیا ہے۔

امیر حسن علاء سنجریؒ کا پورا نام خواجہ نجم الدین حسن سنجری یا سنجری تھا اس لئے کہ

ان کے بزرگ سجستان کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام علاء الدین حسن تھا۔ بس یہ اپنی ابوت یعنی علاء حسن کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا سال پیدائش ۶۵۱ھ اور دلی وطن۔ جوان ہو کر امیر خسرو کے ساتھ خان شہید کی ملازمت اختیار کی۔ اسی ملازمت کے زمانے میں حضرت امیر خسرو کے ساتھ ان کے تعلقات بڑھے اور اس قدر کہ دونوں ایک دوسرے کے محبوب تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خدمت میں باریابی اور رندی سے توبہ کا واقعہ میں سیر العارفین کے حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ سلطان محمد بن محمد تغلق کے حکم سے آپ کو دہلی کو چھوڑنا پڑی اور دولت آباد گئے اور پھر یہاں سے جانا نصیب نہ ہوا۔ ۷۳۸ھ میں دولت آباد میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار خلد آباد میں جو دولت آباد سے ۳، ۴ کوس کے فاصلہ پر مرجع خاص و عام ہے، جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ آپ کے تفصیلی حالات محفوظ نہیں ہیں! آپ سیر العارفین کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب "سیر العارفین" "شیخ جمالیؒ" جو حضرت امیر حسن علاء سنجری کے بارے میں سب سے زیادہ قریب العہد شہادت ہے آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مولانا شہاب الدین امامؒ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت نظام الاولیاء شیخ نظام الدین محمد بدایونی، حضرت سلطان المشائخ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے میں (شہاب الدین) اور مولانا برہان الدین بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ زیارت کے بعد بوقت مراجعت حوض شمسی سے آپ کا گزر ہوا، تاکہ ان بعض بزرگوں کے مزارات پر بھی فاتحہ پڑھ لیں جو حوض شمسی کے کنارے آسودۂ خاک ہیں۔ اتفاقاً خواجہ حسن علائی سنجری شاعر اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ حوض شمسی کے کنارے مے نوشی میں مشغول تھے۔ حضرت شیخ سے ان کی ملاقات پہلے ہو چکی تھی۔ اس وہ عالم بدمستی میں تھے حضرت کو دیکھ کر انہوں نے یہ دو اشعار پڑھے!

سالہا باشد کہ ما ہم صحبت ایم ۔۔۔ گر ز صحبت با اثر بودے کجاست

زہد تو فسق از دل ما کم نہ کرد ۔۔۔ فسق ما یاں بہتر از زہد شماست

ان سے یہ اشعار سُن کر حضرت نے فرمایا کہ "صحبت میں بہت اثر ہے!" حضرت کے اس ارشاد نے اُن کے دل پر بہت اثر کیا۔ فوراً ننگے سر ہوگئے اور حضرت شیخ (قدس سرہٗ) کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اسی وقت تائب اور مرید ہوگئے۔ دوسرے دوست جو ساتھ تھے وہ بھی تائب اور مرید ہوگئے۔ ان خواجہ حسن نے جس وقت توبہ کی اسوقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی[1]

حضرت کے مقبول اور محبوب مرید بن گئے۔ اس کے بعد کتاب فوائد الفواد تالیف کی کہ یہ کتاب اہل اللہ کی مونس جان اور ہادی راہ ہے۔

حضرت امیر حسن علا سنجری قدس سرہٗ نے ۹۰ سال کی عمر پائی۔ آپ کا سال ولادت ۶۵۱ھ/۱۲۵۴ء اور سال و ۱۳۳۶ء ہے۔ ان کے والد کا نام علاء الدین حسن تھا، امیر حسن کا پورا نام نجم الدین حسن تھا، لیکن وہ اپنی کنیت اور تخلص کے ساتھ مشہور ہوئے

یعنی امیر حسن علا سنجری، یا سنجری اور چونکہ امیر خسرو کی طرح محمد شہید (نغرا خاں) کی ملازمت اختیار کرلی تھی اس لئے امیر خسرو اور امیر حسن "ایک دوسرے کے بڑے مخلص دوست اور رفیق تھے

حضرت شیخ المشائخ کے مرید ہونے کے بعد باقی زندگی کے چند سال آپ نے مرشد کامل کی خدمت میں اس طرح بسر کئے کہ آپ مجالس میں جب حاضر ہوئے اور حضرت شیخ المشائخ کی زبان حق ترجمان سے جو کچھ سنتے اس کو ضبط تحریر میں لے آتے انہی ملفوظات شیخ کا مجموعہ "فوائد الفواد" کے نام سے آپ نے مرتب کیا۔

---

[1] حضرت شیخ حسن علا سنجری کے اس شعر میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے۔

اے حسن توبہ آنگہے کردی ۔۔۔ کہ ترا طاقت گناہ نماند

ان ملفوظات کے مجموعے میں مرشد کامل کی زبان فیض ترجمان سے اُن مختلف مجالس میں (جن میں شرف حضوری ان کو حاصل تھا)، جو کچھ سُنا اپنے الفاظ میں اسکو بیان کردیا۔ اس طرح فوائد الفواد ۷۰۷ھ، ۷۰۹ھ، ۷۱۰ھ، ۷۱۱ھ، ۷۱۲ھ اور ۷۱۹ھ کی بعض مجالس کے ملفوظات ہیں یہ واضح رہے کہ فوائد الفواد کی مجالس چھ سالوں پر مشتمل ہے اور ہر سال میں چند دنوں ان کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ ان مجالس کے ملفوظات کو انہوں نے اپنی تحریر میں منضبط کیا ہے۔ باوجودیکہ یہ بعض مجالس کے ملفوظات میں پھر بھی مجموعی ملفوظات، فوائد الفواد کی ضخامت خاصی ہے اور اسکے چار حصے کردیئے گئے ہیں۔ ملفوظات کے اختتام کی تاریخ خود مؤلف نے اس طرح بیان کی ہے

چوں بہفت صد و بیست و دو سال ۔۔۔ بیستم روز از مہ شعبان

کہ اشارات خواجہ جمع آمد ۔۔۔ ایں بشارت دہ فتوح جناں

یعنی ہجری سات سو بائیس تھی اور شعبان کے مہینے کی بیسویں تاریخ کو جب خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے یہ ارشادات و فرمودات جو جنت کی فتوح کی بشارت دینے والے ہیں، جمع کئے گئے گویا ان ملفوظات کا سال تالیف ۷۲۲ھ ہے۔

خواجہ امیر حسن علا سنجری ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان (کلام فارسی) آج بھی دستیاب ہے۔ زندگی میں بحیثیت امیر اور شاعر بہت مشہور ہوئے لیکن مرنے

کے بعد آپ کی شہرت ایک بلند پا۔

کے بعد آپ کی شہرت کا موجب خاص آپ کے یہ ملفوظات ہیں جو امور شریعت، اسرار طریقت، احوال صوفیہ اور اقوال اکابرین، صوفیہ پر مشتمل ہیں اور اس طرح یہ ایک ایسا گنجینۂ اقوال اور خزینۂ احوال ہے جس کو ارباب تصوف آج بھی بڑی قدر و منزلت

کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ب ۱۹/۱
بندہ ناچیز

نیڈسل ایریا
شمس بریلوی

باب اوّل

پہلی فصل :

اس فصل میں مختصر حال حضرت خواجہ رستین وارث اہل سلوک والانبیا والمرسلین حضرت شیخ المشائخ محبوب رب العالمین نظام الحق والشرع والہدی والدین محمد بن احمد بن علی البخاری بدایونی ثم الدہلوی رضی اللہ عنہم مجموعہ شریف ملفوظات خواجگان چشت رضی اللہ عنہم سے ترجمہ دعاگوئے مسلمانان خاکسار مترجم فوائد ہذا کی باب پنجم فصل اول سے نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

واضح ضمیر منیر وابستگان سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ رہے ہو کہ نام نامی و اسم گرامی صاحب ملفوظات ہذا موسوم بہ فوائد الفواد کا سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین محمد بن احمد رضی اللہ عنہ ہے آپ از سادات حسینی ہیں کہ سلسلہ نسب آپ کا اٹھارہ واسطوں سے حضرت امام الارض فی السماء سلطان الشہداء حضرت امام حسین الشہید فی الکربلا رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ کہ اسم مبارک والد ماجد حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کا سید خواجہ احمد بن سید خواجہ علی الحسینی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید میر علی بن سید میر احمد بن سید میر ابی عبداللہ بن سید میر علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی الامام بن سید علی الہادی النقی بن سید امام محمد بن الجواد بن الامام الشہداء حضرت امام علی موسیٰ الرضا بن الامام موسیٰ الکاظم الغیظ بن الامام الہمام حضرت جعفر بن الصادق بن الامام محمد بن اباقر بن الامام علی حضرت امام زین العابدین بن الامام فی الارض والسماء سلطان الشہداء حضرت امام حسین الشہید فی الکربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور جد مادری بھی حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کے نیز از سادات حسینی ہیں کہ سلسلہ نسب از جانب مادر آپ کا سلسلہ نسب پدری حضور سے بعد چار واسطوں کے جا ملتا ہے۔ کہ نام مبارک آپ کی والدہ ماجدہ کا بی بی زلیخا بنت سید عرب الحسینی

البخاری سید محمد بن سید حسن رحمۃ اللہ علیہم ہے۔ حضرت سید حسن نور اللہ مرقدہ جد مادری و پدری آپ کی ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ خلیفہ اعظم حضرت خواجہ بریق المحبت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے تھے کتب سیر میں مرقوم ہے کہ آپ کے دادا علی بخاری اور آپ کے نانا خواجہ عرب رضی اللہ عنہما بخارا سے ہندوستان وارد ہوئے اور مدت مدید تک لاہور میں سکونت گزیں رہے۔ بعدہٗ شہر بدایوں میں جو اس زمانہ میں "قبۃ الاسلام" تھا تشریف لائے اور سکونت اختیار کی۔ خواجہ علی بخاری رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند موسوم بخواجہ احمد تھے اور حضرت خواجہ عرب کے دو فرزند اور ایک دختر رابعہ عصری بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب کہ یہ دو حضرات وطن مالوفہ سے بمعیت یکدگر عازم ہند ہوئے اور ہندوستان میں پہنچ کر لاہور میں بھی ساتھ ہی ساتھ اقامت گزیں ہوئے اور وہاں سے بدایوں بھی ساتھ آئے۔ پس واسطے مزید استحکام اخوت رشتہ مناکحت خواجہ احمد و بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا کا باہم ہوا کہ ان دونوں نیکبختوں سے ساعت سعید و اوان حمید میں حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں؎

آفریں از خدائے بر پدرے — کہ از و ماند اینچنیں پسرے
چہ درے را کہ نیکواں صدف است — مادرے را کہ ایں چنیں پسر است
آفتابش برآستیں قباست — ماہتابش بر آستان در است

ابھی آپ خورد سال تھے کہ حضرت کے والد کو سفر آخرت پیش آیا اور سرزمین بدایوں میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی والدہ ماجدہ رابعہ عصری بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا بعد انتقال خواجہ احمد نور اللہ مرقدہ کے متکفل آپ کی پرورش و تربیت کی ہوئیں جس وقت عمر شریف چار سال چار ماہ چار روز کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ نے مکتب میں برائے تعلیم قرآن مجید و فرقان حمید بھیجا آپ نے تھوڑے عرصہ میں قرآن شریف پڑھا اور دیگر کتب متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے اُن ہی ایام میں کہ عمر شریف آپ کی بارہ برس کی تھی اور آپ کتب لغت پڑھتے تھے۔ ایک شخص جس کا نام ابوبکر قوال تھا۔ ملتان سے آپ کے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی

مجلس میں راگ گایا اور یہ اشعار پڑھے؎

قد لسعت حیۃ الہوی کبدی

یعنی ہر آئینہ ڈسا ہے مار عشق نے میرے جگر کو

مصرعہ دوم۔ اُس کو اس وقت یاد نہ آتا تھا آپ نے یاد دلایا وہ یہ امر دیکھ کر آپ کی جانب مخاطب ہوا اور اپنے حالات سفر بیان کرنے شروع کیے خانقاہ شیخ بہاء الدین زکریا اور وہاں کے درویشوں کے مجاہدات کے ذکر میں بیان کیا کہ خانقاہ شیخ موصوف میں ہر شخص ذاکر ہے حتیٰ کہ لونڈیاں جو آٹا گوندھتی ہیں آٹا گوندھتے وقت بھی ذکر سے فارغ و خالی نہیں رہتیں۔ میں ایک عرصہ تک وہاں رہا بعدہٗ روانہ ہو کر پاک پٹن میں آیا اور زیارت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ سے مشرف ہوا آپ اس قدر باعظمت و ہیبت بزرگ ہیں کہ آپ کا حال اور درویشاں خانقاہ کا تذکرہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ذات حضرت شیخ شیوخ العالم کی ایک عجیب دریائے فیض ہے کہ آنے والا خواہ کیسا ہی بدبخت ہو خانقاہ مبارک سے محروم نہیں جاتا۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو بمجرد گفتن ان کلمات کے عشق غائبانہ حضرت شیخ شیوخ العالم قدس سرہ العزیز کا پیدا ہوا اور محبت شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کے دل پر مستولی ہوئی کہ ہر حالت میں بموافق شیوہ محب ذکر خیر حضرت شیخ شیوخ العالم رضی اللہ عنہ کا فرماتے تھے۔ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اپنی اوقات مبارک کو ذکر خیر شیخ شیوخ العالم قدس سرہ سے معمور رکھتے بدایوں سے بعد فراغت تحصیل علم جس کا حاصل کرنا وہاں ممکن تھا برائے حصول علم مزید دہلی تشریف لائے اور شمس الملک کی خدمت میں جو صدر ولایت دہلی تھے حاضر رہ کر مقامات حریری کے چالیس مقام پڑھے اور علم حدیث کی سند حاصل کی بعدہٗ بشوق ارادت شیخ فرید الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجودھن تشریف لے گئے اس وقت عمر مبارک آپ کی بیس سال کی تھی۔

نسخہ راحت القلوب جس میں حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملفوظات اپنے پیر کے جمع فرمائے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ بتاریخ ۵ ماہ رجب المرجب ۶۵۵ھ ہجری دعاگو بمقام اجودھن حاضر خدمت شیخ شیوخ العالم ہو کر شرف بیعت حضور سے مشرف ہوا۔

آپ نے بیحد نوازش فرمائی اور خرقہ و نعلین چوبیں دو کھڑاؤں مرحمت کیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ ولایت ہند کسی دوسرے شخص کو تفویض کرنے کا تھا مگر تم راستہ میں تھے کہ مجھ پر الہام ربانی ہوا کہ یہ نظام الدین کا حق ہے۔ جب وہ حاضر ہو اسے عنایت کرنا چاہیئے۔ میں یہ سن کر قدمبوس ہوا اور اس شوقِ ملازمت کا بیان کرنا چاہا جو مجھے واسطے حضوری کے حاصل تھا لا زبان نے یاری نہ دی اور دہشت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی غالب آئی آپ نے روشن ضمیری سے واسطے ہیبت کے فرمایا کہ یہ جائے دہشت و مقام خوف نہیں ہے۔

لِکُلِّ دَاخِلٍ دَھْشَۃٌ۔ واسطے ہر داخل ہونے والے کے دہشت ہے

اور نیز زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ!

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز حضرت سلطان المشائخ شرف بیعت حضرت شیخ شیوخ العالم قدس سرہ سے مشرف ہوئے آپ نے خدمت مرشد میں عرض کی کہ اگر حکم صادر ہو میں ترک تعلیم کر کے اوراد و نوافل میں مصروف ہوں۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کرتا یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو۔ امر غالب آپ ترک کرا دے گا۔ درویش کو کسی قدر علم ضرور ہونا چاہیئے۔ فرمان شیخ ہونے پر آپ خانقاہ میں مصروف یاد کردگار ہوئے اور طریقہ مجاہدہ و ریاضت کا اختیار کیا جیسا کہ ملفوظ مبارک راحت القلوب سے ظاہر ہے۔ آپ آٹھ ماہ خدمت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز میں حاضر رہے کہ شیخ شیوخ العالم قدس سرہ العزیز نے کمالیت آپ کی ملاحظہ کی اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرما کر دہلی روانہ کیا آپ دہلی تشریف لائے اور دہلی سے تین مرتبہ زمانہ حیات حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں برائے حصولِ زیارت جسمانی اجودھن کو تشریف لے گئے مگر وقت رحلت حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اجودھن میں تشریف فرما نہ تھے۔

منقول ہے کہ اوائل حال میں آپ کو اس قدر تنگی معاش تھی کہ باوجود اس قدر ارزانی

کہ ان دنوں ایک پیسہ میں دو آدمی دونوں وقت بخوبی شکم سیر ہوتے تھے آپ کو کئی کئی روز تک زحمتِ فاقہ کشی کھینچنی پڑتی تھی۔ سیر الاولیاء میں سید محمد مبارک علوی الکرمانی عرف المعروف بخاجہ امیر خورد تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے زبانی شیخ نصیر الدین محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سنا ہے فرماتے تھے کہ خود مجھ سے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ان دنوں جب میں دہلی میں متصل دروازہ مندہ رہتا تھا۔ دو دو تین تین روز گزر جاتے تھے کہ مجھے اور میرے متعلقان کو بالکل بوئے طعام نہ پہنچتی تھی میری والدہ کی عادت تھی کہ جس روز گھر میں غلہ نہ ہوتا مجھ سے فرماتیں کہ بابا نظام الدین امروز ما مہمان خدائیم مجھے ان الفاظ سے ایسی خوشی ہوتی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا اور فرطِ شوق انبساط سے بالکل پروائے طعام نہ رہتی تھی اتفاقاً ایک روز ایک شخص بطریق نذر ایک روپیہ کا غلہ والدہ کو دے گیا۔ اس وجہ سے متواتر کئی دن تک کھانا نصیب ہوا۔ میں تنگ آ گیا اور اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ وہ کونسا روز ہوگا کہ والدہ فرمائیں گی کہ:۔

"بابا نظام الدین امروز ما مہمان خدائیم"

آخرش وہ غلہ ختم ہو گیا اور والدہ نے مجھ سے بوقت افطار کہا کہ "بابا نظام الدین امروز ما مہمان خدائیم" مجھے استماع ان الفاظ سے ایک حالت طاری ہوئی جو بہت باراحت تھی۔ کہ اس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔

صاحب سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وقت تشریف آوری حضرت سلطان المشائخ بمقام غیاث پور خانقاہ مبارک میں خالی دسترخوان پھرایا جاتا تھا کہ ساکنان خانقاہ کو عدم موجودگی علوفہ معلوم ہو جائے۔

خود حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت سلطان معز الدین کیقباد نے شہر نو متصل غیاث پور آباد کیا خلق کا مجھ پر ہجوم ہوا اور آمد و رفت امراء و ملوک کی بکثرت ہوئی میرے دل میں آیا کہ اس جگہ سے چلا جانا مناسب ہے اسی اندیشہ میں تھا کہ اسی روز عصر کے وقت ایک جوان صاحب جمال بنہایت نحیف البدن آیا اور مجھے دیکھتے ہی یہ مثنوی پڑھی ؎

آں روز کہ مرشدی نہ دانستے — کانگشت نمائے عالمی خواہی شد
امروز کہ ز لطف دل خلقے بربود — در گوشہ نشستنت نمی دارد سود

اس کے بعد یہ کہا کہ آدمی کو اول مشہور نہ ہونا چاہیئے اور جس وقت مشہور ہوا پھر اس کو گمنام ہونے کا خیال نہ کرنا چاہیئے ورنہ فردائے قیامت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرمندہ ہوگا۔ اس کے بعد کہا کہ کس قدر پست ہمتی اور کم حوصلگی ہے کہ خلق سے گوشہ گیر ہو کر حق سے مشغول ہوں بلکہ مردوں کا یہ کام ہے کہ باوجود کثرت آمد و رفت خلائق حق سے مشغول رہیں جب وہ خاموش ہوا۔ کس قدر کھانا جو موجود تھا ان کے روبرو رکھا لا انھوں نے نہیں کھایا۔ میں نے اسی وقت نیت کی کہ یہیں رہوں گا۔ جس وقت میں نے یہ نیت کی انھوں نے ہاتھ کھانے میں ڈالا۔ اور کسی قدر تناول فرمایا اور پانی پی کر چلے گئے۔ بعد اس واقعہ کے میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا جب حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت درست فرمائی سا اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول تام عنایت فرمایا خاص و عام بجانب حضرت کے رجوع لائے اور دروازے فتوح کے حضرت پر مفتوح ہو گئے کہ ایک عالم نے اس سے فائدہ اٹھایا حضرت باوجود اس شوکت عظمت کے ریاضات اور مجاہدات میں مشغول رہتے تھے کہتے ہیں کہ آخر عمر میں جب سن شریف اسی برس سے تجاوز کر گیا تھا آپ نے بدرجۂ غایت مجاہدہ اختیار کیا ہر روز روزہ رکھتے اور وقت افطار بہت ہی تھوڑا کھاتے سحری اکثر تناول نہ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اہل خانقاہ نے عرض کیا کہ مخدوم وقت افطار بہت کم کھانا کھاتے ہیں بعدہٗ سحری بھی تناول نہیں فرماتے ہیں اس سبب سے آپ کی قوت بہت کم ہو جائے گی آپ یہ سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ بہت سے درویش و مساکین مساجد اور دوکانوں کے گوشوں میں بھوکے پیاسے فاقہ زدہ پڑے ہوئے ہیں وہ بھوکے رہیں اور میں پیٹ بھر کر کھاؤں اس حالت کی یاد آوری سے کھانا میرے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ ایسی ہی باتیں فرما کر زار زار رونے لگتے۔ گریہ موقوف نہ ہونے پر لوگ دسترخوان سامنے سے بڑھا لیتے۔

اور خود حضرت سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ بہنگام سفر تنہا کشتی میں ہمراہ شیخ شیوخ العالم

رضی اللہ عنہ کے سوار تھا۔ شیخ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دہلی میں مجاہدہ اختیار کرنا بیکار رہنا اچھا نہیں ہے روزہ ہمیشہ رکھنا کہ روزہ نصف راہ دین ہے اور دیگر اعمال نصف راہ دیگر اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ نظام الدین میں نے تیرے واسطے خدا سے چاہا ہے کہ جو کچھ تو طلب کرے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے کرم سے تجھے عطا فرمائے۔

منقول ہے کہ آپ رات کو حجرۂ خاص کا دروازہ اندر سے بند فرما لیتے اور تمام شب راز و نیاز میں مصروف رہتے صبح کے وقت دروازہ کھولتے بوجہ شب بیداری چشمہائے مبارک سرخ رہتی تھیں۔ جس کی نظر آپ کے جمال مبارک پر پڑتی وہ تصور کرتا کہ ایک مست طافح (مخمور) ہیں امیر خسرو علیہ الرحمۃ اسی ضمن میں کیا خوب فرماتے ہیں ؎

تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

نقل ہے کہ پروانہ رہائی کسی شخص کا گم ہو گیا تھا اسے بہت تشویش تھی۔ خدمت شریف میں برائے طلب دعائے خیر حاضر ہوا آپ کا وقت خوش تھا فرمایا کہ "حلوا بروح پاک گنجشکر بدہ" وہ حسن اعتقاد سے روپیہ لے کر حلوائی کی دوکان پر گیا اور حلوا مول لیا۔ حلوا بنانے والے نے حسب قاعدہ کاغذ میں لپیٹ کر شئے مطلوبہ دی اس نے جب کاغذ کو دیکھا وہی پروانہ رستگاری تھا۔

منقول ہے کہ آپ نے رحلت سے چالیس روز پیشتر کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا اور وقت غلبہ بیماری جب آپ بیہوش ہو جاتے اور پھر جب ہوش میں آتے ارشاد فرماتے کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے یا نہیں اگر کہا جاتا کہ آپ ادا فرما چکے ہیں۔ ارشاد فرماتے کہ ایک مرتبہ اور پڑھ لوں پس مکرر سہ کرر نماز ادا فرماتے اور اکثر ورد زبان تھا ؎

میرویم میرویم و میرویم

جس وقت حضرت کا وقت ارتحال قریب آیا آپ نے اقبال خادم خانقاہ کو طلب فرما کر اس سے ارشاد کیا کہ خانقاہ میں کسی چیز کو نہ رکھو ورنہ روز حشر مجھ سے حساب لیا جائے گا۔ اقبال خادم اسی وقت گیا اور تمام اسباب لٹا دیا الا لنگر میں کسی قدر غلہ بوجہ علوفۂ درویشاں

براۓ چند روز تھا باقی رکھا اس حال کے دریافت ہونے پر آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ غلہ کس واسطے رکھ چھوڑا ہے ابھی تقسیم ہو اور انبار خانوں کی پورے طور سے صفائی کی جائے۔ اقبال نے حسب الحکم اسی وقت انبار خانوں کے دروازے کھول دیے درویش و فقرا ایک ساعت میں جمع ہو گئے اور تمام غلہ لوٹ کر چلے گئے۔ انبار خانوں میں جھاڑو دی گئی ایک صاع بھی غلہ باقی نہ رکھا اس کے بعد خادمان خانقاہ اور متوسلان حضرت نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی عمر اس شان و شوکت سے گزاری کہ بادشاہان عصر کو آپ کی عظمت دیکھ کر رشک و حسد ہوتا تھا آپ کے سامنے ہم لوگوں کو کسی سے ملتجی ہونے کی ضرورت نہ تھی بعد مخدوم کے ہمارا کیا حال ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ میرے طریقہ پر قائم رہو گے میری خانقاہ میں تم کو اس قدر حاصل ہوگا کہ تمہارے اخراجات اس سے بخوبی چلتے رہیں۔

قصہ مختصر حالات خوارق عادات حضرت سلطان المشائخ نور اللہ مرقدہ کے اس قدر ہیں کہ اس مختصر مضمون میں درج نہیں ہو سکتے اگر ایک شمہ اس کا بیان ہو یہ فصل بجائے خود ایک ضخیم کتاب ہو جائے۔ طالب صادق کو چاہیے کہ رجوع بطرف سیر (تاریخ) کے کرے سیر الاولیا حضرت کے حالات و ارشادات میں جامع و مستند کتاب ہے۔ اس نیاز مند داعی الخیر غلام احمد مترجم مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت رضی اللہ عنہم کا ارادہ ہے (ارادۃ اللہ الغالب) ہے کہ ترجمہ ان فوائد سے ہمارے فارغ ہو کر سعادت ترجمہ کتاب مذکور حاصل کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وفات شریف آپ کی بعد طلوع آفتاب بروز چہار شنبہ ہژدہم ماہ ربیع الثانی ۷۲۵ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی مزار مبارک آپ کا مرجع حاجات خلائق زیارت گاہ خاص و عام دہلی سے تین کوس کے فاصلہ پر سمت دکن ہے

کسی نے یہ قطعہ تاریخ آپ کی وفات کا خوب موزوں کیا ہے اللہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ قطعہ

نظام دو گیتی شہ ما و طین — سراج دو عالم شدہ بالیقین

چو تاریخ فوتش بجستم زغیب — ندا داد ہاتف شہنشاہ دین

۷۲۵

آغاز ترجمہ کتاب فوائد الفواد

فصل دوم:-

خاکسار غلام احمد خاں بریاں مترجم فوائد ہذا قبل از شروع ترجمہ عرض کرتا ہے کہ اصل کتاب میں دیباچہ اول سے پیشتر جو خطبہ کتاب تحریر ہے وہ حضرت سلطان المشائخ طاب اللہ ثراہ کی خاص قلم سے منسوب کیا جاتا ہے اور عبارت سے بھی یہی ہویدا ہے۔ اس لیے طریقہ ادب سے یہ مناسب معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کی چکیدہ قلم خطبہ کو از روئے تبرک اپنی اصلی حالت پر ہی رہنے دیا جائے۔ نیز یہ خطبہ دقیق بھی نہیں ہے اور بیشتر اس میں اسماء حضرات خواجگان چشت طاب اللہ ثراہم و جعل حظیرۃ القدس مثواہم ہیں۔ جس کی فہمید سے افہام ناظرین قاصر نہیں۔ وہو ہذا۔

الحمد للہ الذی سبح التسبیح بلسان حالہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد وآلہ

امابعد میگوید اضعف العباد محمد احمد بداؤنی نظام جعل اللہ تعالیٰ الجنۃ کہ چوں عنایت ما بقراں بیچارہ وارد حضرت بارقت شیخ شیوخ العالم قطب الوریٰ علامۃ الندیٰ بدر الشریعۃ شمس الحقیقۃ فرید الحق والدین طیب اللہ ثراہ وجعل حظیرۃ القدس مثواہ برسانید وازروئے بندہ نوازی ایں بندہ را بنظر اختصاص محفوظ گردانید و بخرقۂ ارادت مشرف کرد واو از خدمت ملک المشائخ سلطان الطریقہ برہان الحقیقہ ابو المکارم خواجہ قطب الملۃ والدین بختیار اوشی یافتہ واو از خدمت سید العارفین سید العابدین خواجہ معین الملۃ والدین حسن سجزی یافت واز خدمت مجمع الحق علی الخلق خواجہ عثمان ہارونی یافت واواز خدمت سید الخلق عدیم المثل خواجہ حاجی شریف زندنی یافت واواز خدمت خواجہ مودود چشتی یافت واواز خدمت ملجاء العباد خواجہ محمد چشتی یافت واواز عمدۃ الابرار قدوۃ الاخیار خواجہ ابو احمد چشتی یافت واواز خدمت تاج الاولیاء سراج الاصفیا خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی یافت واواز خدمت شمس الفقرا بدر الکبرا خواجہ مشاد علو دینوری یافت واواز خدمت اکرم اہل الایمان واقرب البر والاحسان خواجہ ہبیرہ بصری یافت واواز خدمت تاج الصلحا منہاج الاتقیا خواجہ حذیفہ مرعشی یافت واواز خدمت سلطان التارکین برہان العارفین باذل المملکۃ والسلطنۃ خواجہ ابراہیم ادہم یافت واواز خدمت قطب الفضائل خواجہ فضیل بن عیاض یافت واواز حضرت قطب المشائخ المعظم خواجہ عبد الواحد زید یافت واواز خدمت رئیس التابعین خواجہ حسن بصری یافت واواز خدمت افضل الوقت اعلم العصر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ یافت واواز خدمت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یافت

اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ بَرَکَاتِھِمْ اِلٰی کَافَّۃِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ

دیباچہ اول

یہ خزانہ غیب کے جواہر اور یہ بلاشک وشبہ چمکدار موتی جو خزانۃ المتقین حضرت خواجہ واسئین لقب یافتہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ملک الفقرا والمساکین نظام الحق والشرع والمعنی والدین متع اللہ المسلمین بطول بقائہ آمین۔ جمع کیے جاتے ہیں جو کہ حضرت بابرکت کی زبان فیض ترجمان سے سُنے تھے راقم نے حتی الوسع خود ہی لفظ مبارک ہی کو تحریر کیا ہے یا اس کے معانی بقدر فہم خاکسار لکھے گئے ہیں۔ اور ان سے فائدہ حاصل کیا گیا ہے۔
اور نام اس مجموعہ کا فوائد الفواد رکھا گیا واللہ المستعان والیہ التکلان۔

پہلی مجلس

روز یکشنبہ تیسری ماہ شعبان ۶۵۶ھ

بندہ گنہگار امیدوار رحمت پروردگار حسن علاء سجزی کو جو اس مجموعہ شریف کا بانی و جامع ہے دولت قدم بوسی حضرت ملکوتی صفت کی حاصل ہوئی ہے آپ نے نہایت نوازش و رحمت اس خاکسار کے حال پر فرمائی اور کلاہ چہار ترکی عنایت فرما کر اسی روز فرض نمازیں و چاشت اور چھ رکعات نماز اوابین بعد مغرب کے پڑھنے اور ایام بیض کے روزے رکھنے کے لیے حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ متقی اور تائب برابر ہیں متقی وہ ہے جس نے اپنی عمر میں کبھی گناہ نہیں کیا اور کوئی معصیت اس سے سرزد نہیں ہوئی اور تائب وہ ہے جس سے گناہ سرزد ہوئے اور اس نے توبہ کی۔

اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ دونوں برابر ہیں بحکم حدیث شریف

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ۔ یعنی شامل گناہوں سے توبہ کرنے والے کی ایسی ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

اور یہ بات بھی اسی محل میں ارشاد فرمائی کہ جس نے گناہ کیا اور گناہ سے لذت حاصل کی ہر صورت میں جب تائب ہو کر نیک عمل کرے گا طاعت سے بھی اس کو ذوق حاصل ہوگا۔ لیکن ہے کہ ایک ذرہ اس راحت کا جو اس کو اس طاعت میں حاصل ہو گئی ہوں کے تمام کھلیانوں کو جلا ڈالے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا اللہ والوں نے ہمیشہ اپنی ذات کو پوشیدہ رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کمال کو ظاہر فرمایا ہے یہ بیان فرما کر ارشاد فرمانے لگے کہ خواجہ ابوالحسن نوری نور اللہ مرقدہ مناجات میں فرمایا کرتے تھے کہ یا الٰہی تو اپنے شہروں میں مجھے اپنے بندوں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھ۔ ہاتف غیب نے انہیں آواز دی کہ اے ابوالحسن حق کو کوئی شے نہیں چھپا سکتی اور حق کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور یہ حکایت بھی اسی سلسلہ میں ارشاد فرمائی کہ خطہ ناگور میں ایک بزرگ خواجہ حمید الدین سوالی رہتے تھے ان سے سوال کیا گیا کہ بعض مشائخ جب

رحلت فرما جاتے ہیں ان کے مرنے کے بعد کوئی شخص اُن کا نام نہیں لیتا اور بعض جب انتقال کرتے ہیں ان کی کرامت کا آوازہ اقصائے عالم میں چاروں طرف پہنچ جاتا ہے۔ اس فرق کا کیا سبب ہے۔ مولانا حمید الدین سوالی نے جواب دیا کہ جس شخص نے زندگی میں اپنی ذات کو مشتہر کرنے کے لیے کوشش کی ہے اس کے مرنے کے بعد یہی وجہ اس کی گمنامی کا باعث ہوتی ہے اور جس نے زندگی میں گمنامی اور حال چھپانے کی کوشش کی ہے بعد اس کی وفات کے اُس کے نام اور کرامت کی شہرت چار دانگ عالم میں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد گفتگو مشائخ کبار اور ان کی ترقی درجات ابدالوں کے مراتب کے بارے میں ہوئی آپ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک شخص نے خانقاہ مبارک حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں داخل ہوتے وقت دیکھا کہ دروازہ خانقاہ پر ایک شخص دست و پا شکستہ پڑا ہوا ہے جب یہ خدمت شیخ میں پہنچا اس دست و پا شکستہ کی بابت بھی دریافت کیا اور اس کا حال بیان کر کے دعا کے واسطے درخواست کی شیخ نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ اس نے بے ادبی کی ہے اس آنے والے نے دریافت کیا کہ اس دست و پا شکستہ سے کیا بے ادبی ہوئی انہوں نے جواب دیا کہ یہ شخص منجملہ چالیس ابدالوں کے ایک ابدال ہے۔ کل اپنے اور دو یاروں کے ساتھ ہوا میں اُڑتے ہوئے اس خانقاہ کے اوپر آئے ایک نے ازراہ ادب داہنی جانب کنارہ کیا اور خانقاہ کو اپنی داہنی جانب چھوڑ کر اُڑتا چلا گیا۔ دوسرے نے بھی اس کی تقلید کی اور بائیں جانب سے چلا گیا اس شخص نے بے ادبی سے سیدھا جانا چاہا جب ہوا میں اس خانقاہ کے مقابل آیا گر پڑا کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اور یہ حکایت بھی اُسی محل میں ارشاد فرمائی۔ آداب مشائخ اور ان کے استفسار کے جواب کا ذکر کیا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک شب جس کی صبح کو عید تھی اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کی خدمت میں چار شخص مردان غیب سے حاضر تھے آپ نے ان میں سے ایک شخص کی جانب مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم صبح نماز عید کہاں پڑھو گے اس نے جواب دیا کہ مکہ معظمہ میں پڑھوں گا دوسرے سے یہی سوال کیا اس نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ میں اس کے بعد تیسرے سے دریافت کیا اُس نے جواب دیا کہ بیت المقدس میں اس کے بعد چوتھے سے دریافت کیا تم نماز عید کہاں پڑھو گے اس نے عرض کی کہ یہیں بغداد میں حضرت کے ساتھ۔ آپ اس کے اس

حسن ادب و جواب سے نہایت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا اَزِيْدُهُمْ وَاعْلِمُوْا فَضْلَهُمْ
اس کے بعد گفتگو تزکیۂ نفس کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں کمال چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے یعنی کم بولنا کم کھانا۔ کم سونا اور آدمیوں سے کم صحبت رکھنی۔
اس کے بعد گفتگو دوبارہ جدو جہد اجتہاد ہوئی۔ میں نے یہ دو بیتیں آپ کی زبان گوہر افشاں سے سنیں۔ قطعہ

گرچہ ایزد دہد ہدایت دین ۔۔۔ بندہ را اجتہاد باید کرد
نامۂ کاں بحشر خواہی خواند ۔۔۔ ہم ازیں جا سواد باید کرد

دوسری مجلس

روز آدینہ ہشتم ماہ شعبان سنہ مذکور

بعد نماز ظہر دولت قدم بوسی حاصل ہوئی فرمایا میرا ایک غلام ایبک تھا اس کو بطور شکرانۂ ارادت اپنے ہمراہ لاکر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر کے روبرو آزاد کیا آپ نے دعائے خیر ارزانی فرمائی اسی وقت غلام مذکور نے سراپا مخدوم عالم و عالمیان کے قدموں میں رکھا اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اور اسی محل میں حضرت خواجہ ادام اللہ برکاتہٗ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس راستہ میں خواجگی و غلامی بالکل نہیں ہے جو شخص عالم محبت میں درست آیا کام اس کا بن گیا اور اسی ضمن میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ غزنی میں ایک بزرگ تھے ان کا ایک غلام زیرک نامی صاحب صدق صلاحیت تھا۔ جب اس بزرگوار کے انتقال کا وقت قریب آیا مریدوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ آپ کی جگہ سجادہ پر کس کو بٹھائیں۔ انھوں نے زیرک کے واسطے ارشاد فرمایا اس بزرگ کے چار لڑکے صاحب اختیار و چالاک تھے یہ حال دیکھ کر زیرک نے عرض کیا اے خواجہ مجھے آپ کے صاحبزادے آپ کی جگہ پر بیٹھنے نہیں دیں گے اور ہر آئینہ مجھ سے خصومت کریں گے۔ پیر نے کہا کہ تجھے اس امر کا خوف نہ کرنا چاہیئے تو مطمئن رہ۔ اگر وہ تجھ سے نزاع اور فساد کریں گے۔ میں ان کا شر تجھ سے دفع کروں گا۔ الغرض جب ان کا انتقال ہوا

زیرک ان کی جگہ سجادہ پر بیٹھا۔ خواجہ کے لڑکوں نے دشمنی شروع کی اور کہنے لگے کہ تیری یہ مجال کیوں کر ہو سکتی ہے کہ تو ہمارے باپ کی جگہ پر بیٹھے جب ان کی سرکشی حد سے زیادہ ہو گئی زیرک نے اپنے پیر کے مزار کی جانب رجوع کی اور عرض کیا کہ اے خواجہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میرے لڑکے تجھ سے مزاحمت کریں گے۔ میں ان کے شر کو تجھ سے دفع کروں گا اب وہ میری ایذا کے درپے ہو گئے ہیں وعدے کے وفا کرنے کا وقت آگیا ہے یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس آگیا۔ ان ہی دنوں میں کافروں نے نواح غزنی پر چڑھائی کی۔ ہر قریہ و شہر سے خلقت جنگ کے لیے جمع ہوئی اس بزرگ کے چاروں لڑکے بھی جنگ میں شامل ہوئے اور شہید ہو گئے اور مقام خلافت شیخ کا بے مزاحمت زیرک کے واسطے خالی ہو گیا۔ غلام ایبک مذکور کو آپ نے بعد ارادت ملانے کے دو رکعت نماز ہمیشہ پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا اور اس کی یہ نیت تلقین فرمائی۔ دَعًا عَتقًا یسوی اللہ

تیسری مجلس

بروز جمعہ پندرھویں ماہ مبارک شعبان عمت برکاتہ سنہ مذکور

بعد نماز کے دولت قدم بوسی حاصل ہوئی ایک گودڑی پوش فقیر آکر بیٹھا اور چلا گیا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اس حال سے بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت کم لوگ آنے پاتے تھے البتہ خدمت شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً میں ہر قسم کے درویش وغیرہ اور عوام حاضر ہو سکتے تھے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ عوام میں خاص بھی ہوتے ہیں۔

اور اسی بارے میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا کثیر السیاحت تھے۔ ہنگام سفر ایک مرتبہ ایسی جماعت پر گزرے جو دلق پوش تھے۔ آپ ان میں بیٹھ گئے۔ اس مجلس سے ایک نور مرتفع تھا۔ آپ کو خیال آیا کہ یہ نور کہاں سے پیدا ہوتا ہے جب نیک نگاہ کی ان آدمیوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نور اس سے ساطع تھا۔ آپ اس کے نزدیک گئے اور اس سے کہا کہ تم ایسی جماعت دلق پوشوں میں کیوں شامل ہو اس نے جواب دیا کہ اے ذکریا میں اس وجہ سے شریک ہوں کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ عوام میں بھی خاص ہوتے ہیں۔

چوتھی مجلس

بروز جمعہ ۲۴ ماہ شعبان واست حرمت سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ چھ رکعت نماز بین العشائین جس کے لیے تم کو کہا گیا ہے پڑھتے ہو یا نہیں میں نے عرض کی کہ بصدق خواجہ پڑھتا ہوں اس کے بعد روزۂ ایام بیض کی بابت دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ روزۂ ایام بیض بھی رکھتا ہوں اس کے بعد نماز چاشت کے متعلق پوچھا میں نے عرض کیا کہ یہ بھی ادا کرتا ہوں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ سعادت بھی پڑھا کرو میں نے سر تسلیم خم کیا اور یہ سعادت دوسری سعادتوں کے ساتھ پیوست ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

پانچویں مجلس

روز جمعہ ۱۳ ماہ مبارک رمضان عمت برکاتہ سنہ مذکور

قبل از نماز دولت قدم بوسی حاصل ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبل از وقت معہود تشریف لانے کا کیا باعث ہے میں نے عرض کی کہ نماز تراویح باقتدا مولانا ظہیر الدین حافظ پڑھا کرتا ہوں وہ ہر روز تین پارے سناتے ہیں۔ بندہ یہ چاہتا ہے کہ دس روز متصل ہے تا مسلسل ان کے پیچھے نماز ادا کروں تاکہ ثواب ختم قرآن حاصل ہو اگر ارشاد ہو بعد نماز جمعہ کے چلا جاؤں کہ ہمیشہ نماز تراویح میں مصروف ہوں سو آپ نے از راہ نوازش ارشاد فرمایا کہ بہت مبارک ہے۔

بعد اس کے یہ حکایت اسی معنی کے مناسب ارشاد فرمائی کہ ایک شب حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز نے اپنے دوستوں سے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ آج کی رات دو رکعت میں تمام کرے اور ایک رکعت میں کامل قرآن شریف پڑھ جائے۔ حاضرین میں سے کسی ایک نے بھی اس امر کی کفالت نہ کی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا خود کھڑے ہو گئے۔ اور رکعت اول میں تمام قرآن شریف ختم کیا بلکہ چار سپارے اور زیادہ پڑھے اور رکعت دوم میں سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ شریف پڑھی اور نماز تمام کی۔

اور اسی سلسلہ میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا۔ نماز سے حاصل ہوا۔ میں نے مشائخ زاہدوں کے جملہ اوراد کا ورد کیا مگر ختم مجھ سے نہ ہو سکا اور یہ معاملہ اس طرح تھا کہ مجھ سے کہا گیا کہ فلاں بزرگ طلوع صبح صادق سے آفتاب نکلنے تک قرآن شریف ختم فرماتے ہیں۔ میں نے ہر چند چاہا کہ میں بھی ایسا کروں مگر مجھ سے نہ ہو سکا اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ قاضی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طواف کعبہ کر رہا تھا میرے آگے ایک اور بزرگ بھی مصروف طواف تھے میں نے ان کی متابعت اختیار کی اور جس جگہ وہ قدم رکھتے تھے۔ اسی جگہ قدم رکھنا شروع کیا وہ روشن ضمیر تھے اس امر سے مطلع ہوئے اور فرمانے لگے کہ متابعت ظاہری کیا کرتے ہو۔ اس امر کی متابعت کرو جس کو میں کرتا ہوں۔ قاضی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ حضرت وہ متابعت کیا ہے فرمانے لگے کہ میں ہر روز سات سو قرآن شریف ختم کرتا ہوں۔ قاضی حمید الدین یہ سن کر بہت متعجب ہوئے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ معانی قرآن بطور وہم خیال کرتے ہوں گے۔ جب حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس حکایت کو تمام کیا میاں اعز الدین علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے کہ حضرت کے خاص مریدوں میں سے ہیں سوال کیا کہ حضرت یہ کرامت ان کی ہوگی۔ ورنہ یہ امر طاقت بشری سے باہر ہے خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ ان کی کرامت تھی اور ہر معاملہ جو عقل میں آجائے نام اس کا اور ہی ہوتا ہے۔ اور جس معاملہ میں عقل قاصر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

اس کے بعد گفتگو طاعت مشائخ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا متابعت نماز حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ میں نے ہر نماز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی تھی پڑھی ایک وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز معکوس بھی پڑھی ہے۔ میں نے رسی اپنے پاؤں میں باندھی اور کنوئیں میں لٹک کر نماز معکوس ادا کی۔ جب آپ نے یہ حکایت تمام فرمائی مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ جو شخص مقامات اعلیٰ پر پہنچا حسن عمل سے پہنچا اگرچہ فیض ایزدی سب پر شامل ہے۔ لیکن جد و جہد کرنا چاہیئے۔

چھٹی مجلس

روز جمعہ ۵ ماہ شوال سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو ترک و تجرید کے بارے میں ہو رہی تھی اسی اثنا میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک درویش بنہایت فقر مسکنت یعنی تنگی میں مبتلا تھا۔ اکثر بھوکا رہنے سے اس کا پیٹ کمر سے جا لگا تھا وہ چلا جا رہا تھا کہ راستہ میں خواجہ محمود شہرہ سے جو میرے دوست ہیں ملاقات ہوئی انھوں نے ایک دانگ (نام ایک تانبہ کے سکہ کا) اس کو دینا چاہا اس نے جواب دیا کہ اے خواجہ میں نے آج کشکل پیٹ بھر کر کھائی ہے اور روزی کی جانب سے آج کے لیے استغنا حاصل کر لیا ہے مجھے آج اس ٹکے کی حاجت نہیں معاف فرمایئے یہ بیان فرما کر حضرت ذکر اللہ بالخیر اس کی اس سچائی پر تعجب کرنے لگے اور ارشاد فرمایا نہ ہے قناعت و قوت صبر اور اسی موقع پر یہ حکایت قناعت اور ما سوائے اللہ سے طمع قطع کرنے کے بارے میں ارشاد فرمائی کہ ایک بزرگ تھے نام ان کا شیخ علی تھا۔ ایک روز پاؤں لمبے کیے ہوئے اور خرقہ اس پر ڈال کر خرقہ میں بخیہ لگا رہے تھے اسی حالت میں ان سے کہا گیا کہ خلیفہ آتا ہے وہ اسی طرح پیر پسارے ہوئے خرقہ سیتے رہے مطلق اپنی حالت میں فرق نہیں کیا خلیفہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا آپ نے جواب سلام دیا ایک حاجب نے جو خلیفہ کے ہمراہ آیا تھا کہا کہ اے شیخ اپنے پیر سمیٹ لیجئے آپ نے اس کو جواب نہ دیا اور نہ اس کے سوال پر توجہ کی حاجب نے دو تین مرتبہ پھر آپ سے پیر سمیٹنے کے لیے کہا البتہ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا آپ نے ایک ہاتھ سے خلیفہ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ سے اس حاجب کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سکوڑ لیے ہیں روا ہے کہ اپنے دونوں پیر پھیلا دوں یعنی مجھے نہ آپ سے کچھ خواہش ہے اور نہ آئندہ آپ سے کچھ طمع رکھتا ہوں اور نہ کچھ لینا چاہتا ہوں روا ہے اگر پاؤں پھیلا دوں۔

اس کے بعد گفتگو اصل سلوک کے بارے میں ہوئی کہ نچوڑ اس امر کا کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ارادت لایا خواجہ کے فرمان کا منتظر تھا کہ آپ اس کو نماز روزہ اور اوراد کے متعلق کیا ارشاد فرماتے

ہیں خواجہ نے اس کو یہ تلقین فرمایا کہ جو شے تم اپنے لیے روا نہ رکھو دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرو جو اپنے لیے چاہو وہی دوسرے کے واسطے بھی چاہو الغرض وہ مرید یہ سن کر چلا گیا اور بعد مدت کے واپس آیا اور عرض کی کہ جس روز سے آپ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوا ہوں اس روز سے اس امر کا منتظر ہوں کہ آپ مجھے نماز روزہ و اوراد کے متعلق کیا تلقین فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس روز تم مرید ہوئے تھے اس روز تم کو کیا سبق دیا گیا تھا وہ شخص حیران ہوا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ متبسم ہوئے اور کہا کہ میں نے اس روز تم کو یہ سبق دیا تھا کہ جو چیز اپنے لیے پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو تم نے وہ بات یاد نہ رکھی جب ایک سبق بھی یاد نہ ہوا تو آگے اور کیوں کر دیا جائے اس حکایت کے اتمام کے بعد آپ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک بزرگ تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نماز، روزہ اور اوراد و وظائف و جملہ حوائج یعنی ضروریات دیگ میں اصل دیگ میں گوشت ہونا چاہیئے جب گوشت ہی نہ ہوگا۔ ان مصالحوں سے کیا ہو سکتا ہے کسی نے ان سے اس امر کی تشریح چاہی فرمانے لگے کہ گوشت ترک دنیا ہے اور نماز و روزہ و اوراد و وظائف مصالحہ جات ہیں مرد کو لازم ہے کہ اول ترک دنیا کرے اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھے اور پھر نماز پڑھے روزہ رکھے اور دیگر وظائف میں مشغول ہو تو کچھ ڈر نہیں لیکن اس حالت میں کہ محبت دنیا اس کے دل میں بھری ہوئی ہے اور عبادات و اوراد سے اس کو کچھ حاصل نہ ہوگا اس کے بعد حضرت ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اگر گھی، لونگ، لہسن، پیاز دیگ میں ڈالیں اور بگھاریں اور پانی ڈال کر شوربا کریں اُسے شوربائے زردہ مزدہ کہتے ہیں یعنی جھوٹا شوربا۔ اصل شوربا وہی ہے جس کی اصل گوشت سے ہو خواہ اس میں مصالحہ جات ڈالے جائیں یا نہ ڈالے جائیں۔

اس کے بعد ترک دنیا کی تحقیق میں تذکرہ ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ترک دنیا کے یہ معنی نہیں کہ ننگا ہو کر لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ رہے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس پہنے، کھانا کھائے اور جو فتوحات سے حاصل ہوں لیتا دیتا رہے جمع نہ کرے اور اپنی طبیعت کو کسی شے کی جانب متعلق نہ کرے۔ فقط۔

ساتویں مجلس

روز جمعہ ۱۹ ماہ شوال سنہ مذکور

بعد نماز دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو آداب تصوف، ارشادات مشائخ اور ان کی اصلاحات کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ جمال الدین بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے شیخ الاسلام تھے مراسم اہل صفہ اور ان کے آداب سے کما حقہ واقف۔ ایک مرتبہ ان کے روبرو ایسا کوزہ لایا گیا جس میں پکڑنے کی چار جگہ تھیں ایک بزرگ نے جو اسی مجلس میں حاضر تھے ذکر کیا کہ اس طرح کے کوزہ کو کوزہ لقمانی کہتے ہیں۔ شیخ جمال الدین بسطامی رہ نے یہ سن کر کہا کہ اس کی وجہ تسمیہ بتلائیے وہ بزرگ یہ سن کر ساکت ہو گئے کہ ان کو وجہ اس کی معلوم نہ تھی ان کے خاموش ہو جانے پر شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت بیان فرمانی شروع کی کہ ایک بزرگ شیخ لقمان سرخی نامی تھے رحمۃ اللہ علیہ مناقب ان کے بہت ہیں۔ چنانچہ نقل ہے کہ واللہ اعلم ایک روز ان سے نماز جمعہ فوت ہو گئی یا اور کسی شرعی امر کا ترک ہوا۔ شہر کے علماء نے ان پر احتساب کرنا چاہا اور مکان سے اس نیت سے روانہ ہوئے شیخ لقمان سرخی رہ کے مریدوں نے یہ حال معلوم کر کے آپ سے عرض کی کہ علمائے شہر بہ نیت احتساب آپ کی جانب آ رہے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کہ سوار آتے ہیں یا پیادہ عرض کی کہ سوار آ رہے ہیں گفتگو کے وقت شیخ دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے دیوار سے کہا کہ ہاں خدا کے حکم سے تو بھی چل دیوار فی الفور چلنے لگی الغرض آمدیم بر سر حکایت شیخ لقمان نے ایک وقت اپنے مرید سے کوزہ طلب کیا، وہ ایسے کوزہ میں پانی لایا جس میں کوئی جگہ گرفت کی نہ تھی آپ نے فرمایا کہ ایسے کوزہ میں لاؤ جو پکڑنے کی جگہ رکھتا ہو۔ مرید نے جا کر کوزہ میں ایک آنکڑا بنایا جس سے وہ گرفت میں آ جائے اور اسے پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لایا۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ آنکڑا تو تم پکڑے ہوئے ہو میں کس جگہ سے پکڑوں؟ مرید پھر واپس لے گیا اور دو کڑے بنائے اور دونوں ہاتھوں سے دونوں کڑے پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں کوزہ لایا۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ دونوں کڑے تم پکڑے ہوئے ہو میں کونسا کڑا پکڑوں۔ مرید پھر واپس لے گیا اور ایک کڑا اور بنایا اور آپ کی خدمت میں لایا۔ مگر رخ اس کڑے کا اپنی

طرف کر لیا اور اس کے سامنے کی جگہ خالی تھی۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ چار کڑے والا بناؤ کہ تم دو کڑے کسی طرف کے پکڑو اور کوئی سا رخ اپنے سینے کی جانب رکھو پھر بھی ایک کڑا سامنے پکڑنے کے واسطے خالی رہے گا۔ چنانچہ مرید نے اس کوزے کے چار گوشے پکڑنے کے لیے بنائے اس وجہ سے اس کوزہ کا نام کوزہ لقمانی ہوا۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

آٹھویں مجلس

روز آدینہ ۲۶ ماہ شوال سنہ [illegible] ھ

بعد نماز سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو نماز کے متعلق ہو رہی تھی۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے دربارِ حضورِ امام و مقتدیان ارشاد فرمایا کہ اول حضور نماز میں یہ ہے کہ نمازی جو پڑھ رہا ہے اس کے معنی سمجھتا جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حسن افغان نام صاحب ولایت اور صاحب ذوق و شوق تھا کہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین فرماتے تھے کہ اگر کل یعنی بروز قیامت مجھ سے سوال کریں کہ تم ہمارے واسطے کیا تحفہ لائے ہو میں حسن افغان کو پیش کروں گا۔ الغرض یہ حسن افغان ایک روز راستہ میں چلے جاتے تھے کہ وقت نماز ہوا موذن نے اذان دی خلق اذان نماز سن کر جمع ہوئی حسن افغان بھی جمع ہوئے امام آیا اقامت پڑھی گئی اور نماز میں مصروف ہوئے جب نماز ہو چکی ہر شخص اپنے مقام کو چلا گیا حسن افغان امام کے پاس گئے اور آہستہ اس سے کہا کہ اے خواجہ تم نے نماز شروع کی میں تمہاری طرف متوجہ ہوا تم یہاں سے دہلی گئے اور غلام خریدے اور ان کو لے کر خراسان گئے اور وہاں سے پھر ملتان آئے میں تمہارے پیچھے بہت حیران ہوتا پھرا آخر یہ کیسی نماز ہے۔

اس کے بعد پھر ان کی بندگی میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ وہ کسی گاؤں میں گئے جہاں مسجد تعمیر کی جا رہی تھی آپ نے ملاحظہ کر کے فرمایا کہ قبلہ اس طرف ہے خراب درست کر دو ایک دانشمند اس جگہ حاضر تھا اس نے تکرار کی کہ قبلہ بطرف دیگر ہے الغرض ما بین حسن افغان اور دانشمند کے بحث ہوئی آخر الامر خواجہ حسن نے دانشمند کا منہ پکڑ کے پھیرا اور کہا دیکھو قبلہ یہ ہے

حجاب درمیان سے آپ کے فرماتے ہی اُٹھ گیا اور دانشمند نے اپنی آنکھوں سے قبلہ دیکھا اور مان گیا۔

اس کے بعد ان کے متعلق یہ حکایت اور بیان فرمائی کہ وہ بالکل پڑھے لکھے نہ تھے۔ خلق ان کے پاس دوات اور کاغذ لاتی اور کہتی ایک سطر میں کوئی نظم کوئی نثر کوئی عربی کوئی فارسی وغیرہ لکھ کر اس میں ایک سطر قرآن شریف کی بھی ہوتی آپ سے دریافت کرتے کہ ان میں قرآن شریف والی سطر کونسی ہے آپ ہر سطر کو ملاحظہ فرماتے اور سطر قرآنی بتلا دیتے لوگ اُن سے سوال کرتے کہ تم تو پڑھے لکھے نہیں ہو تم نے کہاں سے جانا کہ یہ سطر قرآن شریف کی ہے فرماتے جو نور میں اس سطر میں دیکھتا ہوں دیگر سطور میں مجھے نظر نہیں آتا۔

تھوڑی دیر بعد گفتگو استغراق و ذوق نماز کے بارے میں ہوئی آپ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک شخص خواجہ کریم نامی تھے شروع عمر میں کتابت کیا کرتے تھے اور آخر عمر میں دنیا سے منہ موڑ کر مشغول طاعت الٰہی میں ہوئے کہ واصلان الٰہی سے ہو گئے۔ غلبات عشق میں فرماتے تھے کہ جب تک میری قبر دہلی میں سلامت رہے گی کافر اس شہر پر مسلط نہ ہو سکیں گے۔ الغرض ان کے حضور کا حال بیان فرمایا کہ ایک روز ان ایام جب شورش مغل کا خوف دہلی پر طاری تھا اور شہر کے دروازے شام سے ہی بند ہو جاتے تھے کوئی شخص اندر باہر آ جا نہ سکتا تھا قصہ مختصر یہ خواجہ کریم بیرون دروازہ کمال نماز میں مصروف ہوئے بجائے اندرون دروازہ کھڑے تھے وقت دروازہ بند کرنے کا آگیا۔ ہمراہیوں نے زور سے آواز دی اور دربان دروازہ نے بھی پکار کر اندر آنے کے لیے کہا۔ مگر خواجہ کریم نماز میں مصروف تھے با حضور تمام نماز ادا کی گئی بعد فراغت داخل ہوئے۔ یاروں نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کو بہتری آوازیں دیں آپ نے کچھ خیال نہ کیا اور دربان کے پکارنے کا بھی اثر نہ ہوا۔ خواجہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ کی مطلق آواز نہ سنی انھوں نے متعجبانہ کہا کہ اس قدر زور کی پکار نہ سننے سے بڑا تعجب ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تعجب کی بات نہیں ہے عجب اس شخص کے حال سے ہے جو نماز میں اپنے خدا کے روبرو حاضر ہو اور اہل دنیا کی آواز سنے اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ خواجہ کریم نے جس روز سے توبہ کی تھی دینار و درم کو ہاتھ نہ لگایا تھا اس کے بعد حضرت ذکرہ اللہ بالخیر نے پھر ارشاد فرمایا کہ ہر حالت میں الاشتی

دنیا سے مشغول نہ ہونا اور ہمت بلند رکھنا اور ترک شہوات کرنا چاہیئے اس کے بعد یہ دو مصرعے زبان مبارک سے ارشاد فرمائے ؎

یک نظر از شہوتے کہ داری برخیز
تا بنشیند ہزار شاہد بہشت !

نویں مجلس

روز پنجشنبہ دہم ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی آپ نے از راہ کرم مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ خلاف معمول آنے کا کیا سبب ہے میرے حاضر ہونے کا دن روز آدینہ مقرر تھا بندہ نے عرض کیا کہ سعادت قدم بوسی جس روز میسر ہو باعث سعادت ہے آپ نے تحسین فرما کر ارشاد فرمایا کہ بہت بہتر تشریف لائیے جو کچھ غیب سے میسر ہو بہت خوب ہوتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو دربار صحبت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ صحبت میں بہت بڑا اثر ہے۔

اس کے بعد گفتگو ترک دنیا میں ہوئی آپ نے اس کے چھوڑنے کے لیے بہت غلو فرمایا اور اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہوا جس نے مکروہ چیز کو چھوڑا ہو اور اُسے کوئی شریف و عمدہ چیز حاصل نہ ہوئی ہو۔

دسویں مجلس

روز سہ شنبہ ۱۵ ماہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس روز مجلس شریف میں بہت سے عزیز مثل مولانا وجیہ الدین پائلی اور مولانا تاج الدین ملک بار اور مولانا جلال الدین رحمہم اللہ حاضر تھے کھانا سامنے لایا گیا۔ کسی شخص نے کہا کہ جو روزہ دار نہ ہو کھائے کیونکہ یہ دن ایام بیض میں سے تھا بہت سے احباب روزہ دار نہ تھے ان کے سامنے وہ کھانا رکھا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب دوست آئیں اور کھانا سامنے لایا جائے کسی کو یہ نہ کہنا چاہیئے جیسا کہ اس مجلس میں کہا گیا جو روزہ دار نہ ہو گا

کھانے گا اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اگر کسی روزہ دار سے پوچھا جائے اور وہ روزہ دار بیان کرے کہ میں روزہ دار ہوں ممکن ہے کہ ریا کا اس میں دخل ہو اور اگر وہ شخص پکے عقیدہ کا ہو اور اس کی نیکیوں میں ریا کا گزر نہ ہوتا ہو اور پوچھنے والے سے کہے کہ میں روزہ دار ہوں اس طاعت باطنی کو اس کے نامۂ اعمال کو ظاہری لکھیں گے۔ اور اگر از راہ پوشیدگی جواب دے کہ میں روزہ دار نہیں ہوں یہ بات اس کی غلط ہوگی اور اگر سائل کا سوال سن کر خاموش ہو جائے گا تو اس صورت میں سائل کی ذلت متصور ہے۔

گیارھویں مجلس

روز دو شنبہ ۲۱ ماہ ذیقعدہ ۷۰۷ھ ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو بزرگان دین کے نیک قدم کی منزلت کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر موضع وغیرہ درویشوں کے نیک قدم سے باراحت ہے چنانچہ مسجد جامع دہلی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ نہ معلوم کس قدر درویشوں کے قدم اس جگہ گئے ہیں کہ اس کو اس قدر روحانی بلندی حاصل ہوئی ہے۔

اسی ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ محمود کبیر سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ مسجد جامع کی سنہری پر نہایت سرعت سے شل پرندوں کے اڑتے تھے اور اس گردش میں ان کو مطلق تشویش نہ تھی میں دور سے کھڑا دیکھ رہا تھا جب صبح ہوئی وہ بزرگ نیچے اتر آئے اور مجھے بلا کر منع فرمایا کہ کبھی یہ ذکر کسی شخص سے نہ کرنا میں نے قبول کیا۔

حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ اس کاتب الحروف نے عرض کیا کہ اکثر بزرگوں نے جو اپنے حال کو پوشیدہ رکھا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ راز فاش کرنے سے محرومیت نصیب ہوتی ہے اور راز دیگر شنایاں نہیں رہتا اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ جب ایک شخص اپنے کسی دوست سے راز کہے اور وہ اسے آشکارا کر دے یہ کہنے والا دوبارہ اس سے راز نہ کہے گا۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمت اللہ علیہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بہت سے راز و اسرار الٰہی افشا کیے ہیں یہ بات صحیح ہے یا غلط

آپ نے ارشاد فرمایا کہ صحیح ہے اور اولیاء جب غلبات شوق میں ہوتے ہیں اس عالم مدہوشی میں کوئی راز ان سے ظاہر ہو جاتا ہے لیکن کامل وہ ہیں جو کسی حال میں بھی راز فاش نہیں ہونے دیتے اور یہ مصرعہ دو تین مرتبہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ مصرعہ

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حوصلہ وسیع و بلند رکھنا چاہیئے کہ اسرار دوست حاصل ہوں اور ان کو اصحاب صحو کہتے ہیں۔ بندہ نے دریافت کیا کہ مرتبہ اصحاب سکر کا زیادہ ہے یا اصحاب ہوشیاری کا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرتبہ اصحاب صحو کا بلند و زیادہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بارھویں مجلس

روز چہار شنبہ ۴ ماہ ذی الحجہ ۷۰۷ھ

سعادت پائے بوسی حاصل ہوئی گفتگو قبول نفس کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی طاعت یا ورد جو صاحب نفس کی جانب سے تلقین ہو اس کے ادا کرنے سے ایک عجیب لذت حاصل ہوتی ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کئی وظیفے کہ خود اپنی ذات پر لازم کر لیے ہیں اور کئی مجھے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین مسعود گنج شکر رحمت اللہ علیہ نے تلقین فرمائے تھے میں دونوں ادا کرتا ہوں البتہ ہر ایک کی ادائیگی میں جدا جدا راحت حاصل ہوتی ہے اور یہ بہت بڑا فرق بلندی آسمان و پستی زمین ہے۔

تھوڑی دیر بعد گفتگو ترک اختیار کے بارے میں ہوئی یعنی اپنے اختیار سے کوئی کام نہ کرنا چاہیئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ دوسرے کے حکم کا محکوم ہو نہ حاکم۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک مرتبہ بروز جمعہ برائے ادائے نماز جمعہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمت اللہ علیہ خانقاہ سے باہر آئے اور مریدوں سے دریافت کیا کہ مسجد جامع جانے کا راستہ کونسا ہے ایک مرید نے آگے بڑھ کر بتلایا اسی وقت کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ہر جمعہ کو مسجد جامع تشریف لے جاتے ہیں اور اب تک راستے سے واقف

نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں راستہ بخوبی جانتا ہوں لیکن اس وجہ سے دریافت کیا کہ محکوم دوسرے کا رہوں اور اپنے اختیار سے کوئی کام نہ کروں۔

اس کے بعد آپ نے ترک وطن اور محبت خانہ وکاخ اور اس کے مثل دیگر اشیاء کے بارے میں وعظ فرمایا اور یہ ابیات زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں ؎

دشت وکوہسار گیر ہمچو وحوش — خانماں را بہاں بگریہ و دوش
قوت عیسیٰ چو آسماں سازند — ہم بداں جاش خانہ پرداز ند
خانہ کو برائے قوت کنند — مور روز ،مور و عنکبوت کنند

تیرھویں مجلس

بروز یکشنبہ سیوم ماہ محرم الحرام ۶۵۵ھ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی

چودھویں مجلس

بروز پنجشنبہ ہفتم ماہ مذکور ۶۵۵ھ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو ولایت کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کو ولایت حاصل ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہے کہ جب تائب ہو کر عبادت کرے ہر آئینہ اس طاعت سے ایک ذوق پیدا ہوگا۔ ممکن ہے کہ مرید کرے اور ان کو واصل بحق فرمائے اور آداب طریقت تعلیم کرے اور ولایت دو قسم پر ہے ایک یہ جس کا مذکور ہوا۔ دوسری ولایت وہ ہے کہ جو رابطہ درمیان اس کے اور خلق کے ہے جب شیخ دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اس ولایت کو جو اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان تھی اور یہ ایک خاص محبت ہوتی ہے اپنے ساتھ لے جاتا ہے لیکن ولایت ثانی کی بابت اس کو اختیار ہے کہ اپنے بعد جس شخص کو چاہے تفویض کرے اگر شیخ نے ولایت ثانی کسی کے سپرد نہیں کی سوا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ولایت کسی دوسرے شخص کو عطا فرمائے۔

اس کے بعد آپ نے اسی ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو دوسرے بزرگ کی خدمت میں اس امر کے دریافت کے لیے بھیجا کہ رات کو اس دنیا میں کونسی نئی بات واقع ہوئی اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ رات کو شیخ ابو سعید ابوالخیر نے مسجد منہ میں انتقال فرمایا انھوں نے دوبارہ پوچھا کہ ولایت ان کی کس کے نامزد ہوئی کیوں کہ یہ حال شیخ مسئول عنہ کو معلوم نہ ہوا تھا انھوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ ولایت حضرت شیخ ابو سعید کی خواجہ شمس العارفین کو عطا در حمت ہوئی۔ وہ اسی رات شیخ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے مکان پر آئے اور آواز دی۔ داخل مکان ہونے اس سے پہلے کہ ان سے ولایت کے بارے میں دریافت کریں شیخ شمس العارفین نے ارشاد فرمایا کہ نہ معلوم خلق الٰہی میں شمس العارفین کتنے صاحبوں کا نام ہے اور نہ معلوم ولایت شیخ ابو سعید کی کس شمس العارفین کو رحمت ہوئی ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ کی بیان فرمائی کہ جب وہ برائے تحصیل علم مدرس کے پاس گئے مدرس نے ان سے سوال کیا کہ آپ ہی نجیب الدین متوکل ہیں آپ

نے جواب دیا کہ میں نجیب الدین متاہل ہوں یعنی کمانے والا ہوں۔ متوکل نہیں ہوں اس کے بعد درویش نے پوچھا کیا آپ شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہ کے بھائی ہیں جواب دیا کہ برادر صوری میں ہوں برادر معنوی کی نسبت مجھے معلوم نہیں۔

تھوڑی دیر بعد گفتگو اصحاب نعمت کی بخشش کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نہایت صاحب ثروت و دولت تھا کبھی کبھی حضرت شیخ عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے خرچ روانہ کیا کرتا ایک مرتبہ حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے کسی دوسرے دوست سے فرمائش کی اس نے اپنی سعادت جان کر ارشاد شیخ کی تعمیل کی پہلے شخص کو یہ معاملہ گراں گزرا اور بطریق شکایت آپ سے اس بارے میں عرض کیا کہ یہ سعادت اس خادم کو کس وجہ سے عطا نہ فرمائی گئی آپ نے اس کو جواب میں لکھا کہ اس امر سے رنجیدہ نہ ہو۔ دوسروں کو بھی فیضیاب ہونے دو ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو کہتے تھے اللھم ارحمنی و محمدا ولا ترحم معنا احداً یعنی بار خدایا رحم کر مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہم دونوں کے سوا کسی ایک پر بھی رحم نہ فرما اور ان لوگوں کی پیروی کرو جن کا مقولہ ہے ؎

اے باغبان بیا و در باغ باز کن !
چوں من در آمدیم ازپس من در فراز کن

اسی روز میر مجھو برادر زادہ کاتب نے حاضر ہو کر شرف غلامی حاصل کیا اور شمس الدین اس کا بھائی بھی مرید ہوا اور اسی روز شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے بھی بیعت ہوئے۔ اور مولانا برہان الدین غریب نے بھی تجدید بیعت کی اور شیخ عثمان سیوستانی نے کلاہ کے لیے درخواست کی تھی آپ نے منظور فرمائی اور عطا کی گئی اور شمس الدین کو خرقہ حاصل ہوا یہ روز عجیب باراحت تھا اسی محل میں آپ نے یہ حکایت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ جس روز وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے آپ نے یہ مثنوی ارشاد فرمائی نظم مثنوی ؎

کہ بحقیقت چراغ کشتہ شود
چوں بروں رفت از سرش روغن

پندرھویں مجلس

روز چہار شنبہ ششم ماہ جمادی الاول ۷۰۸ھ

خاکسار بمقام لشکر خضر آباد سے واسطے قدم بوسی کے حاضر ہوا گفتگو مردان غیب کے بارے میں ہو رہی تھی کہ وہ جس کو قابل دیکھتے ہیں اور حال ہمت و مجاہد پاتے ہیں اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں اس اثنا میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ نصیر نام کا بدایوں میں ایک شخص تھا میں نے اس کی زبانی سنا کہ باپ اس شخص کا واصلان الٰہی سے تھا۔ ایک شب چند شخصوں نے دروازے پر آکر آواز دی وہ باہر گئے اور ہم اندر تھے انھوں نے جواب سلام دیا۔ یہ جواب ہم نے اندر سے سنا اور اس قدر اور بھی سنا کہ میرے والد نے کہا کہ بہت خوب میں اپنے لڑکوں اور کنبے والوں سے رخصت ہو آؤں۔ آنے والوں نے اجازت نہ دی اور کہا کہ فرصت باقی نہیں ہے پھر ہم کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ لوگ اور میرا باپ کہاں گئے۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت متضمن اسی امر کے ارشاد فرمائی کہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رہ نے فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں بھی لکھا ہے کہ ہمارے عہد میں ایک نوجوان تھا اس کو قزوینی کہتے تھے اس کے گھر میں مردان غیب جمع ہوتے تھے۔ چنانچہ بوقت نماز خلق صف بستہ کھڑی ہوتی مردان غیب اور ایک شخص مردان غیب میں سے امامت کرتا اور قراءت وغیرہ بلند آواز سے پڑھتے تھے مگر مقتدیوں کی نظر سے پوشیدہ مقتدی اسے دیکھ نہیں سکتے تھے البتہ قزوینی کو دکھائی دیتے تھے۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قزوینی کی معرفت مردان غیب نے ایک مہرہ میرے پاس بھیجا تھا اب تک وہ مہرہ میرے پاس موجود ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک شخص علی نام تھا کبھی کبھی مردان غیب اس کے دروازے پر آتے اور السلام علیکم کہتے خواجہ علی اس آواز کو سنتے مگر کوئی شخص نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ ایک روز مردان غیب نے آکر موافق قاعدہ سلام علیک کی خواجہ علی نے جواب دیا اور کہا کہ آپ ظاہر کیوں نہیں ہوتے کب تک یہ آواز دو گے اور رخ انور کب تک دکھاؤ گے؟ انھوں نے یہ سن کو جواب

دیا کہ آگے آؤ اور غائب ہو گئے خواجہ علی نے ان کو نہ دیکھا اور نہ بعد اس واقعہ کے پھر کبھی آواز آئی
بندہ نے عرض کیا کہ خواجہ علی نے گستاخی کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک گستاخی کی تھی اور اسی
وجہ سے وہ اس دولت سے بھی محروم رہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مردان غیب اول آواز دیتے ہیں بعدہٗ باتیں کرتے ہیں اس کے
بعد ظاہر ہو کر ملاقات کرتے ہیں اور آخر الامر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں دیکھئے کونسا بار است مقام
ہے جہاں لے جاتے ہیں۔

سولھویں مجلس

روز سہ شنبہ ۱۹ر جمادی الاولیٰ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو سلوک کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اس طریقہ میں کوشش کرنے والا کمال کا طالب ہوتا سالک جب تک سلوک میں ہے امیدوار
کمالیت کا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کے تین درجہ ہیں۔ سالک۔ واقف اور راجع۔ سالک وہ
ہے جو راہ چلے اور واقف وہ ہے جس کو وقفہ ہو بندہ نے عرض کیا کہ سالک کو بھی وقفہ ہوتا ہے۔ آپ
نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جس وقت سالک کی طاعت میں فتور ہو جاتا ہے۔ ذوقِ طاعت اس کو
حاصل نہیں ہوتا جب تک اس کو ذوق حاصل نہ ہو وقفہ میں رہتا ہے اگر جلد ذوق حاصل کرنا
چاہے انابت لائے پھر مقالات سلوک کا سالک ہو جاتا ہے اگر عیاذاً باللہ اسی حالت میں
گرفتار رہے پس وہ راجع ہوتا ہے۔

اس کے بعد اس راہ کی لغزش کی سات قسمیں بیان فرمائیں کہ اسماء ان کے اعراض، حجاب،
تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی اور عداوت ہیں۔ اس کے بعد اس کی تفصیل اس تمثیل
کے ذریعہ سے بیان فرمائی کہ دو دوست ہوں یا ہمدگر عاشق و معشوق ایک دوسرے کی محبت
میں مستغرق اس حالت میں اگر معشوق عاشق کی جانب سے کوئی حرکت یا قول یا فعل ایسا ملاحظہ
کرے جو لائق حال اس کے نہ ہو تو یقیناً معشوق کو عاشق سے ایک طرح کی رکاوٹ پیدا ہوگی

پس عاشق کو واجب ہے کہ اس امر کے دریافت ہوتے ہی استغفار میں مصروف ہو اور عذر
معذرت کرے تاکہ دوست اس سے راضی ہو جائے گا اور وہ تھوڑی سی رکاوٹ جو اس ناپسندیدہ
حرکت کے دیکھنے سے ہوتی تھی ناچیز و دور ہو جائے گی۔ لیکن اگر محب اس خطا پر اصرار کرے
اور عذر درمیان میں نہ لائے تو یہ رکاوٹ حجاب سے تبدیل ہو جائے گی۔ معشوق حجاب کرے گا۔
جس وقت حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ ارشاد فرمایا حجاب کی تمثیل ظاہر کرنے کے لیے اپنی
آستین مبارک اس انداز سے اٹھائی کہ پیراہن آستین سے روئے انور اور حاضرین مجلس کے درمیان
حجاب ہو گیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب اس قسم کا پردہ محب اور محبوب کے درمیان میں ہو جائے
پس محب کو واجب و لازم ہے کہ عذر و توبہ کرے کہ یہ حجاب اور اعراض جاتا رہے اگر اس حجاب
پر بھی اصل انکاری رہے یہ حجاب مبدل بہ تفاصل ہوگا۔ یعنی دوست اس سے جدا ہو جائے گا۔
اول اعراض سے زیادہ نہ تھا بعد اس کے حجاب ہوا جب حجاب ہونے پر عذر نہ کیا وہ حجاب
تفاصل سے بدل گیا پس اگر اس وقت بھی عذر نہ کیا سلب ہو جائے گا اور وہ مزید جو اس کو حصول
ذوق طاعت و عبادت میں تھا آئندہ نہ ہوگا یعنی دوست کی نظر سے گر جائے گا اگر اس حالت
میں بھی عذر و معذرت نہ کی اور اسی بطالت پر رہا آگے اس کے سلب قدیم ہوگا۔ یعنی طاعت
میں راحت جو قبل از چند ہونے مزید کے حاصل تھی وہ بھی واپس لے لی جائے گی پس اگر اس
حالت کے لاحق ہونے پر بھی توبہ نہ کی اور عذر تقصیر نہ کیا درجہ تسلی میں جا پڑے گا یعنی دوست اس
کی جدائی پر دل دھرے گا۔ اگر اس کے بعد بھی اپنی عادت قدیم پر قائم رہا اور انابت درمیان
میں نہ لایا عداوت پیدا ہوگی یعنی وہ محبت جو ابتدا میں تھی عداوت سے بدل جائے گی۔
نعوذ باللہ منہا۔

سترھویں مجلس

روز دوشنبہ بست و پنجم ماہ جمادی الاولیٰ سنہ مذکور

دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی آپ
نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا خلق خدا کو کھانا کھلانا بہت اچھی بات ہے۔

اور اسی ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ علی بڑے صاحبزادے خواجہ رکن الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے فتنۂ کفار میں گرفتار ہوئے لشکری ان کو پکڑ کر چنگیز خاں کے روبرو لے گئے دربار چنگیز خاں میں ایک شخص جو وہاں مکنت رکھتا تھا اور آپ کے خاندان کے مریدوں میں داخل تھا حاضر تھا جب اس نے پسر شیخ رکن الدین چشتی کو گرفتار دیکھا حیران ہوا اور خیال کرنے لگا کہ چنگیز خاں کے سامنے کس حیلے سے سفارش کروں اگر یہ بیان کیا جائے کہ یہ بزرگ زادے ہیں۔ تو وہ کچھ خیال نہ کرے گا اور جو یہ کہا جائے عابد زادہ اور مرتاض شخص ہیں یہ بھی موثر نہ ہوگا قصہ مختصر بعد تامل بسیار چنگیز خاں کے سامنے جا کر عرض کی کہ اس شخص کا باپ بہت بڑا بزرگ تھا۔ ہمیشہ خلق خدا کو کھانا کھلاتا تھا اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ چنگیز خاں نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا تھا یا باہر والوں کو۔ سفارش کنندہ نے جواب دیا کہ خلق اللہ کو کھانا کھلاتا تھا۔ اپنے گھر کے آدمیوں کو تو سب کھانا کھلاتے ہیں گھر کے لوگوں کو کھلانا بڑی بات نہیں ہے یہ تمام عالم کی رسم ہے چنگیز خاں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا فی الواقع بزرگ وہی شخص ہے جو خلق خدا یعنی بیگانوں کو کھانا کھلاوے اور حکم دیا کہ خواجہ علی کو فوراً آزاد کریں جب خلاص ہو گئے چنگیز خاں نے معذرت کر کے خلعت دیا اور رخصت کیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ خلق خدا کو کھانا کھلانا کل مذاہب میں پسندیدہ ہے اس کے بعد گفتگو خطرات۔ عزیمت۔ فعل کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خطرہ یہ ہے کہ کوئی امر دل میں گزرے اس کے بعد عزیمت ہوتی ہے یعنی دل میں اس کے کرنے کا عزم ہو اس کے بعد فعل ہے اور عزیمت منجر بفعل ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ عوام کی جب تک ان سے فعل صادر نہ ہو گرفت نہیں ہوتی لیکن خواص کے خطرہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ ہر حال میں خدا کی جانب رجوع کرے اور اسی کی ذات کی پناہ لائے کیونکہ خطرہ عزیمت و فعل سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کوئی خطرہ میرے دل میں ایسا نہیں آیا جس کے وارد ہونے سے میں متہم نہ کیا گیا ہوں حالانکہ وہ فعل مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک درویش خانقاہ میں آیا۔ شیخ ابوسعید نے اس کی کمالیت معلوم کی وقت افطار اپنی لڑکی سے کہا کہ کوزہ پانی کا درویش کے پاس برائے افطار لے جا۔ وہ لڑکی عمر میں بہت کم تھی نہایت ادب و حرمت سے کوزہ درویش کے روبرو لے گئی۔ شیخ ابوسعید کو اس لڑکی کا حسن ادب بہت پسند آیا اپنے دل میں خیال کیا کہ وہ کون سا نیک بخت بندہ ہوگا جس کے حبالۂ نکاح میں یہ لڑکی آوے گی۔ جوں ہی یہ اندیشہ آپ کے دل میں گزرا۔ آپ نے حسن موذن خانقاہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ بازار جاؤ اور جو تم بات سنو مجھ سے آ کر کہو حسن بازار میں گئے اور واپس آ کر عرض کیا کہ میں نے بازار میں ایسا تذکرہ سنا کہ کانوں کو اس کی سماعت کی تاب نہیں۔ عرض کیا کروں شیخ نے فرمایا نہیں جو کچھ سنا ہے بیان کرنا چاہیئے حسن موذن نے کہا کہ بازار میں ایک دوسرے سے تذکرہ کر رہے ہیں کہ شیخ ابوسعید خود اپنی لڑکی سے اپنا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ ہنس پڑے اور فرمایا کہ اس خطرہ کا بھی مجھ پر مواخذہ کیا گیا۔

جب خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت تمام کی بندہ نے عرض کیا کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابوسعید اپنے اہل عصر سے زیادہ نیک بخت ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اس زمانے میں سب سے زیادہ بزرگ تھے۔

اس کے بعد گفتگو توبہ کی استقامت کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص شراب پینے سے توبہ کرے ہر آئینہ اس کے یاران جلسہ و دوستان سابق مزاحمت کریں گے۔ اور اکثر آ کے اس موقع شراب نوشی پر جہاں کبھی ذوق اور کیفیت حاصل ہوتی تھی بلائیں گے اور اس کوشش میں رہیں گے کہ وہ پھر شراب پیوے یہ صورت اس وقت ہوگی کہ اس تائب کے دل میں میل ہوا سے سابق کا باقی ہوگا۔ اگر تائب نے صدق دل سے توبہ کی ہے اور اس اندیشہ سے قلب پاک ہوا ہے کوئی مصاحب سابق اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا اور دلیل اس کے صدق توبہ کی یاران دیرینہ کے صدق توبہ کی یاران دیرینہ سے میل جول چھوڑتا ہوگا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کا لوگ معصیت اور فسق کے ساتھ تذکرہ کریں جاننا چاہیئے کہ اس شخص کا دل کس قدر مائل اس فسق اور معصیت کے ساتھ ہے کیونکہ جب کوئی شخص صدق دل سے کسی معصیت اور فسق سے توبہ کرے گا اور اپنے دل کو اس ناشائستہ

حرکت سے باز رکھے گا آیندہ کوئی شخص اس کو اس جرم سے متہم نہ کرے گا اور یہی دلیل استقامت توبہ کی ہے کہ تائب توبہ پر مستقیم ہے۔ ہاں اگر اس کے دل میں کچھ بھی میل ہوگا البتہ اس کا تذکرہ فسق و فجور لوگوں کی زبان پر آئے گا۔

اس کے بعد گفتگو حیدر زادہ کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ قوم سے ترک درویش صاحب کمال و صاحب حال تھے۔ خروج چنگیز خاں کے زمانے میں ایک روز انھوں نے اپنے یاروں سے کہا کہ وہ فتنہ چنگیز خاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائیں کیونکہ لشکر مغل غالب آئے گا۔ لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ چنگیز خاں کے غالب آنے کی وجہ بیان فرمائیے آپ نے جواب دیا کہ وہ اپنے ہمراہ ایک درویش کو لاتا ہے اور اسی کی پناہ میں آتا ہے میں نے اس درویش سے مقابلہ کیا تھا اس نے مجھے زک دی مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کا لشکر غالب آئے گا تم کو بھاگ جانا لازم ہے یہ فرما کر خود ایک غار میں چھپ رہے اور عاقبت الامر وہی ہوا جو انھوں نے کہا تھا۔

اس گفتگو کے بعد بندہ نے عرض کی کہ ایک فرقہ ہے جو گلے میں طوق آہنی اور ہاتھوں میں دست کلاہ آہنی پہنتے ہیں اور خود کو حیدر زادہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ نسبت ان کی درست ہے خواجہ حیدر زادہ پر ایک حال ایسا وارد ہوا تھا کہ وہ اس حال میں لوہا سرخ کر کے اپنے ہاتھ سے طوق اور دست کلاہ بناتے تھے لوہا ان کے ہاتھ میں مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا یہ طائفہ بھی دست کلاہ آہنی اور طوق بناتے ہیں لیکن وہ حال اور وہ معاملہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ فی الواقع درویشوں کی زندگی یہی ہے کہ وہ یاد خدا میں مصروف رہیں۔
اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ خواجہ میر گرامی نام کے تھے ایک بزرگ صاحب حال کو ان سے ملاقات کی آرزو ہوئی اور اشتیاق غالب آیا۔ اس درویش کی کرامت تھی کہ جو خواب وہ دیکھتے بعینہٖ اس کا ظہور عالم بیداری میں ہوتا الغرض وہ اپنے مقام سے برائے ملاقات روانہ ہوئے اثنائے راہ میں یہ خواب انہیں دکھائی دیا کہ خواجہ میر گرامی نے انتقال فرمایا۔ صبح بادل ملول اُٹھے کہ صد افسوس کہ دور دراز راہ صرف ان کی ملاقات کے لیے طے کی اور ملاقات نہ ہونے پائی کہ ان کا انتقال ہو گیا خیر اب ان کی قبر کی زیارت کرنی چاہیئے قصہ

مختصر اس مقام سے روانہ ہو کر میر گرامی کے گاؤں میں پہنچے اور بسبب عدم واقفیت مکان و موضع قبر دریافت کرنا شروع کیا کہ خواجہ میر گرامی کی قبر کہاں ہے ہر شخص یہ جواب دیتا کہ خواجہ میر گرامی زندہ ہیں ان کی قبر کیونکر ہو سکتی ہے یہ درویش یہ سن کر حیران ہوتے تھے کہ یہ جواب اُن کے خواب سے برعکس تھا۔ آخر الامر میر گرامی کی خدمت میں پہنچے۔ سلام کیا جواب سلام پایا اور پہلی بات جو خواجہ میر گرامی نے ان سے کی یہ تھی کہ آپ کا خواب دروغ نہیں صحیح ہے میں ہمیشہ یاد حق میں مصروف رہتا ہوں جس شب آپ نے خواب دیکھا میں تھوڑی دیر کے لیے یاد الٰہی سے غافل ہو گیا تھا اس وجہ سے عالم میں مذا ہوئی کہ میر گرامی نے انتقال کیا واللہ اعلم بالصواب۔

اٹھارویں مجلس

تیرھویں ماہ جمادی الآخر [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو روزہ کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے مگر صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا کہ وہ تین روزے کن تاریخوں میں رکھے جاتے تھے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آداب درویشی میں یہ امر داخل ہے کہ سال میں چار ماہ روزے رکھے جائیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کی تقسیم یہ ہے کہ تین ماہ متواتر اور دس روز اول ماہ محرم اور دس روز اول ماہ ذی الحجہ اور دس روز دیگر ایام متبرکہ میں روزے رکھنا چاہئیں کہ ثلث سال کامل یعنی چار ماہ پورے ہو جائیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ روزے اس طرح پر بھی تقسیم کیے گئے ہیں یعنی ہفتہ میں دو روز مثل دو شنبہ و پنجشنبہ کو دائم روزہ رکھنے سے بھی ثلث سال کامل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو پورے سال بھر روزہ رکھنے کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں۔ ایک یہ ہے مَنْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ لَا صَامَ وَلَا نَطَرَ اور دوسری حدیث یہ ہے مَنْ صَامَ الدَّهْرَ

مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ میں تم سے خوش ہوں اور یہ امر تمہارے کمال کے مزید ہونے کے واسطے کیا گیا ہے اور یہ الفاظ میں نے اسی روز آپ کی زبان مبارک سے سنے تھے کہ پیر شاطر مرید ہے اس کے بعد مجھے خلعت مرحمت فرمائی اور ملبوس خاص سے مشرف کیا۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

چھبیسویں مجلس

روز شنبہ چہارم ماہ رمضان سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو طاعت کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جب اول اول طاعت شروع کرتا ہے گو وہ طاعت اس کے نفس پر گراں گزرتی ہے۔ لیکن جب یہ شخص صدقِ دل سے اس میں کوشاں رہتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرماتا ہے کہ وہ طاعت اسے آسان معلوم ہونے لگتی ہے اور فرمایا کہ یہی قاعدہ ہر کام کا ابتدا میں ہے۔ پہلے ہر کام مشکل و سخت معلوم ہوتا ہے لیکن جب شروع ہو جاتا ہے بآسانی تمام ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ جامع الحکایات لکھوانا چاہتے تھے۔ مگر بہ سبب تنگی معاش اسباب کتابت اور اُجرت کاتب نساخ نہ بہم پہنچتی تھی اگر کاتب ملتا اسباب کتابت سیاہی قلم و کاغذ نہ ملتا اور جب یہ چیزیں میسر ہوتیں کاتب نہ ملتا الغرض ایک روز حمید نام کاتب نے جو آپ کی خدمت میں عقیدت تمام رکھتا تھا حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مدت سے جامع الحکایات کی نقل کی فکر میں ہیں لائیے میں اس کو تحریر کروں آپ نے عذر بیان کیا حمید کاتب نے کہا کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی موجود ہے دیجئے کہ فکر نقل کی جائے۔ آپ کے پاس ایک روپیہ تھا وہ حمید کاتب کو دیا انھوں نے اس کا کاغذ خریدا یہ ظاہر ہے کہ ایک روپیہ کا کس قدر کاغذ آیا ہوگا۔ فی الجملہ حمید کاتب وہ کاغذ پورے نہ لکھنے پائے تھے کہ اور فتوح پہنچی تا اینکہ کتاب تمام ہو گئی اور اجرت کتابت بھی دی گئی۔

اس کے بعد گفتگو مناقب شیخ نجیب الدین رحمتہ اللہ علیہ اور آن کی خوبی اعتقاد کے

سنت نمازِ عشاء میں ایت الکرسی اور امن الرسول اور شھد اللہ اور قل اللھم مالک الملک پڑھے اور نماز وتر میں انا انزلناہ و قل یایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھے۔

بلیسویں مجلس

روز پنجشنبہ ۲۷ ماہ مذکور سنہ مذکور

سعادتِ قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو صبر جمیل کے بارے میں ہو رہی تھی یعنی خلق کو وفات اعزہ پر جس قدر ممکن ہو صبر کرنا چاہیئے یہ کام بہت خوب ہے برخلاف اس کے کہ رونا پیٹنا کریں۔ دامن پھاڑیں اور مردے کا نام لے کر بیان کریں یہ باتیں نہایت واہیات ہیں ان سے گناہ لکھے جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ بقراط حکیم کے بیس لڑکے تھے وہ بیسوں ایک ہی دن مر گئے چھت ان پر گر پڑی تھی کہ سب دب کر مر گئے تھے۔ جب یہ خبر بقراط کو پہنچی اگرچہ صدمہ عظیم ہوا مگر اس شیر مرد نے اصلا اپنے مزاج کو برہم نہ ہونے دیا۔

اس کے بعد ایک اور حکایت اسی ضمن کی بیان فرمائی۔ کہ مجنوں سے کہا گیا کہ لیلیٰ کا انتقال ہو گیا اس نے جواب دیا کہ اس کی ملامت مجھ پر ہے کہ کیوں ایسے شخص کو دوست رکھوں جو مر جائے۔

اس گفتگو میں رات ہو گئی یہ رات شب جمعہ تھی ایک عورت نے حاضر ہو کر شرف غلامی حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر حاصل کیا آپ نے ثمرہ صلاحیت مستورات بہت بیان فرمایا اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس شہر اندر پت میں ایک نیک زن تھیں فاطمہ نام نہایت صاحب عفت و صاحب صلاحیت کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ اکثر ان کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ عورت درحقیقت مرد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مرد کی شکل میں پیدا کیا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ درویش جب دعا کرتے ہیں اول وسیلہ نیک عورتوں کا

پکڑتے ہیں۔ اور بعد اس کے نیک مردوں کا کیونکہ نیک عورتیں بغایت کم ہوتی ہیں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب شیر جنگل سے نکلتا ہے آبادی میں آتا ہے کوئی اس امر کا جویاں نہیں ہوتا کہ یہ شیر نر ہے یا مادہ سب خوف کھاتے ہیں۔ فرزند آدم کو بھی چاہیے کہ طاعت الٰہی میں مصروف ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔

اس کے بعد فضیلتِ پارسایان و متعبداں کی حکایت میں یہ دو مصرعے زبان مبارک سے ارشاد فرمائے ؎

گر نیک آیم مرا از ایشاں گیرند
ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

اکیسویں مجلس

تاریخ ۱۳ ماہ مبارک رجب سنہ مذکور

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی حضور نے ازراہ کرم بندہ سے دریافت فرمایا کہ تمہاری صحبت اکثر کن لوگوں سے رہتی ہے خادم محرر سطور نے جواب دیا کہ بندہ نالائق خلائق اکثر وقت اپنا حضور کے یاران اعلیٰ کی خدمت میں صرف کرتا ہے آپ نے نہایت پسند فرمایا اور تعریف کی اور یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ؎

با عاشقاں نشیں و ہم عاشقی گزیں
با ہر کہ نیست عاشق کم شو باو قریں

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بیت کلام شیخ ابو سعید ابوالخیر سے ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مشائخ کا دستور ہے کہ جب کسی شخص کے حال سے مطلع و خبردار ہونا چاہتے ہیں اس طرح دریافت فرماتے ہیں کہ تمہاری صحبت کس سے رہتی ہے اس سے اس کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو لیلۃ الرغائب کے بارے میں ہوئی ارشاد فرمایا کہ رغائب جمع رغبت کی ہے یعنی اس شب میں بہت خیر و برکات ہیں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص ۰۰ نمازیں

جو اس شب میں پڑھنی آئی ہیں پڑھے گا اس سال نہ مرے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ہمیشہ اس رات کو کل نمازیں جو اس شب میں پڑھنی آئی ہیں پڑھتا تھا اس سال جو اس کے مرنے کے لیے مقرر تھا پورا کیا اور قبل ادا کرنے نماز لیلۃ الرغائب کے مر گیا۔

اس کے بعد گفتگو نماز اویس قرنی کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز اویس قرنی رجب کی تیسری چوتھی پانچویں تاریخ کو پڑھی جاتی ہے بعدہٗ فرمایا کہ بعضوں نے تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ اس نماز کے لیے مقرر فرمائی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک روایت میں تیئیسویں چوبیسویں اور پچیسویں تاریخ کو اس نماز اویس قرنی کا پڑھنا آیا ہے اس کے بعد آپ نے نماز اویس قرنی کے ثواب کے بارے میں بہت غلو فرمایا اور یہ حکایت اس محل میں ارشاد فرمائی۔ کہ مدرسہ کلاں میں ایک دانشمند مولانا زین العابدین نامی رہتے تھے ساچھے عالم تھے جو مسئلہ ان سے دریافت کیا جاتا تھا جواب شافی دیتے اور مباحثہ میں عالمانہ تقریر فرماتے تھے اُن سے اُن کی تعلیم کے بارے میں سوال کیا گیا جواب دیا کہ میں نے کسی سے نہیں پڑھا اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے جوانی میں نماز اویس قرنی پڑھا کرتا تھا ایک روز بعد نماز دعا مانگی کہ الٰہی میں بوڑھا ہوا علم نہیں پڑھا تو اپنی مہربانی سے دولت علم مجھے عطا فرما حق تعالیٰ نے ببرکت اس نماز کے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ اب جو مسئلہ مجھ سے دریافت کیا جاتا ہے میں بخوبی اس کی شرح کرتا ہوں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آخر ماہ رجب میں بھی ایک نماز برائے درازی عمر پڑھنی آئی ہے اور ارشاد فرمایا کہ شیخ بدر الدین غزنوی پیوستہ اس نماز کو پڑھا کرتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے مولانا نظام پسر شیخ ضیاء الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جس سال شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوں گے انہوں نے اس نماز کو نہیں پڑھا ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اس نماز کو کیوں ادا نہیں فرمایا جواب دیا کہ میری عمر کے سال پورے ہو گئے اب کچھ باقی نہیں کہتے ہیں کہ اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

بائیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۲۳ ماہ رجب سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو خانہ کعبہ اس کی عمارت اور خرابی کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ کعبہ کو دو مرتبہ خراب کر چکے ہیں اب کبھی خراب نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کعبہ کو دو مرتبہ خراب کریں گے بار سوم آسمان پر لے جائیں گے اور یہ معاملہ آخر زمانہ میں ہوگا اور بعد اس کے قیامت ہوگی اور یہ معاملہ اس طرح ہوگا کہ جب قیامت قریب ہوگی بتوں کو لا کر خانہ کعبہ میں رکھیں گے اور ان بتوں کے رکھنے والی قوم کا نام اُدشی ہوگا اور اس قبیلہ کی عورتیں ان بتوں کے سامنے ناچا کریں گی سو اس امر کے واقع ہونے پر کعبہ کو اٹھا لیں گے۔

تیئسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۱ ماہ شعبان المعظم سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی حضور نے اس خادم کو سامنے بلا کر ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ طاعت و عبادت الٰہی میں مصروف و مشغول رہنا چاہیئے اور دعا قنوت وغیرہ کے پڑھنے میں کوشش کرنا لازمی ہے اور اگر ممکن ہو کتب ہائے تذکرہ مشایخ ضرور دیکھنا چاہیئے بیکار رہنا نہایت نازیبا ہے یہ فرما کر آپ نے خاکسار پر نہایت شفقت فرمائی اور کلاہ وداع عنایت فرمایا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

چوبیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۲۵ ماہ شعبان المعظم سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو تلاوت قرآن و قیام شب کے بارے میں ہو رہی تھی اور ان لوگوں کا بھی تذکرہ تھا جو اعتکاف کرتے ہیں بندہ نے عرض کیا کہ اگر اپنے مکان میں

قیام کیا جائے پس یہ امر مستحسن ہوگا یا غیر مستحسن آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مکان میں ایک سیپارہ پڑھنا مسجد میں ختم کرنے سے زیادہ فاضل تر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک شخص مسجد جامع دمشق میں اس غرض سے معتکف ہوا اور ہمیشہ شب بیدار رہتا تھا کہ اس کی عبادت کا شہرہ ہو کر شیخ الاسلام کا منصب اس کو عطا ہو۔ یہ بیان فرماتے ہوئے حضرت خواجہ ذکر اللہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ اہل دل کو خانقاہ اور شیخ الاسلامی سے بری سروکار نہ چاہیئے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بقال تھا تیس سال اس نے متواتر روزہ رکھا اور کسی کو کبھی اس کے حال سے اطلاع نہ ہوئی جب گھر میں رہتا خود کو اس طرح ظاہر کرتا کہ دوکان میں کچھ کھا کر آیا ہے اور جب دوکان پر ہوتا خود کو اس طرح پر رکھتا کہ دوکان والے یہ سمجھتے کہ یہ گھر کھا کر آیا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اول نیت خالص ہونا ضروری ہے خلق کی نگاہ عمل پر ہے مگر اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے جب نیت اچھی ہوگی تھوڑے عمل کا ثواب زیادہ ملے گا۔ اس کے بعد یہ حکایت اسی حال کے موافق بیان فرمائی کہ مسجد جامع دمشق میں اوقات بہت ہیں اور آمدنی معقول ہونے کے سبب اس مسجد کا متولی نہایت خوشحال ہوتا ہے گویا دوسرا بادشاہ ہے حتیٰ کہ بادشاہ کو اگر کبھی روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے متولی مسجد جامع دمشق سے قرضہ لیتا ہے الغرض ایک درویش نے اس تولیت حاصل کرنے کی طمع میں مجاہدہ اور ریاضات کثیرہ اس مسجد میں رہ کر شروع کی تاکہ اس کی ریاضت و مجاہدہ کا شہرہ ہو کر تولیت مسجد اس کے حوالہ کی جائے ایک مدت تک اس کا یہی دستور رہا مگر کوئی پرسان حال نہ ہوا۔ آخر درویش اس عبادت ریائی سے پشیمان ہوا اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد مستحکم کیا کہ آئندہ تیری پرستش بلا کسی غرض کے کروں گا۔ یہ عہد کر کے پھر وہی طاعت معہودہ شروع کی۔ کیونکہ اس کی نیت صالح ہو گئی تھی۔ خلق نے تولیت مسجد ان کے سپرد کی اس درویش نے جس کو اس تھوڑے ہی عرصہ میں حظ طاعت درست حاصل ہو گیا تھا۔ انکار کیا اور کہا کہ میں تارک ہوں جب اس کی طلب میں تھا کسی نے نہ پوچھا اب اس آرزو کے چھوڑتے ہی مجھے دی جاتی ہے۔ مجھے اب یہ تولیت بالکل نہیں چاہیئے یہ کہہ کر پھر مشغول ہو گیا اور بقیہ عمر طاعت و عبادت الٰہی میں

بسر کی اور کسی شغل و اشغال دنیاوی سے آلودہ نہ ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پچیسویں مجلس

روز شنبہ نہم ماہ مبارک رمضان سنہ مذکور

سعادتِ قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ حکایت عرض کی کہ ایک شخص تھا نہایت صاحب صلاحیت اور خدمت درویشاں میں حاضر ہونے کے لیے عظیم مشتاق میں نے اس سے کہا کہ تم کیوں حضرت عالی کی خدمت میں (حضرت سے مراد میاں ذات مجمع الحسنات حضرت سلطان المشائخ نور اللہ مرقدہٗ ہے) حاضر ہو کر مرید نہیں ہوتے اس نے جواب دیا کہ میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں بہ نیت بیعت گیا تھا مگر وہاں میں نے چراغ روشن اور بچھونے مکلف بچھے ہوئے دیکھے اعتقاد میرا بدل گیا اور واپس چلا آیا۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے دریافت فرمایا کہ میاں کس روز مشعلیں روشن اور بچھونے بچھائے گئے تھے اس کے بعد خود ہی متبسم ہو کر ارشاد فرمایا کہ اس کو دولت بیعت سے مشرف ہونا نصیب نہ تھا اسے ایسا ہی دکھائی دیا۔ میں نے عرض کی کہ یہ تو کوئی بات نہیں کہ بچھونے بچھے اور چراغ روشن دیکھ کر اعتقاد فاسد کر لیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعضے لوگ نہایت زود اعتقاد اور بد اعتقاد ہوتے ہیں۔ تھوڑے سے امر میں ان کو اعتقاد ہو جاتا ہے اور ذرا سی بات سے پھر فاسد ہو جاتا ہے اور بعضوں کے عقیدے نہایت محکم اور اعتقاد بغایت راسخ ہوتے ہیں اور کسی طرح بھی متغیر نہیں ہوتے۔

اس کے بعد گفتگو نگہداشت فرمان پیر کے بارے میں ہوئی آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ فریدالدین مسعود گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں ایک دعا لکھی ہوئی تھی۔ آپ یہ فرما رہے تھے کہ کوئی شخص ہے جو اس دعا کو یاد کرے مجھے خیال آیا کہ مقصود حضرت کا میری ذات سے ہے کہ میں اسے یاد کروں چنانچہ میں نے سلام کیا اور عرض کی کہ اگر حکم ہو یہ بندہ یاد کرے آپ نے از راہ نوازش مجھے وہ دعا عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یاد کر لو میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں ایک مرتبہ آپ کے سامنے

پڑھ کر صحیح کر لوں آپ نے اجازت بخشی میں نے پڑھنا شروع کیا ایک جگہ اعراب کی اصلاح فرمائی کہ اس طرح پڑھو میں نے سر تسلیم خم کیا اور جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ اسی طرح پڑھا اگرچہ جس طرح میں نے پڑھا تھا وہ بھی با معنی تھا۔ القصہ۔ وہ دعا اسی وقت یاد ہو گئی میں نے عرض کیا کہ دعا مجھے یاد ہو گئی ہے اگر حکم ہو سنا دوں آپ نے اجازت مرحمت فرمائی میں نے دعا پڑھی اور دعا اعراب اسی طرح پڑھا جیسا کہ شیخ نے تصحیح فرمایا تھا۔ جب میں مجلس شریف سے باہر آیا مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تحسین فرمائی میں نے کہا کہ اگر سیبویہ جو واضع اس فن کا ہے مجھے یہ کہے کہ یہ اعراب اس طور پر ہے میں اسے کبھی نہ مانوں گا اور اسی طرح پر پڑھوں گا جیسا کہ شیخ نے فرمایا۔ مولانا بدرالدین یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ جس قدر ادب حضرت کا تم ملحوظ رکھتے ہو ہم سے نہیں ہو سکا۔

اس کے بعد گفتگو آداب و خدمت پیر کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے زبان فیض ترجمان شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس سرہٗ العزیز سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں نے اپنی عمر میں ایک جراءت اپنے پیر شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں کی تھی اور وہ اس طرح ہوئی کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سے اجازت چلے کی طلب کی آپ نے اجازت نہ بخشی اور فرمایا کہ کچھ ضرورت نہیں اس سے شہرت ہوتی ہے۔ ہمارے خاندان میں طلب شہرت نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ذات پاک حضرت کا سایہ میرے سر پر موجود ہے آپ کے ہوتے ہوئے میرا یہ مقصود نہیں۔ قصہ مختصر آپ نے اجازت نہ دی اور خاموش ہو رہے اس واقعہ کے صادر ہونے کے بعد مجھے پشیمانی ہوئی کہ میں نے حضرت کو کیوں جواب دیا جو خلاف مرضی مبارک تھا۔

جب یہ حکایت تمام ہوئی حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بھی ایک مرتبہ بلا قصد بے اختیار خدمت مبارک حضرت شیخ الاسلام میں جراءت کی تھی اور وہ واقعہ اس طرح پر ہوا کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ خانقاہ مبارک میں تشریف فرما تھے نسخہ عوارف تصنیف شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحضرت کے سامنے تھا آپ اس میں سے فوائد بیان فرما رہے تھے۔ یہ نسخہ جو حضرت کے پاس تھا باریک قلم سے لکھا ہوا اور

کرم خوردہ تھا۔ حضرت کو بوجہ کرم خوردگی بیان میں ایک دشواری ہوتی تھی۔ میں نے دہلی
میں بخدمت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نسخہ خوشخط و صحیح دیکھا تھا۔ یہ بات مجھے
یاد آئی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے نسخہ صحیح بخدمت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ دیکھا
ہے۔ یہ بات ناگوار خاطر ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ درویش کو قدرت تصحیح نسخہ سقیم نہیں ہے۔ یہ
الفاظ آپ نے دو تین مرتبہ فرمائے مجھے مطلقاً اس امر کا خیال نہ ہوا کہ آپ یہ کس کے حق میں فرماتے
ہیں۔ اور مجھے کیونکر اس خفگی کا حال معلوم ہوتا کیونکہ میں نے اس قصہ کو بطریق حکایت بیان
کیا تھا نہ بطریق اعتراض۔ جب کئی مرتبہ آپ یہ الفاظ "درویش کو قدرت تصحیح نسخہ سقیم نہیں"
فرما چکے۔ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت یہ الفاظ تمہارے
حق میں فرما رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور سر ننگا کر کے حضرت کے قدموں میں گر پڑا
اور عرض کی کہ بخدا میرا مقصود یہ نہ تھا کہ قطع کلام حضرت کروں میں نے بمقام دہلی یہ کتاب
حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیکھی تھی۔ وہ دیکھنا اس وقت
یاد آیا اور برسبیل حکایت اس کا تذکرہ کیا ہر چند میں نے بہت معذرت کی مگر آثار ناراضگی کا
مزاج مقدس حضرت شیخ میں موجود تھا۔ قصہ مختصر میں مجلس سے باہر آگیا۔ نہایت پریشان تھا۔
اللہ تعالیٰ ایسا روز بد کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے جو مجھ پر بشدت طاری ہوا اور پریشانی بوجہ
ناراضی شیخ لحظہ بلحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ اسی حال میں خانقاہ سے باہر نکلا پاس ہی ایک
کنواں تھا دل میں آیا اس میں ڈوب کر مر جاؤں۔ اس خیال کے آتے ہی پھر یہ خیال پیدا ہوا
کہ بہت بڑی بدنامی ہوگی اور یہ امر طریق درویشی سے بعید ہے اسی حسرت و حیرت میں
سراسیمہ جنگل میں چلا گیا حالانکہ گریہ اسی طرح طاری تھا اس روز کی حالت سے اللہ تعالےٰ
واقف ہے کہ اس درویش کو کس قدر پریشانی تھی۔ الغرض حضرت شیخ شیوخ العالم قدس
سرہ العزیز کے ایک لڑکے شیخ شہاب الدین نامی سے میری دوستی تھی جب ان کو یہ حال
معلوم ہوا حضرت شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہو کر نہ معلوم کیا عرض کیا کہ وہ
خفگی جاتی رہی اور آپ نے اپنے لڑکے شیخ محمد کو میرے بلانے کے لیے بھیجا میں خدمت
والا میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑا آپ نے از راہ شفقت مجھے اٹھایا پھر دوسرے روز

كُلَّهُ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ جَهَنَّمُ وَعَقَدَ التِّسْعِيْنَ بظاہر معنی دونوں حدیثوں کے متضاد ہیں
گمان کی تطبیق اس طرح پر ہے کہ حدیث اول کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص پیوستہ تمام سال کے روزے
رکھے اور روز عیدین اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے حکم اس کا یہ ہوگا کہ نہ اس نے روزہ
رکھا اور نہ افطار کیا اور دوسری حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس نے تمام سال کا روزہ رکھا اور ان
پانچ دنوں میں افطار کیا اس پر دوزخ اس طرح تنگ ہو جائے گی جیسے عقد انامل میں نوے کا عقد
یعنی اس کی دوزخ میں گنجائش نہ ہوگی اور کسی حالت میں وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

اس کے بعد حضرت ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پیوستہ روزے رکھتا ہے
اس کو عادت ہو جاتی ہے اور تکلیف روزہ بالکل نہیں ہوتی زیادہ ثواب اس طرح سے روزہ
رکھنے میں ملتا ہے کہ ایک روز روزہ رکھیں اور دوسرے روز افطار کریں اور تیسرے روز پھر
روزہ رکھیں کیونکہ اس میں نفس کو زیادہ تکلیف ہوگی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

انتیسویں مجلس

۱۹ ماہ مذکور سنہ ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی جس وقت بندہ نے زمین بوسی کی آپ نے از راہ لطافت فرمایا
کہ بعد نماز ظہر دس رکعتیں پانچ سلام سے پڑھا کرو اور ان میں دس سورتیں آخر قرآن شریف کی
پڑھو اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس نماز کا نام صلوۃ خضر ہے اور جو شخص پیوستہ اس نماز کو
پڑھے گا اس کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوگی۔

اس کے بعد نماز ہائے روز و شب میں سورتوں کا تعین اس طرح سے فرمایا کہ صبح کی رکعتوں
میں بعد فاتحہ الم نشرح اور الم ترکیف پڑھے اور ظہر کی اول کی چار رکعتوں میں
قل یا ایہا الکافرون سے بالترتیب قل ھو اللہ احد تک پڑھے اور آخری
دو رکعت سنت نماز ظہر میں آیت الکرسی اور آمن الرسول پڑھے اور چار رکعت
سنت نماز عصر میں اذا زلزلت الارض سے الھٰکم التکاثر تک پڑھے اور دو
رکعت نماز شام میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھے اور

اٹھائیسویں مجلس

تاریخ ۵ ماہ شوال المکرم سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس روز یہ خاکسار چند اوراق مسودہ کتاب ہذا اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ وقت صالح اور خلوت بار احت پا کر گردن جھکا کر عرض کیا کہ مجھے کچھ التماس کرنا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر کون مانع ہے۔ شوق دل سے یوں عرض کرتا ہو کر میں نے عرض کیا کہ مجھے شرف غلاماں حضرت خواجہ میں منسلک ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا اور جب کبھی مجلس شریف حضوری میسر ہوئی ہر کلمہ جو زبان گوہر باران مخدوم سے مشتمل بر وعظ و نصیحت وغیرہ سنا اس کو لکھ لیا کہ دلیل رہبری اس شکستہ پائی ہو کیونکہ میں نے اکثر حضور کی زبان فیض ترجمان سے سنا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ کتب حالات و ملفوظات مشائخ ہمیشہ زیر نظر رکھے۔ میرے خیال میں کوئی مجموعہ زیادہ تر فائدہ دہندہ ملفوظات حضور سے نہیں اس لیئے جو کچھ میں نے سنا اپنی استعداد کے مواقف انفاس نفیسہ حضور کو قلم بند کیا اب تک اس کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ منتظر فرمان حضور والا ہوں۔

حضرت خواجہ ذکرا للہ بالخیر نے اس عرضداشت کو سن کر یہ حکایت زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائی کہ جب میں خدمت حضرت شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنجشکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ۔ رحمتہ واسعتہ میں حاضر ہوا یہی نیت کی کہ جو وعظ و نصائح زبان حضرت شیخ الاسلام سے سنوں گا ان کو لکھ لوں گا۔ اول روز جب مجھے سعادت دست بوسی حاصل ہوئی پہلے الفاظ جو زبان گوہر فشاں حضرت شیخ الاسلام سے سنے یہ تھے۔ بیت

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اس کے بعد میں نے چاہا کہ اس شرح اشتیاق کا اظہار کروں۔ جو حضور کی حصول قدم بوسی کے لیے مجھے حاصل تھا۔ دہشت حضوری شیخ الاسلام مجھ پر غلبہ کر گئی۔ اور سوائے ان الفاظ کے کچھ منہ سے نہ نکلا کہ اشتیاق قدم بوسی مجھ پر غالب تھا حضرت شیخ الاسلام نے

مجھ میں اثر دہشت ملاحظہ کر کے فرمایا لکل داخل دھشۃ۔ الغرض اس روز سے میں نے یہ عادت مقرر کی کہ ہر لفظ جو زبان شیخ الاسلام سے سنتا اپنے مقام پر آ کر لکھ لیتا کئی روز کے بعد یہ امر حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کو معلوم ہو گیا آپ نے نوازش فرمائی اور تحسین کی۔ اس کے بعد جس وقت حضرت شیخ الاسلام حکایات مشائخ یا فوائد بیہ بیان فرماتے اول مجھ سے مخاطب ہوتے اور ارشاد فرماتے کہ حاضر ہو حتیٰ کہ جب میں موجود نہ ہوتا اور میری غیبت میں آپ وعظ و نصیحت فرماتے۔ میرے حاضر ہونے پر دہراتے۔

ان ہی ایام میں میں نے ایک کرامت حضرت شیخ الاسلام کی معائنہ کی کہ میرے پاس کاغذ برائے تحریر فوائد ہو چکا تھا ایک شخص نے آکر مجھے ایک جلد کتاب مجلد اوراق سفید کی دی میں نے اس کو قبول کیا اور ارشادات حضرت شیخ الاسلام ان میں لکھے جو اس وقت تک سنے تھے اور شروع کتاب میں یہ عبارت لکھی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بعد اس تاریخ کے جو کچھ زبان فیض ترجمان حضرت شیخ الاسلام سے استماع میں آتا اسی کتاب سادہ میں لکھ لیتا۔ وہ کتاب تحریر کردہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔

اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے جو میرے ارشادات لکھے ہیں وہ کہاں ہیں میں نے چھ ورق لکھے تھے حضرت کی خدمت میں پیش کیے آپ نے مطالعہ فرمایا اور شاباشی دی اور ارشاد فرمایا کہ خوب لکھا اسی طرح کل تحریر ملاحظہ فرمائی اور اکثر جگہ تحسین فرمائی ان اوراق میں دو ایک جگہ سفید جگہ عبارت میں چھٹی ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کو سفید چھوڑ دینے کا کیا سبب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بقیہ ان فوائد کا میری سمجھ میں اچھی طرح نہیں آیا تھا اس واسطے جگہ سفید چھوڑ دی گئی کہ موقع مناسب پر دریافت کر کے لکھ دوں گا آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس عبارت کو درست فرمایا۔ یہ کمال شفقت شکستہ پروری حضرت کی تھی جو اس خاکسار پر مبذول ہوئی

اس کے بعد گفتگو فضل و رحمت باری تعالیٰ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برعکس اندیشہ خلق کارسازی فرماتا ہے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ

بغداد کے کسی خلیفہ نے ایک شخص کو قید کیا اس کی ماں نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گریہ وزاری کی کہ خلیفہ اس کے لڑکے کی خطا معاف کر دے مگر نتیجہ اس زاری کا بے سود نکلا خلیفہ نے کہا کہ میں نے عمر قید کا حکم دیا ہے اس کا رہا ہونا محال ہے میری اولاد میں سے اگر ایک شخص بھی باقی رہے گا وہ بھی اس کی رہائی کا حکم نہ دے گا۔ بڑھیا یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر کہا کہ خلیفہ نے یہ حکم کیا ہے میں تیرے حکم کی منتظر ہوں۔ خلیفہ کا دل اس کے یہ الفاظ سن کر بھر آیا اور اس کے لڑکے کی رہائی کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کو ایک قیمتی گھوڑے پر سوار کرا کے تشہیر کرائی۔ اور منادی یہ ندا کرے کہ بر خلاف حکم خلیفہ اللہ تعالیٰ کا آزاد کیا ہوا ہے۔

اس کے بعد گفتگو بخشش پیر و قابلیت مرید کے بارے میں ہوئی۔ اسی وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں ایک شخص یوسف نامی ایک مرید تھا ایک روز خدمت مبارک میں حاضر ہو کر گستاخانہ عرض کرنے لگا۔ کہ حضرت میں ایک عرصہ سے خانقاہ میں ہوں میرے سامنے بہت لوگ آپ کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوئے اور فیضیاب ہو کر چلے گئے۔ قدامت کے لحاظ سے میں مستحق تھا لازم تھا کہ حضور اُن سے پہلے مجھے عطا فرماتے۔ حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ میری جانب سے تو کوئی تقصیر نہیں مگر تجھے بھی تو قابلیت و استعداد حاصل کرنی چاہیئے اور کسی کو میں اپنی جانب سے تھوڑی دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ واہب العطایا ہے اگر وہ نہ دے تو کیا کیا جائے۔ آپ اسی طرح کی معذرت فرماتے تھے۔ مگر شیخ یوسف ویسے ہی بر سر شکایت تھے۔ اسی اثناء نظر حضرت شیخ الاسلام کی ایک معصوم لڑکے پر پڑی آپ نے اس کو بلایا جس جگہ آپ تشریف فرما تھے وہاں ایک انبار اینٹوں کا تھا۔ آپ نے اس لڑکے سے ارشاد فرمایا کہ وہاں جا کر ایک اینٹ میرے لیے اٹھا لاؤ۔ بیچارا لڑکا ایک سالم اینٹ اٹھا لایا اور آپ کے سامنے رکھ دی اس کے بعد آپ نے پھر دوبارہ اس لڑکے سے کہا کہ اب اس دوست کے واسطے بھی اینٹ لاؤ لڑکا دوبارہ سالم اینٹ اٹھا لایا اور جس کی نسبت حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا تھا اس کے سامنے

رکھ دی۔ بار ثالث آپ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ وہاں پھر جاؤ اور ایک اینٹ اٹھا لاؤ اور شیخ یوسف کے سامنے رکھ دو۔ لڑکا سہ بارہ گیا اور سا اینٹ کا نصف ٹکڑا اٹھا لایا۔ اور شیخ یوسف کے سامنے رکھ دیا حضرت شیخ الاسلام یہ دیکھ کر فرمانے لگے کہ فرمائیے میرا اس میں کیا قصور ہے۔ جس قدر تمہیں روزی تھا پہنچا۔ اور جو قسمت میں تھا حاصل ہوا۔ اس کا الزام بالکل میرے ذمہ نہیں ہے۔

انتیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۲۰ ماہ شوال سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی حکایت شیخ عثمان خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ عثمان خیر آبادی بہت بڑے بزرگ صاحب کمال و صاحب تفسیر تھے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ خزین میں رہا کرتے تھے اور سالن بیچا کرتے تھے اکثر چقندر، حلوہ وغیرہ پکاتے اور فروخت کرتے اسی اثناء میں عنایت الٰہی کا ذکر ہوا۔ آپ نے یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔ بیت

حق بشاہ تاج نبوت و بد
ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

یعنی موسیٰ علیہ السلام اس کے بعد پھر شیخ عثمان خیر آبادی کا تذکرہ کیا کہ اگر کوئی شخص اس کے پاس کھرا یا کھوٹا روپیہ لاکر ترکاری مانگتا آپ اس سے کھوٹا روپیہ لیتے اور ترکاری پوری دیتے حالانکہ جانتے تھے کہ روپیہ کھوٹا ہے مگر اس شخص سے مطلق ذکر نہ فرماتے اور جو کھرا روپیہ دیتا اس کو بھی اسی قدر ترکاری دیتے تا اینکہ عوام میں اس بات کی شہرت ہو گئی کہ شیخ عثمان کھرے اور کھوٹے میں تمیز نہیں کر سکتے ہیں یہ معلوم کر کے اکثر لوگ ان کے پاس کھوٹے سکے لانے لگے آپ سب سے کھوٹے روپیے لیتے اور مطلق شکایت ذکر تے جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا۔ آپ نے منہ سوئے آسمان کیا اور عرض کی کہ بار خدا تو واقف ہے کہ میں نے ہر شخص سے کھوٹا روپیہ بجائے کھرے کے لیا اور

اس سبب کہ وہ شرمندہ نہ ہو مطلق تذکرہ کھوٹے روپیہ ہونے کا نہیں کیا الٰہی تو بھی میری طاعات اگرچہ وہ قلب[1] ہی ہوں اپنے فضل و کرم سے قبول فرما اور میرے سامنے رد نہ کر۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی بزرگ نے آکر عثمان کفچہ گیر سے سالن مانگا۔ شیخ عثمان نے حسب طلب کفچہ دیگ میں ڈال کر نکالا۔ کفچہ میں کل موتی آبدار نکلے اس صاحب حال و صاحب نعمت نے یہ معاملہ دیکھ کر کہا کہ مجھے یہ پتھر درکار نہیں ہیں سالن دیجئے۔ آپ نے جب دوبارہ دیگ میں کفچہ ڈال کر نکالا اس مرتبہ کل سونا نکلا۔ سو درویش نے اس کو بھی قبول نہ کیا اور کہا کہ اس دیگ سے کوئی قسم سالن سبزی وغیرہ نکالو کہ روٹی سے لگا کر کھاؤں۔ آخر تیسری بار جب آپ نے چمچہ ڈالا وہی ساگ نکلا جو پکایا تھا۔ اس درویش نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ اب تم کو اس جگہ یعنی دنیا میں نہ رہنا چاہیئے چنانچہ اس واقعہ کے چند روز بعد شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

یہ فرما کر حضرت ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جب درویش اسی طور کا کشف کریں ان کے شایان حال نہیں ہے کہ پھر دنیا میں رہیں۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مثنوی میں اس مضمون کو کیا خوب نظم کیا ہے۔ مثنوی

پیش منما جمال جان افروز — چوں نمودی بیرد سپند بسوز
آں جمال تو چیست مستی تو — داں سپند تو چیست ہستی تو

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ سے جو بعض راز فاش ہو جاتے ہیں یہ امر اُن کی مستی کی وجہ سے واقعہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اصحاب سکر ہیں برخلاف انبیا کے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام اصحاب صحو سے ہیں اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جب اولیاء اللہ کسی راز کو فاش کریں پس اُن کو دنیا میں نہ رہنا چاہیئے اور یہی حکم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کیا ہے ؎

آں جمال تو چیست مستی تو
داں سپند تو چیست ہستی تو

[1] کھوٹی ۱۲۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کشف و کرامات مرد کے لیے حجاب راہ ہے اور استقامت کار محبت ہے والحمد للہ علی ذالک۔

تیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۳ ماہ ذیقعد سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اسی وقت ایک جوان حاضر خدمت ہوا خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا دادا کس کا مرید تھا اس نے جواب دیا کہ اُن کو شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل تھی۔ یہ سن کر حضرت ذکر اللہ بالخیر فرمانے لگے کہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بہت کم مرید کیا کرتے تھے اور یہی حال قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اس مجلس میں مولانا برہان الدین غریب بھی حاضر تھے انھوں نے عرض کیا کہ جب کسی شخص کو بزرگی منجانب اللہ اور اجازت بیعت منجانب الشیخ حاصل ہو پھر اسے مرید کرنے میں کیا عذر ہونا چاہیئے۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ عذر تو کچھ نہیں مگر یہ ایک عادت ہے کہ کسی کو بیعت نہ کرنے سے اُن کی شیخی اور بزرگی میں کوئی نقصان نہیں ہے تا اگر مرید کیا تو خیر اور نہ کیا تو اولیٰ اور یہ تمثیل بیان فرمائی کہ دو مرد ہیں اور دونوں میں صفت مردی برابر ہے ایک ان میں سے صاحب اولاد ہو اور دوسرا مجرد رہا اس عقر ہونے سے اس کی صفت رجولیت میں کوئی نقصان نہ آئے گا۔

اور یہ امر اکثر دیکھا گیا ہے کہ انبیا علیہم السلام میں بھی ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ بروز قیامت آمنا و صدقنا جب اُمتیں ہمراہ اپنے اپنے پیغمبروں کے میدان حشر میں صف بستہ ہوں گی کسی نبی کے ساتھ بے شمار آدمی ہوں گے اور کسی کے پاس کم حتیٰ کہ ایک پیغمبر کے ساتھ صرف ایک امتی ہوگا اور نبوت میں وہ سب کے برابر ہوگا۔ اس ایک شخص کے ہمراہ ہونے سے اس کے مرتبہ میں کوئی فرق نہ آئے گا اسی پر حالات پیران کو قیاس کر لینا چاہیئے۔

اکتیسویں مجلس

روز یک شنبہ تاریخ ۲۹ رماہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو سماع اور وجد کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ تو ورود نام باری تعالیٰ عز اسمہٗ میں جو الواجد الماجد ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ الماجد بالفتح۔ اندوہگیں ہونا اور بالکسر تونگر ہونا اور الواحد کے معنی الغنی ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ معنی التوجد کے الوجد سے بھی آتے ہیں کہ عطا کنندہ وجد جیسے کہ شکور اسماء اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور شکور کے معنی یہ ہیں کہ شکر کرے مگر اسم الٰہی یا شکور کے یہ معنی ہیں کہ قبول کرنے والا بندوں کے شکر کا۔ یعنی الوجد کے معنی ہیں کہ واہب الوجد معطی الوجد کیونکہ صفت وجد حق باری تعالیٰ کی نسبت درست نہیں ہے۔

اس کے بعد شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ سماع نہیں سنتے تھے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ ان کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک نعمت جو بشر کو عطا ہونی ممکن ہے وہ حضرت شیخ شہاب الدین کو دی گئی۔ مگر ایک نعمت ذوق سماع سے بے بہرہ رہے۔

اس کے بعد ذکر استغراق حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح کا ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد الدین کرمانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کو آئے۔ آپ نے اپنا مصلیٰ پیش کر زیر زانوں رکھ لیا۔ مشائخ میں مصلیٰ پیش کر زیر زانوں رکھ لینا غایت درجے کی تعظیم ہے۔ الغرض جب رات ہوئی شیخ اوحد الدین کرمانی نے سماع کی خواہش کی آپ نے باوصف انکار قوالوں کو بلایا اور مجلس ترتیب دے کر ایک گوشہ میں گئے اور مصروف یاد الٰہی ہوئے۔ شیخ اوحد کرمانی نے رات بھر سماع سنا اور آپ یاد الٰہی میں مستغرق تھے جب صبح ہوئی خادم خانقاہ نے عرض کی کہ رات بھر ان قوالوں نے گایا اور صوفیوں نے سنا ہے ان کے واسطے نذر کی ہونا چاہیئے شیخ شہاب الدین نے غایت استغراق سے فرمایا کہ کیا رات کو سماع تھا خادم نے عرض

کیا بیشک سماع تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں یہ فرما کر حضرت ذکر اللہ بالخیر فرمانے لگے کہ اس حکایت سے غایت استغراق شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کو قیاس کر لینا چاہیئے کہ سماع کے شور و شغب سے مطلق آن کو خبر نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ واقف ہے کہ کس قدر مستغرق بحر شہود تھے۔

اس کے بعد گفتگو دربار مزارات اولیاء اللہ ہوئی کہ نہ معلوم کس قدر اللہ تعالیٰ کے شیر زیر زمین سوئے ہوئے ہیں حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے لاہور کی سیر کی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے لاہور دیکھا ہے اور بعض اولیاء اللہ کی مزارات کی زیارت سے مشرف بھی ہوا ہوں۔ شیخ حسین زنجانی اور دیگر بزرگاں کے مزارات کی زیارت بھی کی ہے۔

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہما ایک ہی پیر کے مرید ہیں کہ وہ اپنے عہد کے قطب تھے شیخ حسین زنجانی مدت سے لاہور میں رہتے تھے ایک روز مخدوم علی ہجویری رح سے ان کے پیر نے ارشاد فرمایا کہ تم لاہور جاؤ مخدوم علی ہجویری رح نے عرض کی کہ حسین زنجانی وہاں موجود ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم کو اس سے کچھ بحث نہیں تمہیں تعمیل ارشاد کرنا چاہیئے مختصر شیخ علی ہجویری روانہ لاہور ہوئے اور لاہور پہنچ کر ایک شب کامل بھی نہ رہنے پائے تھے کہ شیخ حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

اس کے بعد گفتگو نظم کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض مشائخ کا کلام بہت عجیب ہے شیخ اوحد کرمانی اور شیخ ابو سعید ابو الخیر بے بدل رباعیات موزوں فرماتے تھے اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ کو نظم کہنے میں کمال دسترس تھی اور ہر مضمون کے اشعار موزوں فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز آن کے مریدوں نے ان سے عرض کیا کہ جتنے مشائخ و علماء گزرے ہیں سب صاحب تصنیف تالیف ہوئے ہیں آپ کو بھی کوئی کتاب کسی فن کی لکھنی چاہیئے۔ آپ نے یہ سن کر جواب دیا کہ میرا کلام ہی مجھ سے یادگار باقی رہے گا میری ایک بیت ان کی ایک کتاب کی جگہ ہے۔

اسی روز اس خاکسار کو آپ نے از راہ لطافت دو رکعت نماز اشراق تلقین فرمائی رکعت اول میں بعد سورۂ فاتحہ آیۃ الکرسی تا ھم فیھا خلدون اور رکعت دوم میں امن الرسول تا آخر اللہ نور السمٰوٰت والارض تا واللہ بکل شیء علیم اس کے بعد دو رکعت نماز استعاذہ ارشاد فرمائی کہ رکعت اول میں بعد فاتحہ قل اعوذ برب الفلق اور دوم میں قل اعوذ برب الناس اور دو رکعت نماز استخارہ کے بھی ارشاد فرمائی کہ رکعت اول میں بعد فاتحہ قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص اور ان کے جملہ ادعیات مقررہ وقت یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اور دو رکعت نماز بتلاؤں گا۔ یہ بیان فرماتے ہوئے آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمانے لگے کہ جس روز حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز نے مجھے نماز اشراق تلقین فرمائی تھی اسی طرح سے فرمائی تھی۔ اول یہی چھ رکعت بیان فرمائی اور بعد ان کے دو اور بیان فرمائیں والحمد اللہ علیٰ ذالک۔

بتیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۲ ماہ محرم سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو آداب مجلس کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اول آداب مجلس میں یہ امر ہے کہ جب مجلس میں آئیں جس مقام پر جگہ خالی پائیں بیٹھ جائیں کہ آنے والے کی وہی جگہ ہے اور جب اپنے پیر کی مجلس میں حاضر ہوں اس انتظار میں نہ رہیں کہ کسی عمدہ جگہ بیٹھنا نصیب ہو بلکہ مجلس میں کسی جگہ جہاں جگہ خالی ہو بیٹھیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد اگرد یاران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ کیے ہوئے بیٹھے تھے اسی وقت تین شخص حاضر ہوئے ایک اس حلقہ میں خالی جگہ پر بیٹھ گیا۔ دوسرا واپس جانا مناسب نہ جان کر اس حلقہ کے باہر بیٹھا تیسرا شخص ہو کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت جبرئیل وحی لے کر نازل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان تین شخصوں میں سے جس شخص نے دائرہ میں جگہ پائی

اور وہاں بیٹھ گیا۔ ہم نے اپنی پناہ میں اسے لیا اور دوسرا شخص جو آنے کی شرم کی وجہ سے بیرون دائرہ بیٹھا ہمیں بھی اس سے شرم آئی لہٰذا ہم نے اس کو بھی بخش دیا۔ مگر وہ تیسرا جو غصہ میں چلا گیا ہماری رحمت نے بھی اس سے کنارہ کشی کی۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے مکرر بیان فرمایا کہ آداب مجلس میں بیٹھنا بھی ایک ادب ہے آنے والے کو لازم ہے کہ جہاں جگہ خالی پائے بیٹھ جائے اگر دائرہ میں جگہ نہ ہو پس دائرہ بیٹھے اور جو وہاں بھی جگہ نہ ملے جس جگہ جگہ ملے بیٹھ جائے۔ مجلس میں اگر تا برخاست مجلس بغیر ضرورت اشد نہ اٹھے ورنہ ملعون ہوگا۔

تینتیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۴ ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو تلاوت قرآن شریف اور اس کے باقاعدہ با ترتیل پڑھنے کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تالی یعنی قرآن شریف پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے حظ حاصل ہو لازم ہے اس کو دوبارہ سہ بارہ پڑھے اور ذوق اس سے حاصل کرے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حالت تلاوت واستماع قرآن شریف میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ انوار۔ احوال و آثار اور یہ تینوں بالترتیب تین عالم ملکوت، جبروت و ملک سے نازل ہوتی ہیں اور مقام نزول ان کا جسم انسان میں تین جگہ پر ہے کہ وہ مقامات ارواح۔ قلوب اور جوارح ہیں۔ انوار ملکوت سے ارواح پر اور احوال جبروت سے دل پر اور آثار ملک سے جوارح پر نازل ہوتے ہیں یعنی اول حال تلاوت وسماع میں انوار ملکوت سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں کہ ایک فرحت روحی پیدا ہوتی ہے۔ بعد اس کے جو کچھ دل میں آتا ہے اس کو احوال کہتے ہیں۔ اور اصل اس کی عالم جبروت ہے بعد اس کے اگر کوئی حرکت وغیرہ پیدا ہو وہ عالم ملکوت سے جوارح پر ہوتی ہے اس کو آثار کہتے ہیں۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد گفتگو دربارہ صدقہ ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب صدقہ میں پانچ شرطیں موجود ہوں بے شک وہ صدقہ قبول ہو جاتا ہے اور ان پانچ شرطوں میں سے دو قبل از عطا اور دو حالت عطا اور ایک بعد از عطا مقرر ہیں۔ وہ جو قبل از عطا ہیں یہ ہیں۔ اول یہ کہ صدقہ دی جانے والی شے وجہ حلال سے ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نیت مرد صالح کو دینے کی کرے کہ وہ اس کو اچھی مصرف میں خرچ کرے گا۔ اور دو شرطیں جو حالت عطا میں ہیں کہ تواضع اور کشادہ دلی سے دیوے۔ دوسرے یہ کہ علانیہ نہ دے بلکہ خفیہ دے۔ اور پانچویں شرط یہ ہے کہ جب دے چکے تو اسے بھول جائے کسی کے روبرو تذکرہ نہ کرے۔ ان شرائط کی بجا آوری سے امید ہے کہ اس کا صدقہ تو ضرور قبول ہوگا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ صدقہ دو قسم پر ہے ایک صدقہ خالص جس کا بیان ہو چکا ہے دوسرا صدقہ مہر اور تیسرا صدقہ محبت و اخلاص پیدا کرنے کے لیے ہے یعنی جو شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے ہر آئینہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ درمیان میاں بیوی کے اور ایک جنس کے محبت اور صدق پیدا ہو پس وہ مہر مقرر کرتا ہے اور وہ شخص جو کوئی چیز راہ حق میں دیتا ہے ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیتا ہے۔ پس بسبب صدق محبت اور اس کا نام بھی صدقہ رکھا گیا ہے۔

بعد اس کے حکایت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیان فرمائی کہ وہ ایک دفعہ چالیس ہزار دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لائے تھے قطعہ۔

شکرانہ را کہ وصل خوش شہد بار دہند   در غار حرا اندر دین بار دہند
شکرانہ چہل ہزار دینار دہند   تا شیخ دگلیم عشق سا بار دہند

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں چالیس ہزار دینار موجود تھے۔ آپ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے اپنے لڑکے بچے اور بیوی کے واسطے بھی کچھ رکھا ہے یا نہیں آپ نے از راہ صدق جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے لیے کافی ہیں۔ اس کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تشریف

لائے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سا مال لائے تھے اس کا نصف نذر گزارنا۔ آپ نے ان سے بھی دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے عیال کے واسطے کیا باقی رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی دولت کا نصف حصہ لایا ہوں اور نصف اپنی عیال کے واسطے باقی رکھا ہے آپ نے بقدر اسی انداز کے ان کے بارے میں حکم فرمایا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے کرامات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چالیس ہزار دینار بہ جائے نذر حضرت سرور کائنات لائے تھے آپ کمبل اوڑھے ہوئے تھے اور جا بجا اس میں پیوند لگے ہوئے تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اسی وقت تشریف لائے پوشش حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بھی کمل تھی جس میں پیوند لگے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرئیل آج کیسا لباس پہنے ہوئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ آج جملہ ملائک زمین و آسمان کو حکم ہوا ہے کہ بموافقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کمبل اسی طرح کا اوڑھیں یہ بیان فرما کر حضرت ذکراللہ بالخیر نے یہ دو مصرعے زبان مبارک سے ارشاد فرمائے۔ ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند
تا شیخ دگلیم عشق سا بار دہند

اس کے بعد گفتگو صدق یعنی سچ بولنے کے بارے میں ہوئی آپ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی۔

حکایت۔ ایک شخص تھا اس کو شوق زیارت خانہ کعبہ ہوا پچیس اشرفیاں اس کے پاس موجود تھیں۔ اس نے ان کو ایک بٹوے میں رکھا اور روانہ خانہ کعبہ ہوا اور اپنے دل میں ارادہ کیا کہ ان اشرفیوں کو خانہ کعبہ پہنچ کر نکالوں گا اور وہاں کے فقرا و مساکین میں خرچ کروں گا۔ راستہ میں ایک عیار سے اس کا مقابلہ ہوا عیار نے تلوار سوت کر اس پر حملہ کیا اور کہا کہ جو کچھ مال تیرے پاس ہے ڈال دے ورنہ تجھے مار ڈالوں گا اس شخص نے بٹوہ اشرفیوں کا نکال کر سامنے ڈال دیا اور کہا کہ مجھے قتل نہ کیجیے یہ بٹوہ لیجیے۔ اس میں پچیس

اشرفیاں ہیں عیار نے بٹوہ سے لیا اور کھول کر اشرفیاں گنیں پوری پچیس نکلیں عیار نے انہی کو پھر
بٹوے میں رکھا اور واپس دیں اور یہ کہا کہ اے شخص تیری راستی و راستگوئی نے میرے قہر و
خشم کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔

اس کے بعد یہ حکایت دربارۂ تصدق بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رض
نے کسی شخص کو گھوڑا عنایت فرمایا۔ اس نے گھوڑے کی خدمت نہ کی اور نہ دانہ چارہ کی خبر لی
گھوڑا دبلا ہو گیا کہ اس کی نسبت صرف گھوڑے ہونے کا خیال ہی باقی تھا یہ حال دیکھ کر
حضرت امیر المومنین رض نے چاہا کہ اسے خرید لیں اور وہ قیمت عطا کریں جو اس کی اپنی اصلی
حالت میں تھی یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا
کر منع فرمایا کہ اپنی دی ہوئی چیز کو کبھی واپس نہ لینا چاہیئے خواہ وہ ایک جبہ میں حاصل ہو۔

اس کے بعد گفتگو کھانا کھلانے کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک
بزرگ کا قول ہے کہ ایک روپیہ کا کھانا پکا کر تقسیم کرنا بیس روپیہ نقد تقسیم کرنے سے
افضل تر ہے۔ اور اسی وقت آپ نے یہ حکایت فضیلت اطعام میں بیان فرمائی کہ ایک
درویش تھا صاحب حال اس نے صدر جہاں بخارا کے سامنے آکر بیان کیا کہ میرا بادشاہ خمر
سے ایک کام ہے آپ کو لازم ہے کہ سفارش کریں اور میرا کام پورا کرا دیں۔ صدر جہاں نے
جواب دیا کہ نہ میں تم کو جانتا ہوں اور نہ تمہاری غرض سے واقف ہوں۔ پھر میں کیونکر
سفارش کروں۔ درویش نے کہا۔ میرا تم پر حق ہے صدر جہاں نے جواب دیا کہ وہ کونسا
حق ہے۔ ظاہر کرو درویش نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ آپ نے دستر خوان بچھا کر کھانا
اس پر چنا تھا۔ اس وقت میں بھی آیا آپ نے کھانا کھانے کے واسطے اصرار کیا میں نے
آپ کی خاطر سے کھانا کھایا پس یہ میرا حق آپ پر ہے صدر جہاں نے یہ سن کر اس کی
سفارش پر کمر باندھی۔ فوراً اس کے ساتھ بادشاہ کے پاس گئے اور اس کا کام
پورا کرا دیا۔

اس کے بعد گفتگو درویشوں کی خرید و فروخت اور ان کے معاملہ کرنے کے
بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

والفقراں نے اپنی کسی حاجت کی وجہ سے ایک شخص کو شطرنجی دی کہ بازار میں بیچ لائے اور
اس سے کہہ دیا کہ درویشانہ بیچنا اس شخص نے دریافت کیا کہ حضرت درویشانہ بیچنے کے کیا
معنی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو قیمت لگے اس قیمت پر بیچ ڈالو الٹی مکان کو نہ لاؤ۔

چونتیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۹ ماہ ذالحجہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو مناقب و مراتب حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم
رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ
علیہ نو برس تک ایک غار میں مقیم رہے اس غار میں ایک چشمہ جاری تھا آپ اس کے
کنارے بیٹھے تھے اور حق عز و جل کی عبادت کرتے تھے ایک شب موسم سرما میں آپ
کو بہت سردی محسوس ہوئی کہ شدت سردی سے خوف جان پیدا ہوا آپ کے پاس
ایک کپڑا تھا اس پر ہاتھ ڈالا اور اوڑھ لیا کسی قدر گرمی پہنچی اور وہ خوف جاتا رہا جب
دن نکلا آفتاب طلوع ہوا۔ پوشش اتار ڈالی اس کو دیکھا تو ایک اژدہا پایا آنکھ کھولے
سر اٹھائے ہوئے متحرک تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم کو اس واقعہ سے تحیر ہوا اسی وقت
ہاتف غیبی نے آواز دی نجیناہ من التلف بالتلف یعنی نجات دی ہم نے
تجھ کو تلف کرنے والی چیز سے کہ وہ سردی تھی اور نجات دی ہم نے تجھ کو اژدہے سے
کہ وہ بھی تلف کرنے والا تھا۔

اس کے بعد ایک اور حکایت اسی مضمون کی بیان فرمائی ایک درویش صاحب حال
تھے وہ کسی کنوئیں میں گر پڑے۔ وہ کنواں جنگل میں تھا۔ رسی موجود نہ تھی اور آبادی دور
تھی کہ کوئی شخص اس طرف سے گزرتا کہ آپ کے نکلنے کا باعث ہوتا پوری پوری ہلاکت
کی شکل ہو گئی تھی۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ کوئی شے رسی کی طرح اوپر سے کنوئیں میں
لٹکی ہوئی ہے آپ نے اس کو سبب خلاصی جان کر مضبوط پکڑا اور باہر نکل آئے۔ دیکھا
کہ ایک شیر کنوئیں کی مینڈ پر بیٹھا تھا اور دم اس کی کنوئیں میں لٹکی ہوئی تھی جس کو پکڑ کر

نکلے تھے۔ بغایت متعجب ہوئے اور یہی آواز سنی نجینا اللہ من المتلف بالمتلف

اسی وقت گفتگو کرامت اولیاء کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دل تھے مجرب الاحوال ایک شخص نے جو کرامت اولیاء کا قائل نہ تھا آپ کی خدمت میں اس نیت سے آیا کہ آپ کا امتحان کرے اور یہ خیال دل میں کیا کہ بحث اس مضمون کی شروع کی جائے کہ جس شخص کی آنکھیں پھوٹی ہوئی ہوتی ہیں ضروری ہے کہ ان کے باطن میں بھی کچھ نقصان ہو یہ سوچ کر ان کی طرف مخاطب ہوا اور دریافت کیا کہ نشان ولایت کیا ہے وہ یہ بات کہہ رہا تھا کہ ایک مکھی اڑتی ہوئی آئی اور اس مدعی کی ناک پر بیٹھ گئی اس نے مکھی کو اڑا دیا وہ پھر آبیٹھی۔ تیسری مرتبہ پھر اڑایا وہ پھر آبیٹھی اس اڑانے اور بیٹھنے میں کس قدر دیر لگی۔ بزرگ صاحب دل خاموش تھے۔ مدعی نے دوبارہ دریافت کیا کہ حضرت فرمایئے کہ نشان ولایت کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ ولی کی ناک پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

اس کے بعد گفتگو نگاہداشت لقمہ کے بارے میں ہوئی اور اس کے اثر کا تذکرہ آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوان خدمت حضرت ابراہیم ادہم بلخی رحمتہ اللہ علیہ میں آکر مرید ہوا یہ شخص کثیر الطاعت تھا حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ کو اس کی ریاضت اور اس کا مجاہدہ دیکھ کر کمال تعجب ہوتا تھا اور اکثر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے کہ یہ نیا آیا ہوا اس قدر عبادت کرتا ہے جو تجھ سے نہیں ہو سکتی کچھ دنوں بعد آپ کی روشن ضمیری سے معلوم ہوا کہ جملہ طاعت اس کی ہیچ ہے اور یہ سب ایک شیطانی وسوسہ ہے یہ شخص کھانا اکل حلال سے نہیں کھاتا ہے اور شیطان نے اس کو اس طاعت پر تیار رکھا ہے جب آپ کو یہ حال معلوم ہوا آپ نے اس جوان کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ جو کھانا میں کھاتا ہوں اسی میں سے تم بھی کھایا کرو جوان آپ کے کھانے میں سے حصہ پانے لگا۔ آپ کا کھانا لکڑی ڈھونے کی مزدوری سے تھا کہ آپ جنگل سے لکڑیاں لاتے تھے اور اس کی مزدوری سے لقمہ خرید کر بسر اوقات کرتے تھے جب جوان نے اس محنت مشقت کا کھانا کھایا اس کی طاعت بہت کم ہو گئی حتیٰ کہ نماز مفروضہ بھی اس کو بار معلوم ہوتی تھی۔ چندروز میں پھر آپ کی توجہ سے کام اس جوان کا بن گیا اور وہ یکے از واصلان الٰہی ہو گیا۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ راز جو تمام رازوں کا سردار ہے بیان فرمایا کہ سالک واسطے ہونا چاہیئے کہ مرید کو زلات سے بچائے اور لغزش سے دور رکھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی عبادت کے لیے بہت زیادہ صدق و اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے بعد گفتگو ثمرۂ مجاہدات کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی رحمتہ اللہ علیہ چالیس برس تک نہ سوئے تھے چالیس سال پورے ہو جانے پر ایک شب سو رہے حضرت عزت کو خواب میں دیکھا اس واقعہ کے بعد ہر شب سوتے تھے اور جہاں جاتے بچھونا اپنے ہمراہ لے جاتے کہ یہ سعادت دوبارہ نصیب ہو ایک شب یہ آواز سنی کہ وہ خواب دیکھنا چالیس برس کی عبادت کا نتیجہ اور چالیس برس راتوں کو جاگنے کا صلہ تھا۔

اس کے بعد گفتگو جمع و خرچ اموال دنیا کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ محدثین نے اس حدیث کو دو طرح پر بیان کیا ہے اول اس طرح پر کہ حلالھا حساب و حرامھا عذاب وحرامھا عذاب یعنی اس کے ظاہر میں حلال کا عذاب یہ ہے کہ اس جمع کرنے والے کو روز حشر آفتاب کے سایہ یعنی دھوپ میں کھڑا کریں گے اور حساب لیں گے۔ دریافت کریں گے۔ کہ یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا یہ بھی ایک عذاب ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقولہ ہے کہ حلالھا حساب وحرامھا عذاب وشبہاتھا عتاب یعنی حلال کا حساب لیا جائے گا اور وجہ حرام کے بدلے عذاب ہوگا اور جو مال شبہ کا ہوگا اس کی پاداش میں عتاب ہوگا۔

اس کے بعد گفتگو اس امر میں ہوئی کہ بعض مشائخ سیم و زر قبول کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ چاندی سونا لینے اور اس کے لیے شرائط الگ ہیں لینے والے کو چاہیئے کہ جو کچھ لے سے ساتھ حق کے لیوے۔ اس کی تمثیل اس طرح پر بیان فرمائی کہ کوئی شخص کسی کے پاس نذر لاتے اور اس کی یہ نیت ہو یا یہ جانتا ہو کہ یہ شخص سید زادہ فرزند رسول ہے یا علوی ہے اور یہی وجہ ہو کہ وہ نذر دیتا ہے اور وہ شخص جس کی

خدمت میں نذر لائی گئی۔ متصف بصفات پالانہ ہو اور نذر قبول کرے یہ نذر اس کو مطلق جائز نہ ہوگی حرام ہوگی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مرد کو لازم ہے کہ کسی سے سوال نہ کرے اور نہ یہ خیال اپنے دل میں لائے کوئی شخص مجھے کوئی چیز دے اور اگر بلا طلب اور بلا خواہش کوئی شخص کوئی شے اس کو نذر دے اسے لینا جائز ہے۔

اسی ضمن میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ تھے اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی سے کسی چیز کا طالب نہیں ہوں اور نہ دل میں طمع کسی چیز کے مانگنے کی رکھتا ہوں۔ اگر بلا مانگے کوئی شخص مجھے کوئی شے عطا کرے گا میں قبول کروں گا۔ خواہ دینے والا شیطان ہو۔ حضرت ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ بیان فرما کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مقصود ان کا اس کلام سے یہ ہے کہ کوئی شخص جو مجھے ہدیہ دے گا میں لے لوں گا۔ مجھے اس امر کے دریافت کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے لایا ہے اور کس وجہ سے لایا ہے مجھے خود خواہشمند نہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد دوبارہ احوال انبیا ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جملہ پیغمبران علیہ السلام کو وقت انتقال اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر مرضی ہو نقل فرمائے یا کچھ اور دن دنیا میں رہیئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ارتحال قریب ہوا اور وقت موعود آیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت موجود تھیں آپ نے دل میں خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اس امر میں ہوگی کہ چند روز اور دنیا میں رہیں یہ خیال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ پر واقف ہو کر فرمایا کہ مع النبیین و الصدیقین والشہداء والصالحین یعنی ہمراہ انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین کے رہنا چاہتا ہوں۔ فقط

اختتام

الحمد للہ کہ یہ فوائد ایک برس پانچ ماہ کی مدت میں اوائل ماہ شعبان معظم [illegible]ھ سے آخر ماہ ذی الحجہ [illegible]ھ تک قلم بند ہوئے۔ اگر مرضی الٰہی ہوئی اور حیات مستعار باقی رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ جو کچھ انفاس نفیسہ حضرت سلطان المشائخ والاولیاء کے استماع میں آئیں گے بعون الٰہی اور حسن توفیق اس کے لکھے جائیں گے۔

دیباچہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ صفحات عالی اور یہ خوشبو ہائے خوش الفاظ مبارک اور انفاس متبرک خواجہ راستین قطب الاقطاب فی الارضین ختم المشائخ فی العالمین نظام الحق و الشرع و الھدیٰ والدین متع اللہ المسلمین بطول بقائہ آمین سے جمع کیے جاتے ہیں اور اسی طرح چند جزو قبل ازیں جمع کیے گئے ہیں اور تمام ہو کر نام کا فوائد الفواد رکھا گیا ہے امید ہے کہ ان فوائد عالی کے پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کو ان شاء اللہ تعالیٰ جمعیت دوجہانی حاصل ہوگی ؎

صفحے کہ جمع کردہ تحفیست پیش یاراں

حسن علاء سجزی کیے از امیدواراں

اس کتاب کے کلمات متبرکہ سے فائدہ اٹھانے والوں سے اس سیاہ کارہ گرفتار نفس امارہ خادم درویشاں غلام احمد خاں بریاں مترجم کی استدعا ہے کہ اس نالائق خلائق کے حق میں دعائے خیر و سلامتی ایمان کی فرمائیں ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

زانکہ من بندۂ گنہ گارم

پہلی مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۹ ماہ شوال ۷۰۷ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو ترک دنیا و ترک اختلاط از خلق کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایام جوانی میں بھی خلق سے ہم صحبت تھا اور اکثر میرے دل میں آتا تھا کہ وہ کونسا وقت ہوگا جس میں ان سے علیحدہ ہوں گا۔ اگرچہ میرے ہمنشین کل طالب علم اور مشغول تحصیل علم تھے میں اکثر ان سے بحث میں اپنی نفرت ظاہر کرتا اور اکثر یہ کہتا تھا کہ میں تمہارے ذیل میں نہیں رہوں گا میں صرف چند روز کے لیے تمہارا مصاحب ہوں خاکسار جامع ملفوظ ہذا نے عرض کیا کہ یہ خیالات آپ کو قبل از حصول دولت بیعت حضرت شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ آتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام کی بیعت سے پہلے ہی میرا یہ خیال تھا۔

دوسری مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۶ ماہ ذیقعد سنہ مذکور

دولت دست بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو اس بارے میں ہو رہی تھی کہ مرید اپنے مرشدوں کی زیارت کو جاتے ہیں یہ امر نہایت مستحسن ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں تین مرتبہ بحالت حیات حضرت شیخ الاسلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ہر سال ایک مرتبہ جاتا تھا اور آپ کے انتقال کے بعد سات مرتبہ گیا ہوں۔ یا شاید چھ بار اچھی طرح یاد نہیں لیکن گمان غالب ہے کہ سات مرتبہ گیا ہوں اور مجھے یہ خیال ہے کہ کل حالت حیات و ممات حضرت شیخ الاسلام میں دس مرتبہ پاک پٹن گیا ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ سات مرتبہ ہانسی سے برائے زیارت حضرت شیخ الاسلام پاک پٹن سے تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل جب بار اول برائے زیارت حضرت شیخ الاسلام گئے۔ بروقت واپسی آپ کی خدمت

میں عرض کیا کہ حضرت دعا کیجئے کہ مجھے پھر اس دردولت پر آنا نصیب ہو۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دعا کی حاجت نہیں تم اکثر آؤ گے اس واقعہ کے بعد آپ اٹھارہ مرتبہ پاک پٹن گئے اس مرتبہ بوقت واپسی عرض کیا کہ میں نے یہاں آنے کے واسطے جب بار اول آیا تھا عرض کیا تھا ارشاد عالی ہوا تھا کہ تم اکثر آؤ گے میں اس درخواست کے بعد اٹھارہ مرتبہ حاضر ہوا۔ مجملاً انیس مرتبہ ہوئے اب میری خواہش ہے کہ حضور دعا فرمائیں کہ مجھے بیسویں مرتبہ بھی حضوری نصیب ہو۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان کی اس عرضداشت کا جواب نہ دیا۔ حضرت نجیب الدین متوکل نے اس خیال سے کہ شاید آپ نے نہ سنا ہو دوبارہ عرض کیا آپ نے اس کا بھی کچھ جواب مرحمت نہ فرمایا۔ شیخ نجیب الدین مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ اور اس واقعہ کے بعد پھر آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا کہ وہ خدمت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی میں کل سترہ روز حاضر رہے تھے اور ان سترہ دنوں میں شیخ سہروردی نے ان کو نعمت الٰہی سے مالا مال کر کے روانہ ہندوستان فرمایا تھا۔ آپ ملتان میں آکر سکونت گزین ہوئے ایک مرتبہ آرزوئے حصول قدم بوسی اپنے پیر کی ہوئی۔ ملتان سے بغداد کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور آپ کو لوٹا لائے کہ شیخ الشیوخ کا یہ فرمان نہیں ہے ان کا ارشاد ہے کہ تم واپس ملتان جاؤ۔

اس کے بعد بزرگی شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے سترہ روز میں اس قدر نعمت پائی کہ دیگر ساکنان خانقاہ عالیہ حضرت شیخ الشیوخ کو برسوں میں بھی میسر نہیں ہوئی۔ چنانچہ بعضے قدیم ساکنان خانقاہ نے عرض کیا کہ ہم اس قدر مدت دراز سے مقیم ہیں ریاضات شاقہ اور مجاہدات کا طرہ کرتے ہیں ہم کو کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اس ہندوستانی نے غضب کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں بہت کچھ حاصل کر لیا حضرت شیخ الشیوخ نے جواب دیا کہ تمہاری مثال گیلی لکڑی کے موافق ہے کہ اس کے جلانے میں کس قدر محنت درکار ہوتی ہے اور زکریا ملتانی سوکھی لکڑی تھا کہ

ایک پھونک میں بھڑک اُٹھا۔

تیسری مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۳۔ ماہ ذالحجہ سنہ ۶۵ھ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو طاعت الٰہی اور مشغول یاد حق کے بارے میں ہو رہی تھی سو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شے جس کا وجود موجود ہے دو بین العدمین ہے یعنی وہ وجود ہے جو درمیان دو عدم کے ہوتا ہے اس کو بھی عدم ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور اس کی مثال اس طرح بیان فرمائی کہ ایک عورت ہے جس کو حیض آتا ہے وہ دوران حیض میں ایک روز خون نہ دیکھے وہ روز اس کا طہر کا ہوگا۔ مگر دوسرے روز پھر خون جاری ہو پس اس طہر کا حکم بھی حیض سے بدل جائے گا۔ اس کا نام طہر متخلل ہے اور یہ عبارت زبان مبارک سے پڑھی۔ الوجود بین العدمین کالطہر المتخلل بین الدمین حاصل الامر عمر کو جس کے وجود کا حکم عدم ہے اس پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے اور اس کو بیکاری و غفلت میں کھونا روا نہیں۔

اس کے بعد ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ پیوستہ یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے کبھی خلق سے اختلاط نہ کرتے ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کیوں خلق اللہ سے احتراز کرتے ہیں۔ دنیاداروں سے کبھی گفتگو نہیں فرماتے انہوں نے جواب دیا کہ دیکھنے میں اپنے پیدا ہونے سے ایک مدت دراز تک جس کی تعداد سے اللہ تعالیٰ واقف ہے معدوم تھا اور اب پھر معدوم ہو جاؤں گا اور سیکڑوں برس حالت معدومی میں گزر جائیں گے۔ پس اس چند روزہ عمر کو جو اس کثیر تعداد عدم کے درمیان میں پایا ہے کیونکر ضائع کروں اور اشتغال خلق اور امور دنیاوی میں کھو دوں۔ اس مایۂ حیات کو اس طرح گزرنا چاہیئے جیسے رضائے حق ہے۔

حضرت مولانا محمود داؤد بھی اس مجلس شریف میں موجود تھے آپ نے ان کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج کل کہاں رہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مکان حضرت خواجہ

برہان الدین غریب میں رہتا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ مرد بے عیب اور خالص رہو چاہے جہاں رہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہر روز زمین کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے پوچھتا ہے کہ آج تجھ پر کوئی مرد خدا یا کسی عبناک کا گزر ہوا یا نہیں۔ اگر یہ ٹکڑا زمین کا جواب دے کہ مجھ پر گزر نہیں ہوا پس وہ حصہ جس پر گزر ہوا ہے فخر کرے گا اور اپنا شرف بیان میں لائے گا۔

چوتھی مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۲۵ ماہ ذالحجہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر اسی وقت کسی عزیز کی نماز جنازہ پڑھ کر تشریف لائے تھے۔ متوفی کے حالات بیان فرمارہے تھے کہ مرنے والا نیک شخص تھا۔ اس کا اخلاق اچھا تھا طنسار تھا اور دنیا کے نیک و بد سے کچھ کام نہ تھا البتہ اتنی کسر تھی کہ مرید کسی کا نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مرد جب تحصیل علم سے فارغ ہو کر عالم ہوتا ہے۔ البتہ اس کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور جب بعد حصول علم طاعت الٰہی کرتا ہے کام اس کا بن جاتا ہے۔ اس وقت اسے مرید ہونا چاہیئے کہ پیر اس کے علم و عمل پر نظر کرے اور اس کو عجب میں مبتلا نہ ہونے دے کہ عجب موجب بڑے نقصان کا ہے۔

اس کے بعد پھر اسی متوفی کا ذکر فرمایا کہ سننے میں آیا ہے کہ اس کے انتقال کے وقت کوئی شخص اس کے پاس نہ تھا صرف وہی تھا اور حق تعالیٰ اور یہ کمال سعادت ہے۔ اس کے بعد حضرت شہاب الدین خطیب ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں نے تیرے ساتھ بہت سے عہد وفا کیے ہیں۔ امیدوار ہوں کہ تو میری یہ آرزو پوری فرمائے گا کہ میرے انتقال کے وقت کوئی شخص اپنا یا بیگانہ میرے سر پر موجود نہ ہو۔ حتیٰ کہ ملک الموت بھی نہ ہوں تو خوب

ہے اس وقت صرف میں ہوں یا تو ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ مولانا شہاب الدین ہانسوی بہت بڑے بزرگ تھے ہر روز سوتے وقت سورۂ بقر کامل پڑھا کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک روز میں سورۂ بقر پڑھ کر سونا چاہتا تھا کہ مکان میں سے آواز آئی ؎

داری سر ما وگرنہ داری سر ما
ما دوست کشیم تو نداری سر ما

گھر کے تمام آدمی اس وقت سو رہے تھے میں حیران ہوا کہ اس شعر کا پڑھنے والا کون ہے اور گھر میں کوئی شخص ایسا بھی نہ تھا جو ایسا شعر پڑھتا ناگاہ دوبارہ پھر یہ آواز آئی ؎

داری سر ما وگرنہ دور از بر ما
ما دوست کشیم و تو نہ داری سر ما

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے جب دوبارہ یہ شعر پڑھا گریہ آپ پر اس قدر غالب ہوا کہ زبان سے لفظ بھی نہ نکلتا تھا کہ اس حکایت کو تمام کریں۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ مولانا شہاب الدین کو یہ خطاب ہوا بلا ان پہ اور زحمتیں ان پر مسلط ہوئیں اور جس حالت میں وہ چاہتے تھے ان کا انتقال ہوا۔

اس کے بعد گفتگو سماع اور اہل سماع کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ سماع مرد کے واسطے کسوٹی ہے۔

اس کے بعد گفتگو ایمان بعث کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ کافر جب بوقت مرگ عذاب دیکھیں گے ایمان لائیں گے مگر یہ ایمان مقبول نہ ہوگا کہ ایمان بغیب نہیں۔ لیکن مسلمان اگر بوقت مرگ توبہ کرے گا تو وہ توبہ اس کی مقبول ہوگی حاصل یہ ہے کہ کافروں کا بوقت مرگ ایمان لانا قبول نہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کی توبہ قبول کی جائے گی۔

پانچویں مجلس

روز یک شنبہ ۱۵ ماہ محرم الحرام سنہ [illegible]ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی گفتگو کتب مشائخ اور ملفوظات کے بارے میں ہو رہی تھی ایک شخص نے اس مجلس کے حاضرین میں سے عرض کیا کہ مجھے ملک اودھ میں ایک شخص نے ایک کتاب دکھائی تھی اور بیان کیا تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کی لکھی ہوئی ہے۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ سخن اس کا درست نہیں تھا۔ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی ہجویری عرف داتا گنج بخش لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے کشف المحجوب تصنیف فرمائی۔ دیباچہ میں اپنا نام تحریر فرمایا۔ نیز کتاب کے اندر بھی اپنا نام کئی جگہ لکھا اور خود ہی اس تحریر کا سبب بیان فرمایا کہ میرا ایک دیوان بزبان عربی تھا اس میں بہت سے قصائد اور غزلیں میری طبع زاد جمع تھیں۔ مگر مقطع میں تخلص نہ تھا ایک شخص نے وہ دیوان مجھ سے عاریتاً مانگا اور کل غزلیں و قصائد موسوم بنام خود کر لیے میری اس قدر محنت خواہ مخواہ برباد ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ شخص جو میرا دیوان لے گیا تھا۔ بے ایمان اس دنیا سے گیا۔ جب حضرت ذکر اللہ بالخیر اس حکایت کو بیان فرما چکے فرمانے لگے کہ دنیا سے گزرنے کا وقت سخت مشکل وقت ہے اور یہ جاننا نہایت مشکل ہے کہ مرنے والا شخص با ایمان یا بے ایمان دنیا سے اُٹھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایمان سلامت لے جانے والے کی علامت یہ ہے کہ وقت ارتحال چہرہ اس کا زرد ہو اور ماتھے پر پسینہ۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ میری والدہ کے انتقال کے وقت یہی حال تھا اور یہ نشانی سلامتی ایمان کی ان کو روزی تھی۔ اس کے بعد آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا ایمان کی سلامتی کے واسطے

مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت ہمیشہ پڑھنا چاہیئے۔ ترتیب اس کی یہ ہے کہ رکعت اول میں بعد سورۂ فاتحہ قل ھو اللہ سات بار اور ایک بار قل اعوذ برب الفلق اور رکعت دوم میں بعد سورۂ فاتحہ قل ھو اللہ سات مرتبہ اور ایک بار قل اعوذ برب الناس پڑھیں اور بعد سلام سر سجدہ میں رکھ کر تین مرتبہ یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان کہے۔ ان شاء اللہ اس نماز کی برکت سے وقت آخر ایمان نصیب ہوگا۔

اس کے بعد اس نماز کی برکت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے خواجہ احمد حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے کی زبان سنا ہے۔ خواجہ احمد نہایت صالح شخص تھے فرماتے تھے کہ میرے دوستوں میں ایک شخص سپاہی پیشہ تھا وہ ہمیشہ یہ نماز پڑھا کرتا۔ ایک روز ہم دونوں کو جنگل میں وقت عصر ہو گیا اس زمانہ میں بدامنی تھی خضر مقام اس جگہ چوروں کا بہت زور تھا اور چور بھی جاری تاک میں تھے۔ قصہ مختصر چور ہمیں دکھائی بھی دیئے۔ میں نے جلدی صرف تین رکعت نماز فرض اور دو رکعت سنت پڑھیں اور اپنے بچاؤ کے واسطے فوراً شہر چلا آیا۔ لیکن میرے اس دوست نے باوجودیکہ اس نے بھی چوروں کا گروہ دیکھا تھا اور خوف معلوم ہوا تھا لیکن علاوہ نماز مذکورہ بالا کے دو رکعت حفظ الایمان بھی پڑھی۔ الغرض جب وقت رحلت اس جوان کا ہوا مجھے بھی خبر ہوئی میں وقت نزع روح اس کے سامنے موجود تھا البتہ اس کی موت ایسی خوش اسلوبی سے ہوئی جیسا کہ چاہیئے۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر فرمانے لگے کہ خواجہ احمد اس جوان کی سلامتی ایمان کے بارے میں فرماتے کہ اگر مجھے محکمۂ قضات میں لے جاویں اور حلفیہ مجھ سے دریافت کیا جاوے۔ اس صورت میں بھی میں اس کی سلامتی ایمان کی گواہی دوں گا۔

اس کے بعد دو رکعت نماز اور ارشاد فرمائیں کہ بعد نماز مغرب پڑھنی چاہئیں۔ اور اسی ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میرے ایک دوست مولانا تقی الدین نامی نہایت صالح اور عابد تھے وہ ہمیشہ یہ نماز اس طریق سے کہ رکعت اول میں بعد فاتحہ و السماء

ذات البروج اور رکعت دوم میں بعد فاتحہ و السماء والطارق پڑھتے تھے جب
ان کا انتقال ہوا۔ بعد انتقال میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ
نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب میری روح نے اس جسم خاکی
کو چھوڑا اسی وقت یہ فرمان ہوا کہ ہم نے اس شخص کو بوجہ علام پڑھتے رہنے دو رکعت
نماز مذکورہ بالا کے بخش دیا ہے اس وقت کسی شخص نے یہ عرض کیا کہ اس نماز کو صلوٰۃ النور
کہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نماز کا نام صلوٰۃ البروج ہے اور صلوٰۃ النور اس
طرح پڑھی جاتی ہے کہ اول رکعت میں بعد فاتحہ دو آیت سورۂ انعام اور رکعت ثانی میں
او لم یروکم اھلکنا تا یستھزؤن ۔

اس کے بعد ترغیب عبادت شب کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ جب شام ہوتی ہے
ایک فرشتہ بام خانہ کعبہ پر کھڑا ہو کر یہ ندا کرتا ہے کہ اے بندگان خدا و امتیان
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ شب عطا فرمائی ہے اور تمہارے
واسطے ایک اور رات درپیش ہے کہ نام اس کا گور ہے تم کو لازم ہے اس رات میں اس
کے واسطے ذخیرہ مہیا کر لو اور وہ دو رکعت صلوٰۃ البروج و صلوٰۃ النور پڑھنا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دو رکعت ہر شب پڑھتے رہنا چاہیئے ان کے پڑھنے
سے قبر میں روشنی ہوتی ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ رکعت اول میں بعد سورۂ فاتحہ
پانچ مرتبہ قل یاایھا الکٰفرون اور دوسری رکعت میں بھی یہی پڑھنا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب دن نکلتا ہے یہی فرشتہ پھر بیت المقدس کی
چھت پر کھڑا ہو کر ندا کرتا ہے کہ اے بندگان خدا و امتیان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ دن عطا فرمایا ہے اس کے سوا تمہارے لیے ایک روز اور درپیش
ہے کہ نام اس کا روز حشر ہے۔ تم کو لازم ہے کہ اس کے واسطے ذخیرہ اکٹھا کرو۔ اور یہ
دو رکعت نماز پڑھو۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ رکعت اول میں بعد فاتحہ پانچ مرتبہ
قل ھو اللہ احد اور رکعت دوم بھی موافق رکعت اول ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مندرجہ بالا فوائد حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ

نے مجھ سے بیان فرمائے تھے اور ایک حدیث شریف بھی اس مضمون کی پڑھی تھی مجھے وہ
حدیث یاد نہیں رہی مگر ترجمہ اس کا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔

اس کے بعد گفتگو موت اولیا کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حالت زندگی
میں اولیاء کرام کا حال مثل ہوا بعینہ اشخاص کے ہوتا ہے کہ وہ سویا ہوا کسی معشوق کی تلاش
میں ہو۔ اور معشوق اس کے بستر میں اس کے برابر ہے اور اُسے خبر نہ ہو لیکن جب آنکھ
کھلے معشوق کو جس کی طلب میں عمر بھر سرگرداں تھا۔ اپنے ساتھ سوتا دیکھے واللہ اعلم اسے
کس قدر خوشی و فرحت حاصل ہوگی کہ مراد اس کی پوری ہوئی یہی حال مرگ اولیا کا ہے حاضران
مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض اولیاء کرام رحمہم اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ نعمت
مشاہدہ حالت زندگی میں بھی ان کو حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ امر صحیح ہے لیکن بوقت مرگ اور بعد مرگ ان کا مشاہدہ
کمال کو پہنچ جاتا ہے اور یہ مثل بمصداق اس آیت کریمہ کے ان کے حق میں راست آتی ہے۔
یعنی آدمی سوتے ہوتے ہیں جب مرگئے وہ وحید
جوان کے حسب حال ہوگا دیکھیں گے متنبہ ہوں گے کچھ اولیاء کرام کے حالات پر ہی منحصر نہیں۔
ہر شخص کو بعد اس کے مرنے کے اس کا مطلوب دیں گے۔

اس کے بعد ذکر موت اولیا میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شہر بدایوں میں میرا ایک دوست
احمد نام نہایت صالح اور مرد عابد ابدال صفت تھا۔ اگرچہ جاہل تھا مگر رات دن تحقیق مسائل
شرعی میں مشغول رہتا تھا۔ جب میں دہلی آیا اور یہاں رہنے کا اتفاق ہوا میاں احمد بھی
ایک مرتبہ آئے تھے اور مجھ سے نہایت گرمجوشی سے ملے تھے اُن کو میری والدہ کی بیماری
کا حال معلوم تھا ان کی نسبت مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ شیخ
احمد کو بہت رنج ہوا اور بعد قدر خواہی مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ یہ
بیان فرماتے ہوئے حضرت ذکراللہ بالخیر کا چہرہ متغیر ہوگیا اور جو کچھ بیان فرماتے تھے
شدت گریہ کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اسی اثناء میں یہ دو بیت زبان مبارک
سے فرمائیں ؎

گر وصل تو یاری کند ور یا محنت | با ما کہ فراق ہیچ تقصیر نکرد
افسوس دو دم کہ ہیچ تدبیر نکرد | شبہائے وصال را بہ تغیر نکرد

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے چند روز بعد شیخ محمد کا انتقال ہوا۔ میں نے بعد وفات ان کو خواب میں دیکھا کہ اپنی عادت کے موافق مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ جو کچھ تم پوچھ رہے ہو زندوں کے کام آتا ہے تم مر چکے ہو تمہیں اس سے کیا سروکار ہے اس کہنے پر انہوں نے جواب دیا کہ اے نظام الدین تم سے یہ بعید ہے کہ اولیاء خدا کو مردہ کہو وہ زندہ ہیں۔

اسی اثنا میں ایک گدڑی پوش فقیر آیا اور آپ کی شان میں کلمات ناسزا کہنے لگا خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس بدگوئی کا مطلق خیال نہ کیا بلکہ آپ نے اس کی حاجت روا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسے آدمی بھی آنے چاہئیں بہت سے اشخاص ایسے آتے ہیں کہ اپنے ساتھ نذر لاتے ہیں اور سر قدموں پر رکھتے ہیں پس ایسے آدمی بھی آنے چاہئیں جو آتے ہی گالیاں دیں اور کچھ لے کر جائیں۔ ایسے آدمیوں کے آنے سے با اعتقاد آنے والے کی عبودیت مکفر ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی بکواسی میرے پاس آئے اور مجھے بہت برا بھلا کہا میں نے ان کو مطلق جواب نہ دیا۔ جب وہ لاچار ہوئے یہ کہہ کر چلے گئے کہ جب تک جہان قائم ہے ہمارے واسطے بھلا اور تمہارے واسطے برا ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی بے باک لوگ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اپنی عادت کے مطابق برا بھلا کہنا شروع کیا کہ تم مست بنے ہوئے بیٹھے ہو خلق کو گمراہ کرتے ہو۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں خود تھوڑا ہی مست بن کر بیٹھا ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خود بن کر بیٹھے ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا خیر جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ وہ یہ سن کر خجل ہوئے اور خاموش

ہو کر چلے گئے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ اسی طرح ایک مرتبہ کوئی بے باک حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے وہ ایسے لوگوں کے آنے سے بہت ناراض ہوتے تھے اور اپنے ہاں آنے نہ دیتے تھے الغرض انہوں نے حضرت سے کچھ طلب کیا آپ نے نہ دیا۔ انہوں نے باہر جا کر بیہودہ گوئی اختیار کی کہ نوبت باینجا رسید کہ گالیاں دیتے اور پتھر پھینکتے تھے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ دروازہ خانقاہ بند کر دیا جائے۔ حسب الحکم دروازہ بند کیا گیا۔ ان نالائقوں نے دروازہ پر پتھروں کی بوچھاڑ کی آپ کو جوش آیا اور ان کو بلا کر کہا کہ میں یہاں از خود نہیں بیٹھا ہوں مجھے ایک کامل الوقت نے بٹھایا ہے جن کا نام شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ یہ سن کر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ دروازہ خانقاہ کا بند کرانے میں بشریت تھی اور یہ اسی وقت تک قائم رہی کہ انہوں نے دروازہ نہ کھلوایا جب وہ گھڑی ٹل گئی خانقاہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔

اور اُسی وقت یہ حکایت موافق اسی حال کے بیان فرمائی کہ جب جنگ احد میں اکثر صحابی شہید ہوئے حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ اے محمد آپ بھی تھوڑی دیر صف شہداء میں لیٹ جائیں کہ ساعت غضب ٹل جائے۔

چھٹی مجلس

روز چہار شنبہ ۵ ماہ محرم الحرام [illegible]ھ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو مال جمع کرنے والوں کے بارے میں ہو رہی تھی کہ جس قدر ان کو میسر ہوتا ہے اس سے زیادہ طلب کرتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ عزاسمہ نے انسان کو مختلف الطباع پیدا کیا ہے

مثلاً کسی شخص کے پاس دس روپے ہوں اور اس دس کے بارہ ہو جائیں اس کو یہ فکر
ہوتا ہے کہ وہ روپے خرچ کر ڈالے اور جب تک وہ خرچ نہیں ہو جاتے اس کو آرام نہیں
ملتا اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ جس قدر زیادہ جمع ہوتا جاتا ہے اور مزید طلب کی جستجو
میں رہتے ہیں یہ عادت ان کی اختیاری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ہی پیدا کیا ہے
یہ قسمت ازلی ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ راحت ہمیشہ خرچ کرنے سے ہوتی ہے کوئی شخص اس
وقت تک راحت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک خرچ نہ کرے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو یہ
مطلوب ہو کہ کپڑے اچھے پہنے یا کھانا اچھا کھاوے یا کوئی اور تمنا پوری کرے جب تک
وہ صرف زر نہ کرے گا۔ تمنا اس کی پوری نہ ہوگی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مال کے جمع کرنے سے یہ مقصود ہونا چاہیئے کہ اس سے
دوسروں کو نفع حاصل ہو۔ اسی وقت یہ ارشاد فرمایا کہ شروع عمر میں مجھے بھی روپیہ جمع
کرنے کا خیال تھا اس قدر کہ فارغ البالی سے بسر ہو۔ مگر جب میں خدمت حضرت
شیخ الاسلام فریدالدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوا میں نے آپ کو دیکھا کہ ان
کی نگاہ میں یہ دونوں جہان ہیچ تھے میں نے وہ خیالات ترک کر دیے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قبل ازیں مجھ پر معاش کی تنگی بدرجہ کمال تھی مگر خوب فراغت
سے بسر ہوتی تھی ایک روز بوقت عصر مجھے ایک پیسہ حاصل ہوا اس وقت بازار بند ہو گئے
تھے میں نے خیال کیا کہ صبح اسے صرف کروں گا رات کو شغل کے وقت بھی مجھے اس پیسہ
کا خیال آتا رہا میں نے لاحول پڑھی اور اپنے دل میں کہا کہ یا الٰہی کس وقت صبح ہوگی کہ میں اس
بلا سے نجات حاصل کروں گا۔

ساتویں مجلس

روز شنبہ تاریخ پنجم ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر
سنہ مذکور دولت قدم بوسی حاصل ہوئی

گفتگو قدم اصحاب ولایت کے بارے میں ہو رہی تھی کہ بعضوں کو طیران بھی پیدا ہوگی
حاصل ہوتی ہے اس بارہ میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شہر بدایوں میں ایک واعظ تھے۔
جس جگہ وہ وعظ کہا کرتے تھے ان کے منبر کے متصل ایک دیوار تھی کہ کچھ ٹوٹی ہوئی اور اس میں
مختلف طور کے طاق تھے کہ آدمی کو ان پر چڑھنا دشوار تھا اور یہ طاق اتنے اونچے تھے
کہ کھڑے ہوئے آدمی کا سر ان کے نیچے رہتا تھا۔ اثنائے وعظ میں اس واعظ پر یہ حال
وارد ہوتا کہ وہ اچھل کر ان طاقوں میں سے کسی ایک میں جا بیٹھتے تھے۔

اور یہ حکایت بھی اسی وقت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک راجہ مع ایک جوگی
کے شیخ صفی الدین گازرونی کی خدمت میں حاضر ہوا اور شیخ سے بحث شروع کی اثنائے
بحث میں جوگی نے کہا کہ اچھا اگر آپ بزرگ ہیں تو ہم کو درویشانہ دکھلائیے۔ شیخ نے کہا کہ
دعویٰ بزرگی اول تو تمہاری جانب سے ہوا ہے تم ہی پہلے دکھلاؤ۔ جوگی زمین سے سیدھا
ہوا میں معلق ہوا کر سر اس کا چھت سے جا لگا اور پھر اسی طرح سیدھا اتر آیا اور شیخ سے
کہنے لگا اب تمہاری باری ہے۔ شیخ صفی الدین صحن مکان میں تشریف لائے اور آسمان
کی جانب منہ اٹھا کر فرمانے لگے کہ الٰہی تو نے اس بیگانے کو یہ طاقت دی ہے مجھے طیران
کرامت عطا فرما یہ فرما کر اپنے مقام سے بلند ہوئے اور گاہے جانب چپ اور گاہے
جانب راست اڑتے تھے الغرض تھوڑی دیر اڑ کر پھر اپنے مقام پر واپس آکر بیٹھ
گئے۔ جوگی اٹھ کر قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا مجھ میں سوائے سیدھا بلند ہونے کے
اور دوسری طاقت نہیں آپ طریق حق پر ہیں جس طرف خواہش ہوتی ہے اڑتے ہیں یہ راہ حق
ہے اور میرا فعل باطل ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ زمان مبارک حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ میں ایک فلاسفر بادشاہ وقت کے پاس آیا اور یہ چاہا کہ بادشاہ کو طریق حق
سے برگشتہ کرے بحث و مباحثہ شروع کیا تھا کہ یہ خبر حضرت کو پہنچی آپ نے خیال کیا کہ اگر
سلطان وقت کا عقیدہ بدل جائے گا یہ امر موجب خرابی دین ہوگا یہ سوچ بدولت سرائے
خلیفہ کی جانب نہضت فرما ہوئے یہ وہ وقت تھا کہ خلیفہ اس فلاسفر سے خلوت میں باتیں

کر رہا تھا آپ نے اطلاع کرائی خلیفہ نے بلایا مگر وزیروں نے مباحثہ ترک کر دیا خاموش ہو رہے
آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا گفتگو درپیش تھی انہوں نے بعد الحاح حضرت سے بیان کیا کہ
اس وقت ہم اس امر میں بحث کر رہے تھے کہ حرکت آسمانی طبعی ہے یا ارادی یا قسری
کیونکہ حرکات تین اقسام پر منقسم ہیں حرکت طبعی یہ ہے کہ ایک پتھر ہاتھ سے چھوڑا جائے
اور وہ زمین پر گر پڑے اور حرکت ارادی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ارادہ سے خود حرکت
کرے اور حرکت قسری یہ ہے کہ اس کو دوسرا شخص حرکت دے اور اس طاقت کے ختم
ہونے کے بعد وہ حرکت بند ہو جائے۔ اول الذکر حرکت طبعی ہے اور آخر الذکر حرکت قسری
اب ہم اس بحث میں تھے کہ حرکت فلک طبعی ہے یا قسری آپ نے ارشاد فرمایا کہ حرکت فلک
قسری ہے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان کو حرکت دیتا ہے
حکیم یہ سن کر خندہ زن ہوا شیخ کے مزاج پر تغیر آیا باہر نکل آئے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا
کر فرمانے لگے کہ الٰہی تو جو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان کو بھی دکھلا دے کہ ان کو باہر
بلایا اور جانب آسمان دیکھنے کے واسطے کہا خلیفہ اور حکیم نے اس فرشتہ کو اپنی آنکھ
سے دیکھا اور اقرار کیا آپ کی اس کرامت سے ان کے عقائد گمراہی سے بچے رہے۔

الحمد للہ رب العلمین۔

آٹھویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۷ ماہ مبارک ربیع الاول سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو حالات حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الدین مسعود
گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ میں ہو رہی تھی کہ حضرت شیخ الاسلام اکثر روزہ رکھتے تھے اور
افطار اس کا شربت سے ہوتا تھا ایک پیالہ تھا اس میں پانی اور تھوڑے منقیٰ ڈال کر حضرت
کے سامنے لاتے اور وہ اتنے اس میں تھے کہ شربت ہو جاتا آپ اس میں سے نصف بلکہ دو
حصہ کے قریب حاضرین میں تقسیم فرماتے اور تھوڑا سا شربت ایک بڑے برتن میں ڈالتے
قریب تہائی کے خود نوش فرماتے بلکہ اس تہائی میں سے بھی جس پر خاص عنایت منظور

ہوتی عنایت فرماتے بعد نماز شام دو روٹیاں وزنی قریب نصف سیر چپڑ کر حضرت کی خدمت
میں پیش کی جاتیں آپ ایک روٹی کے ٹکڑے کرتے اور حاضرین میں تقسیم فرماتے اور ایک روٹی
خود تناول فرماتے لیکن اس میں سے بھی جس کو چاہتے لطف فرماتے اور پھر عبادت میں مصروف
ہوتے کہ آپ کی شغلی مصروفی کا وقت تھا بعد نماز عشاء دستر خوان چنا جاتا اور جو کچھ اقسام
طعام سے لنگر شریف میں موجود ہوتا لا کر اس پر رکھتے تھے فقیر آتے اور کھا کر واپس چلے
جاتے لیکن آپ سوائے اس روٹی کے جو بوقت افطار تناول فرماتے تھے مطلق نہ کھاتے
مگر دوسرے روز پھر بوقت افطار۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مرض الموت آپ کا بیماری حلقوم تھی یہ فرما کر حضرت
خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ان ہی ایام میں ایک روز بوقت استراحت میں
حاضر خدمت تھا میں نے بچشم خود معائنہ کیا کہ آپ کی چارپائی پر وہ کمبل بچھایا گیا جس
کو آپ دن میں اوڑھتے تھے مگر وہ چھوٹا تھا اس وجہ سے پائنتی خالی رہ گئی وہاں
ایک اور چادر لا کر ڈالی جسے آپ نے رات کو اوڑھا اس کے اوڑھنے سے وہ جگہ پھر
خالی ہو گئی آپ کے پاس ایک عصا حضرت خواجہ خواجگان شہید المحبت رضی اللہ عنہ کا
عطا فرمودہ تھا وہ لا کر آپ کے سرہانے رکھا جاتا تھا کہ اس پر تکیہ کر کے استراحت فرماتے
تھے جب آپ کا ہاتھ اس عصا سے مس ہوتا آپ غایت تعظیم سے اپنا ہاتھ چومتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان ہی ایام میں مجھ سے اور کئی خاص مریدوں سے ارشاد فرمایا
کہ فلاں موقع پر جا کر شب بیداری کرو اور میری صحت کی دعا مانگو۔

ہم سب جن کو آپ نے ارشاد فرمایا اس موقع پر کھانا ساتھ لے گئے تھے رات بھر وہاں
مصروف عبادت رہے اور آپ کی تندرستی کے واسطے دعا مانگا کئے۔ جب صبح ہوئی
آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا آپ نے تھوڑی خاموشی کے بعد ارشاد فرمایا
کہ تمہاری دعا سے مجھے کوئی اثر صحت معلوم نہیں ہوا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر ارشاد فرماتے
تھے کہ میں اس امر کے جواب میں متامل تھا میرے ہمراہیوں میں آپ کے ایک مرید
شیخ علی بہاری نام تھے میرے پیچھے کھڑے ہوئے تھے انہوں نے فوراً عرض کیا کہ ہم سب

ناقص ہیں اور ذات مبارک حضرت شیخ کامل و اکمل ہے دعا ناقصوں کی کاملوں کے حق میں کب مستجاب ہوتی ہے۔ آپ نے ان کی یہ عرض نہ سنی میں نے اس بات کو دہرایا آپ نے میری طرف منہ کر کے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ جو کچھ تم طلب کرو گے وہ تم کو عطا فرمائے گا اس کے بعد اپنا عصا مجھے عطا فرمایا اور اس وقت میں نے (جامع ملفوظ ہذا اپنی ذات سے مراد لیتے ہیں) عرض کیا کہ آپ بوقت انتقال حضرت شیخ شیوخ العالم رہ حاضر خدمت تھے خواجہ ذکر اللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمانے لگے میں حاضر نہ تھا مجھے ماہ شوال بجانب دہلی آپ نے بھیج دیا تھا اور تاریخ وفات شریف آپ کی پانچویں ماہ محرم الحرام ہے لیکن وقت ارتحال آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا اور حاضرین سے فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں بھی بوقت انتقال حضرت شیخ الشیوخ خواجہ شہید المحبت رہ دہلی میں حاضر نہ تھا ہانسی میں تھا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان فرماتے جاتے تھے۔ اور گریہ آپ پر طاری تھا سب حاضرین پر اس کا اثر پڑ رہا تھا

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے اسی مرض الموت کے ایام میں ماہ رمضان المبارک کا چاند دکھلائی دیا۔ آپ بسبب غلبہ زحمت روزے نہ رکھ سکے ایک روز چند خربوزے کہیں سے آئے تھے آپ ان کو کھا رہے تھے اسی اثنا میں ایک قاش آپ نے مجھے مرحمت فرمائی۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اس عطائے شیخ کو اسی وقت کھا لوں پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی۔ اس کے کفارے میں دو ماہ پیوستہ روزے رکھ لوں گا میرا یہ ارادہ مستحکم ہوگیا تھا اور قریب تھا کہ میں اس ارادہ کو پورا کروں آپ نے روشن ضمیری سے یہ حال دریافت فرمایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ خبردار تم ایسا نہ کرو میں معذور ہوں مجھے رخصت شرعی ہے۔ اس کے بعد کسی نے آپ سے حضرت شیخ شیوخ العالم قدس سرہ کی مدت عمر کی بابت دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت کی عمر نوے سال کی ہوئی اس روز آپ کے اس بیان سے اس قدر لطف حاصل ہوا کہ تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتا اس کے بعد سماع ہوا برکت حاضری ذات اقدس حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر سے سب کو لطف تام اور ذوق کامل حاصل ہوا اسی شب بعد ادائے نماز عشا آپ نے اپنا خاص مصلا اس ضعیف

کو مرحمت فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۰ ماہ مبارک ربیع الآخر سنہ مذکور

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو دربارۂ دعا ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دعا قبل از نزول بلا کرنی چاہیے اور بزبان عربی یہ ارشاد فرمایا کہ جب بلا آسمان سے نازل ہوتی ہے اور دعا کی جاتی ہے بلا اوپر سے نیچے آتی ہے اور دعا نیچے سے اوپر جاتی ہے دونوں ہوا میں باہم متعارض ہوتی ہیں اگر قوت دعا میں ہو وہ اس بلا کو الٹا پھیرے جاتی ہے اور اگر دعا میں قوت نہ ہوئی بلا نازل ہوتی ہے۔

اسی وقت یہ حکایت خروج لشکر مغل کی بابت بیان فرمائی کہ جب خبر پیدا ہوئی کہ لشکر مغل بہ ارادہ تاراجی ملک نیشاپور بادشاہ نیشاپور کو معلوم ہوئی بادشاہ نے کسی مقرب ندیم کو حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ درگاہ جناب باری میں دعا کریں کہ یہ بلا ٹل جائے آپ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ اب وقت رضامندی کا پہنچا ہے دعا کا وقت گزر گیا مرضی الٰہی پر صبر و شکر کرنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعد نزول بلا بھی دعا مانگنی چاہیے اگرچہ بلا دفع نہیں ہوگی تاہم صعوبت بلا کم ہو جائے گی۔

اس کے بعد گفتگو صبر و رضا کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر یہ ہے کہ جب کوئی امر مکروہ بندہ کو پہنچے اس پر صبر کرے شکایت نہ کرے مگر رضا یہ ہے کہ جب کوئی امر مکروہ بندہ کو پہنچے اس کے پہنچنے سے کوئی کراہیت نہ آئے ایسا سمجھے کہ وہ مکروہ اسے حاصل ہی نہیں ہوا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مذہب متکلمین اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ جب کوئی رنج کسی شخص کو پہنچے اور وہ اس کو نارسیدہ سمجھے اور مطلق خیال نہ کرے۔ یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے کئی جواب ہیں ایک یہ ہے کہ بہت سے

آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو عجلت کسی مقام کو جانا ہوتا ہے اور بہنگام رہروی اگر کانٹا ان کے پاؤں میں لگ جاتا ہے ان کو بسبب مشغلہ کار خبر نہیں ہوتی اور کچھ دیر بعد معلوم ہوتا ہے کہ کانٹا لگا تھا اور دوسری تمثیل یہ ہے کہ جب جہاد و لڑائی میں مشغول ہوتے ہیں ان کو اس وقت اگر کوئی ضرب پہنچتا ہے اس ضرب سے وہ خبردار نہیں ہوتے پس غور کا مقام ہے کہ جو لوگ اپنے کاموں میں مستغرق ہوتے ہیں وقت استغراق ان کو اپنے دردوں کی مطلق خبر نہیں ہوتی تو وہ لوگ جو مستغرق یاد الٰہی ہوتے ہیں اور فنا فی اللہ ہو گئے ہیں ان کو اس تکلیف کی کس طرح سے اطلاع ہوگی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک عاشق کو کسی تہمت میں گرفتار کیا اور بازار میں لکڑی سے باندھ کر ہزار ہا لکڑیاں ماریں اس نے مطلق فریاد نہ کی اور کوئی اثر رنج و الم و تکلیف کا اس کے چہرے پر ظاہر نہیں ہوا جب اس کو سزا دے کر چھوڑ دیا اور اس سے دریافت کیا کہ تو نے اس قدر مار کھائی اور مطلق فریاد نہ کی اس کا سبب بیان کر اس نے جواب دیا کہ میرا معشوق جس پر میں فدا ہوں اس وقت میرے روبرو تھا مجھے اس کے مشاہدۂ جمال کی محویت سے مطلق تکلیف معلوم نہ ہوئی یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ مثال اس شخص کی تھی جو عشق مجازی میں مبتلا تھا اور فی الواقع یہ امر لا تعبیر ہے۔

اس کے بعد گفتگو در بارہ توکل ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ توکل کے تین مرتبے ہیں۔ اول مرتبہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو اپنا وکیل مقرر کرے اور وہ عالم ہو اور اس کا دوست بھی ہو کہ اس کی جانب سے عدالت میں سوال و جواب کرے پس موکل کو ایک قسم کا اطمینان حاصل ہوگا کہ وکیل اس کا ماہر امر میں دانا ہے یہ صورت اول مرتبہ توکل کی ہے اور اس میں سوال بھی ہو سکتا ہے کہ وہ موکل اپنے وکیل کو بتلائے کہ فلاں امر کا بیان اس طرح ہو اور فلاں کا اس طرح یہ توکل مع السوال اور دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ ایک لڑکا شیر خوار ہے کہ اس کی ماں اس کو دودھ پلاتی ہے یہ بھی توکل ہے اس میں سوال نہیں کیونکہ لڑکا سوال نہیں کرتا اور نہ تقاضا کرتا ہے اگرچہ بعض اوقات رونے لگتا ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ مجھے دودھ دے یا دودھ

پلا دے۔ البتہ ماں اپنی شفقت سے دودھ پلاتی ہے تیسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے اور مثال اس کی اس طرح ہے کہ ایک مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہے کہ وہ اسے جس طرح چاہتا ہے حرکت کرتا ہے اس مردہ کا خود اپنا کچھ تصرف نہیں ہوتا۔ تیسرا درجہ توکل کا ہے اور گذشتہ دونوں مراتب سے اعلیٰ ہے۔ اسی عرصہ میں کھانا سامنے لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے گفتگو ظرافت آمیز کرنی شروع کی کہ میں خلال موقع پر تھا اگرچہ شکم سیر تھا مگر اس موقع پر نان قماج میرے روبرو لائی گئی مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور بھوک نہ ہونے کی صورت میں کھایا۔

آپ نے اس کی یہ بات سن کر تبسم فرمایا اور یہ حکایت مناسب وقت بیان فرمائی کہ میں ایک مرتبہ ایام سرما میں حضرت شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ہانسوی کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک روز اشراق کے وقت حضرت شیخ جمال الدین نے مجھ سے مخاطب ہو کر یہ دو مصرعے فرمائے۔ بیت

باروغن گاؤ اندریں روز خنک
نیکو باشد ہریسہ و نان تنک

میں نے عرض کی کہ   حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں یہ کھانا پکایا جائے گا چنانچہ اس روز دسترخوان پر یہی کھانے چنے گئے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص محمد نام تھا۔ کبھی کبھی خدمت شیخ الاسلام میں حاضر ہوا کرتا تا ایک روز یہ محمد حضرت شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھا کہ کھانا سامنے لایا گیا اور اس کے سامنے بھی رکھا چونکہ دسترخوان موجود نہ تھا شیخ محمد نے خیال کیا کہ دسترخوان ہونا چاہیے کہ روٹی اس پر رکھی جائے۔

بابا صاحب کو اس کے اس خطرہ سے اطلاع ہوئی اور آپ نے انگشت سبحہ سے ایک خط مربع زمین پر کھینچ کر فرمایا کہ اے محمد اسے ہی دسترخوان سمجھو اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ واقعہ شروع حال کا ذکر ہے۔

دسویں مجلس

روز جمعہ تاریخ ۲۳ ماہ ربیع الآخر سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس ہفتہ میں کاتب الحروف کو بسبب نہ ملنے تنخواہ کے ایک قسم کا تردد تھا جب میں حاضر خدمت اقدس ہوا آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک صاحب تھے آثار بزرگی ان کی پیشانی سے پیدا تھے کئی مرتبہ مجھ سے ملاقی ہوئے اور باتیں کیں میں نے ان کے فرط شکوہ سے ان کا نام بھی دریافت نہ کیا ایک مرتبہ مجھے راستہ میں ملے اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہو جاؤ گے جیسا لوگوں کا تمہارے حق میں خیال ہے۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے بعد اختتام بیان اس سخن پر بہت استحسان فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہی صاحب ایک مرتبہ اور مجھ سے ملاقی ہوئے اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ لاہور میں ایک بہت بڑے بزرگ شیخ زندہ دل نامی رہتے تھے ایک دن بروز عید جبکہ جملہ مسلمان عیدگاہ گئے ہوئے تھے انھوں نے منہ آسمان کی جانب اٹھا کر عرض کی کہ آج روز عید ہے ہر شخص اپنے سرپرستوں سے عید کا انعام مانگتا ہے مجھے بھی تیری جناب سے عیدی مرحمت ہونی چاہیئے ان کا یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک پارۂ حریر جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تجھ کو دوزخ سے خلاصی بخشی آپ کی گود میں گرا خلق نے اس کرامت کو دیکھ کر آپ کی طرف رجوع کی اور بہت اعزاز و احترام کیا انہیں لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ حضرت آپ نے تو رب العزت سے عیدی حاصل کی مجھے بھی کچھ عیدی آپ مرحمت فرمائیں آپ نے وہی پارۂ حریر اس کو یہ کہہ کر دے دیا کہ جا یہ تیری عیدی ہے کل کے روز میں اور آتش دوزخ باہم سمجھ لیں گے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر یہی شخص مجھ سے ملاقی ہوا اور یہ حکایت بیان کی کہ کسی شہر میں ایک برہمن بڑا مالدار رہتا تھا۔ والی شہر نے اس پر کسی سبب سے اس قدر جرمانہ کیا کہ کل مال اس کا جرمانہ میں ضبط ہو گیا۔ برہمن بیچارہ مفلس و پریشان حال و بہ حالت نکبت ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز اس کا کوئی

پرانا دوست راستہ میں مل گیا اور مزاج پوچھا۔ برہمن نے جواب دیا کہ فضل الٰہی سے میں بہت خوش ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ جب تم سے مال لے لیا گیا پھر خوشی کہاں۔ برہمن نے جواب دیا کہ نہیں میرا جینو میری گردن میں ہے۔

یہ حکایت بیان فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تقریباً ان حکایات کے بیان سے تمہاری کچھ سمجھ میں آیا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے ان حکایات کے سننے سے استغنا و تحمل حاصل ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ازراہ بندہ نوازی یہ حکایتیں اس خاکسار کی تسکین دل کے واسطے فرمائیں۔ یعنی تو تعت مواجب و نایافت اسباب دنیا سے مطلق غم نہ کھانا چاہیئے اگر تمام جہان اس شخص سے پھر جاوے کچھ ڈر نہیں عزت محبت حق برقرار رہنی چاہیئے۔ آپ نے میری اس سمجھ پر بہت استحسان فرمایا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

گیارھویں مجلس

روز جمعہ تاریخ ۱۳ ماہ مبارک جمادی الاول سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اسی شب بندہ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا امیر عالم شیخ ابوالعلی رحمتہ اللہ علیہ مجھے کچھ شیرینی مرحمت فرماتے ہیں یہ خواب حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کوئی پیوند ان کی خدمت میں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا کوئی واسطہ ان سے نہیں ہے یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب بہت مبارک ہے تم کو کوئی چیز غیب سے حاصل ہو گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگلے جمعہ تک مجھے ایک ایسی شے غیب سے حاصل ہوئی کہ میرے گمان میں بھی نہ تھی۔

بارھویں مجلس

روز دو شنبہ تاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاول

یہ گیارھواں روز اس خواب کو دیکھے ہوا تھا کہ اس کے ذریعے ایک شے بابرکت حاصل ہوئی تھی الغرض اس روز حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے امیر عالم ابوالمعی رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے اور اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ صاحب نعمت تھے ان کو حضرت خواجہ اجل شیرازی سے نعمت حاصل ہوئی تھی ایک روز وہ درویش منبر پر چڑھے گرد اگرد منبر کے اژدحام خلق ہوا۔ اس مجمع میں امیر عالم ابوالمعی رحمتہ اللہ علیہ بھی حاضر تھے اس صاحب نعمت نے منبر پر چڑھ کر یہ بیان فرمانا شروع کیا کہ اے خلق خدا آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے نعمت حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی آج کی رات میں یہ چاہتا تھا کہ وہ دولت اپنے لڑکے کو تفویض کروں کہ حکم ہوا خبردار یہ حق امیر عالم ابوالمعی کا ہے اس کو دو یہ فرما کر منبر سے نیچے اترے اور امیر عالم ابوالمعی کو بلا کر اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور وہ نعمت ان کے سپرد کی۔

تیرھویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۲۹ ماہ جمادی الآخر سنہ [illegible]ھ

کو سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو فضیلت ماہ رجب المرجب کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ماہ نہایت بزرگ اور بابرکت ہے اس میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں اور چار راتیں اس ماہ میں بہت بابرکت ہیں۔ اول شب غرہ۔ دوم شب جمعہ۔ سوم شب چہاردہم یعنی چودھویں رات۔ چہارم ستائیسویں رات کو شب معراج ہے۔

اس کے بعد گفتگو نماز نفل کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس ماہ میں نماز نفل ادا کرتا ہے ثواب اس کا فرض کے برابر پاتا ہے اور اس ماہ کی نفل نماز

فرض قضا شدہ کے بدلے میں محسوب ہوں گی۔

اس کے بعد حکایت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ وہ نماز ہائے قضا شدہ اس ماہ میں پڑھتے تھے۔

چودھویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۲ ماہ رجب سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو استغراق کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سالک جب بیعت پیر میں مستقیم ہو جاتے وہ اپنی ناکردنی فعلہائے گذشتہ کے بدلے میں ماخوذ نہ ہوگا اور اسی وقت یہ حکایت مناسب اس حال کے بیان فرمائی کہ شیخ سراج الدین ساکن ابوہر ایک بزرگ شخص تھے۔ شیخ الاسلام فریدالدین مسعود رحمتہ اللہ علیہ سے ان کو شرف بیعت حاصل تھا اور اس گاؤں کے کئی آدمی حضرت سے بیعت تھے۔ خیر میں ابوہر میں ایک روز ان کے گھر مقیم ہوا اتفاقاً اسی روز گاؤں والوں کی ان کی زوجہ سے لڑائی ہوئی ان لوگوں نے حالت غیظ و غضب میں کلمات ناگفتنی شیخ سراج الدین کی عورت کی نسبت استعمال کیے اور وہ اس پاکدامن عورت کے حق میں تہمت تھی قصہ مختصر اس نیک بی بی نے ان سے سوال کیا کہ یہ جو کچھ تم کہتے تھے واقعات میرے مرید ہونے سے پہلے کے ہیں یا پیچھے کے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے جب یہ کلمات فرمائے اس کے استقلال کی اور ان کلمات کی نہایت تحسین فرمائی۔

پندرھویں مجلس

تاریخ ۲۹ رجب روز سہ شنبہ سنہ [illegible]ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض حال کیا اور اپنے احسن انتظام خانہ کے لیے دعا اور رفع تنگی کی امداد چاہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شب برائے رفع تنگی معیشت سورۂ فاتحہ پڑھا کرو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمتہ اللہ علیہ برائے تنگی رزق ہر شب جمعہ کو سورۂ فاتحہ پڑھنا فرمایا کرتے تھے میں نے جو ہر شب پڑھنے کے لیے کہا ہے واسطے زیادتی اثر کے کہا ہے اور نیز یہ عمل نیک ہے یہ فرما کر فرمانے لگے کہ میں نے اپنے لیے کبھی اس وظیفہ کو نہیں پڑھا کیونکہ میری خواہش ہے کہ جس حال میں اللہ تعالیٰ رکھے راضی ہوں۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ میرا گذر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو لباس فقراء پہنے ہوئے تھی وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ اور دوسرا تعبیر دیتا تھا کہ یہ خواب تیرا بہت اچھا ہے تعبیر اس کی یہ ہے کہ روزگار تمہارا ہو جائے گا اور اسباب دنیا مہیا ہوگا خوب آرام سے گزرے گی۔ میرے دل میں آیا کہ میں ان سے عرض کروں کہ تمہارا یہ بیان ان کپڑوں کو پہن کر مناسب نہیں۔ ایسے لباس کے پہننے والوں کو ایسا تذکرہ نہ کرنا چاہیئے مگر اسی وقت مجھے خیال ہوا کہ میں کون ہوں جو انہیں منع کروں الغرض میں نے ان سے متعلق تعرض کیا اور اپنی راہ چلا گیا۔

یہ حکایت سن کر اس شخص نے جس نے طلب استمداد کی تھی عرض کیا کہ یا حضرت بنی آدم کو فراہمی اسباب و فکر معاش ضروری ہے بغیر اس کے چارہ نہیں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے تبسم کیا اور ارشاد فرمایا کہ میں یہ حکایت اپنے حال کے متعلق بیان کرتا تھا تم سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

سولھویں مجلس

روز پنجشنبہ پنجم ماہ رمضان عمت میامنہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس روز بندہ نے مع چند یاران دیگر آپ سے تجدید بیعت کی آپ نے از راہ کرم اس وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از عزیمت مکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطریق رسالت مکیوں کے پاس روانہ کیا

تھا کہ بعض نالائقوں نے یہ خبر بد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا جب آپ نے یہ خبر متوحش سنی اصحاب رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس امر کی بیعت کرو کہ اہل مکہ سے جنگ کی جائے یاروں نے سب اسکو بیعت کی کہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت سے بہنگام بیعت تکیہ لگائے بیٹھے تھے اس وجہ سے اس بیعت کا نام رضوان شجرہ اور بیعت شجرہ ہے اسی وقت ایک صحابی نے جن کا نام ابن اکوع تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کے لیے عرض کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے قبل ازیں بیعت نہیں کی ہے انھوں نے جواب دیا کہ بیعت کر چکا ہوں اور اب دوبارہ پھر اس سعادت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں پس آپ نے دوبارہ ان کو یہ سعادت بخشی۔ مشائخ جو تجدید بیعت کرتے ہیں یہی سند بیان فرماتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرید تجدید بیعت کرنا چاہے اور شیخ موجود نہ ہو تو جامہ شیخ اپنے سامنے رکھے اور ان کپڑوں سے بیعت کرے حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ بعض اوقات ایسا ہی کرتے تھے اور میں بھی کبھی کبھی ایسا ہی کرتا ہوں۔

اس کے بعد گفتگو حسن اعتقاد کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شیخ رفیع الدین رحمتہ اللہ علیہ سے جو شیخ الاسلام اودھ تھے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرا ایک دوست خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ اس کو کسی تہمت میں گرفتار کیا اور سزائے قتل تجویز کی گئی۔ قتل گاہ میں لا کر جلاد نے ان کو رو بقبلہ کھڑا کیا اور قتل کرنا چاہا تھا انھوں نے منہ پھیر لیا اور قبلہ کی جانب پشت دے کر منہ اس طرف کر کے کھڑے ہو گئے جس طرف ان کے پیر کا مزار تھا۔ جلاد نے کہا کہ تم نے منہ کیوں پھیر لیا ایسے وقت منہ قبلہ کی طرف کیا کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جس طرف میرا قبلہ ہے میں نے اپنا منہ کر رکھا ہے تو اپنا کام کر۔

اس کے بعد آپ نے خود اپنے متعلق یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں سفر میں تھا۔ مجھے ایک روز ایک منزل میں بسبب درازی منزل سخت تکلیف ہوئی اگر چہ

پاپیادہ مسافر تھا مگر پھر بھی تشنگی غالب ہوئی۔ راہ میں ایک تالاب تھا میں اس کے کنارے گیا
گھوڑے سے اترا اور چاہتا تھا کہ پانی پیوں مگر ضعف غالب ہوگیا تھا۔ مجھے قے ہوگئی اور گر کر
بے ہوش ہوگیا اس حالت بیہوشی میں نام شیخ الاسلام کا میری زبان سے جاری تھا چنانچہ تھوڑی
دیر کے بعد مجھے ہوش آیا میں نہایت خوش ہوا الحمدللہ مجھ کو یقین کامل ہوگیا کہ آخری وقت میں بھی نام مبارک
شیخ کا میری زبان سے جاری ہوگا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ میں ان کی یاد ہی میں سفر
آخرت کروں گا۔

سترھویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ سوم ماہ رمضان المبارک سنہ [illegible] ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو زیارت قبور کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد
فرمایا کہ میری والدہ رحمۃ اللہ علیہا جب بیمار ہوتیں اپنی بیماری میں اکثر فرماتیں کہ فلاں بزرگ اور
فلاں بزرگ کی زیارت کو جاؤ میں ان کے حکم کے مطابق جاتا اور واپس آکر عرض حال کرتا نہایت
خوش ہوتیں اور فرماتیں کہ میری بیماری میں تخفیف ہوئی اور مرض رو بہ صحت ہے اور اسی وقت
یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حالت بیماری میں
مجھ سے اور کئی یاروں سے فرمایا کہ فلاں خطیرہ میں جہاں بہت سے شہداء آسودہ ہیں جاؤ
اور زیارت سے فارغ ہو کر میری صحت کے لیے دعا مانگو۔ چنانچہ ہم سب وہاں گئے اور
تعمیل حکم کے بعد واپس آکر ماجرا عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری دعا نے میرے حق میں
کوئی فائدہ نہ بخشا (مجھ سے اس کا جواب مطلق نہ دیا گیا) میرے ایک پیر بھائی شیخ علی
بہاری تھے وہ میرے متصل کھڑے تھے انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ ناقص ہیں اور
آپ کی ذات کامل ہے ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں اثر پیدا نہیں کرتی آپ نے
کسی وجہ سے ان کے معروضہ کو نہ سنا۔ میں نے دوبارہ وہی الفاظ جو شیخ علی بہاری نے
کہے تھے آپ کی خدمت میں دہرائے استحسان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے خدا سے
چاہا ہے کہ جو کچھ تو طلب کرے وہ اپنے فضل و کرم سے مجھے عطا فرمائے اسی منزل پا

عصا مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اور بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ جاکر آج شب
کو فلاں خطیرہ میں بیدار رہو۔ میں اور وہ دونوں حسب الارشاد رات بھر اس خطیرہ میں مشغول
رہے اور صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس حال کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا
بہت اچھا کیا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ان ہی ایام میں آپ نے مجھ سے ارشاد
فرمایا کہ تم معہ چند یاران دیگر ایک لاکھ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھو اور اس کو تم ہی پڑھنے کے لیے
ان لوگوں میں تقسیم کر دو میں نے حسب حال اپنے پیر بھائیوں سے جو خانقاہ میں موجود تھے کہا
اور ان میں تقسیم کی کسی نے پانچ ہزار اور کسی نے چار ہزار پڑھنے کا وعدہ کیا میں نے
دس ہزار اپنے ذمہ لیں۔ الغرض ایک ہفتہ یا اس سے بھی کم میں تمام ہوگیا پورا ہوجانے
پر آپ کی خدمت میں عرض کیا اور با ادب دریافت کیا کہ آپ نے استیفائے مرض کے لیے
یہ ورد پڑھوایا ہے۔ فرمانے لگے نہیں کچھ اور ہی مقصود ہے۔ واللہ اعلم آپ کا
مقصود کیا تھا۔

اٹھارویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۷ ماہ ذی القعدہ سنہ مذکورہ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ تفسیر امام ناصرالدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سامنے رکھی تھی
آپ صاحب تفسیر کا حال بیان فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ امام ناصر بیہقی رہ بیمار ہوئے اور
اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہوگیا اعزا و اقربا نے آپ کو مردہ تصور کرکے دفن کر دیا
رات کے وقت آپ کو ہوش ہوا خود کو مدفون دیکھا۔ سخت متحیر ہوئے اس حیرت و
پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین
پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے اور وہ تنگی اس کی فراخی سے بدل
جاتی ہے۔ یہ سوچ کر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی آپ اکتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ
اثر کشادگی ظاہر ہوا اور وہ یہ تھا کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر

کھودی تھی۔ امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ کفن چور ہے۔ پس اس خیال سے کہ مبادا یہ
معلوم کر جائے کہ کوئی شخص زندہ مدفون ہے اور یہ اپنے ارادہ سے باز رہے چالیسویں مرتبہ
آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے الغرض جب آپ
نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا یہ کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے
کفن چور نے جب یہ امر معائنہ کیا ہیبت سے اس کا گردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ خوف
کھا کر گر پڑا اور مر گیا امام کو اس کی ہلاکت کا بہت تاسف ہوا اور اپنے دل سے کہا کہ تو نے
اس قدر جلدی کی اس کو اپنا کام کر لینے دیا ہوتا اور پھر باہر نکلتا۔ الغرض پشیمان ہوتے
ہوئے باہر آئے اور خیال کیا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں گا لوگوں کو اس حال کے وقوع سے
سخت پریشانی و حیرت و ہیبت ہوگی خوف کھا جائیں گے۔ پس آپ رات کو ہی شہر میں
گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں امام ناصر بستی ہوں تم لوگوں
نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا۔ میں زندہ ہوں
خواجہ ذکراللہ بالخیر یہ بیان فرما کر فرمانے لگے کہ یہ تفسیر انہوں نے اس واقعہ کے بعد لکھی تھی۔

اس کے بعد گفتگو مردان خدا کے بارے میں ہوئی کہ وہ ہمیشہ یاد دوست میں مستغرق رہتے
ہیں اور کھانے پینے سونے و دیگر ضروریات سے مطلق باخبر نہیں ہوتے جو کچھ کرتے ہیں محض
خالصاً لوجہ اللہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ دریا کے کنارے رہتے تھے۔ اس
دریا کے پار ایک دوسرے بزرگ کا قیام تھا ایک روز انہوں نے تھوڑا سا کھانا مہیا کر کے
اپنی عورت سے کہا کہ یہ کھانا اپنے سر پر رکھ اور دریا عبور کر کے اس مرتاض شخص کو دے آ
کہ وہ کھا لیوے۔ عورت نے کہا کہ راہ میں پانی بہت زیادہ ہے عبور دریا بغایت دشوار ہے
میں کیونکر جاؤں شیخ نے کہا کہ جب تو دریا کے کنارے پہنچے پانی سے کہہ دیجو کہ اے پانی اس
حرمت سے کہ میرے شوہر نے مجھ سے کبھی صحبت نہیں کی مجھے راہ دے۔ عورت یہ سن کر
سخت متعجب ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ مجھ ان سے کئی بچے پیدا ہو گئے ہیں یہ بات میں کس
طرح کہہ سکتی ہوں قصہ مختصر وہ نیک عورت یہ سوچتی ہوئی دریا کے کنارے پہنچی اور پانی

سے جو اس کے شوہر نے تلقین کیا تھا کہا۔ پانی سنتے ہی دو ٹکڑے ہو گیا اور درمیان آب راہ خشک
ظاہر ہوئی کہ یہ عورت پار چلی گئی اور بزرگ کو کھانا پہنچایا۔ درویش نے تناول کیا اور عورت سے کہا
کہ واپس چلی جاؤ عورت نے یہ سن کر کہا کہ راستہ میں دریا حائل ہے۔ میرے شوہر نے مجھے کچھ
تلقین کیا تھا اس کی برکت سے میں پار آئی اب واپس جانا ناممکن ہے درویش نے یہ سن کر
دریافت کیا کہ تمہارے خاوند نے کیا کلمات تم سے کہے تھے۔ عورت نے وہی الفاظ جو اس
کے خاوند نے کہے تھے دہرا دیے۔ درویش نے ان کو سن کر کہا کہ جب تو لب آب پہنچے میری
جانب سے مخاطب ہو کر کہہ دینا کہ اے پانی اس شخص کی حرمت سے جس نے کبھی تیس برس ہوئے
کھانا نہیں کھایا ہے مجھے راستہ دے۔ اس زن صالحہ کو یہ سن کر اور بھی تعجب ہوا کہ انہوں نے
تو ابھی میرے روبرو میرا لایا ہوا کھانا کھایا ہے اب یہ کیا فرما رہے ہیں۔ القصہ وہ عورت اسی
شش و پنج میں بر لب آب پہنچی اور وہ کلمات کہے جو انہوں نے فرمائے تھے پانی سنتے ہی
دو ٹکڑے ہو گیا اور درمیان آب موافق بار اول راہ خشک نمودار ہوئی اس نے بسلامت عبور
دریا کیا اور اپنے مکان میں پہنچی۔ اپنے خاوند کے قدموں میں گر پڑی کہ مجھے اس راز سے
مطلع فرمائیے کہ آپ نے ہمیشہ مجھ سے صحبت کی ہے اور کئی لڑکے آپ کے نطفہ سے موجود
ہیں اور درویش نے میرے روبرو کھانا کھایا ہے اور تعجب ہے کہ آپ نے اور اس نے انکار
کیا اور اسی کی وجہ سے پانی نے راہ دی۔ اس کے خاوند نے کہا کہ آگاہ ہو میں نے تجھ سے
ہوائے نفس محض صحبت نہیں کی کہ جب تجھ سے صحبت کی تیرے حق کے ادا کرنے کی نیت
سے کی اور اس مرد صالح نے بھی تیس برس سے ہوائے نفس خود کبھی کھانا نہیں کھایا جب
کھانا کھایا بہ نیت بقائے زندگی و قوت عبادت کھایا یہی وجہ تھی کہ پانی نے اس حرمت کو
نگاہ رکھا اور تجھے راہ دی۔ پس خبردار ہو جاؤ کہ مردان خدا جو کچھ کرتے ہیں نیت ان کی ہمیشہ
بجا آوری فرمان حق ہوتی ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت حضرت قدوۃ الاولیا شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ
علیہ کی بیان فرمائی کہ ان کے دو لڑکے تھے دونوں ایک ہی ساتھ یعنی توام پیدا ہوئے تھے
منجملہ ان کے ایک کی بحالت طفلی وفات ہو گئی تھی اور دوسرا جو جوان ہوا تھا اس کا

حال حضرت کے حال سے بالکل برعکس تھا۔ یہ فرما کر حضرت ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ فرزند حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ السلام شیخ فریدالدین مسعود گنجشکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ القصہ جب آپ کے چھوٹے لڑکے کی وفات ہوئی حضرت اس کو دفن کر کے واپس آئے مکان میں گئے۔ آپ کی بیوی نے رونا شروع کیا مکان سے باہر آکر مجلس خانہ میں تشریف فرما ہوئے گھر کے اندر سے آواز جزع و فزع آتی تھی یہ نالہ اُن کا شیخ کے سمع شریف میں پہنچا ہاتھ ملنے لگے۔ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انھوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ یہ اظہار تاسف کیا کر رہے ہیں فرمانے لگے کہ مجھے اس وقت یہ خیال آیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے اپنے لڑکے کی درازیٔ عمر کے لیے دعا نہ مانگی اگر میں طلب کرتا ہر آئینہ دعا میری قبول ہوتی۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت کا استغراق دیکھنا چاہیئے کہ کیسا واقعہ ہائلہ ہوا اور آپ کو خبر نہ ہوئی اور آپ کیسے یاد دوست میں مستغرق تھے کہ واقعہ وفات فرزند کو نہ معلوم کر سکے۔

اس کے بعد گفتگو دربارۂ دعا ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ وقت دعا بندہ کو لازم ہے کہ وہ اپنی کسی معصیت کا خیال نہ کرے اور نہ کسی طاعت کو درمیان میں لائے کہ اس سے عجب پیدا ہوگا اور دعا قبول نہ ہوگی اور معصیت کا خیال کرنے سے ایقان قبول دعا میں سستی پیدا ہوگی۔ بہر حال وقت طلب دعا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر نظر رکھنی اور امیدوار رحمت حق رہنا اور اس امر کا پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس وقت یہ بھی فرمایا کہ وقت دعا مانگنے کے دونوں ہاتھ کشادہ سینے کے برابر ہونے چاہئیں۔ اور فرمایا کہ ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پنجے ملے ہوئے ہونے چاہئیں۔ کہ کوئی چیز اس میں ڈالی جائے گی۔ اس وقت یہ بھی فرمایا کہ دعا برائے تسکین قلب ہے اللہ تعالیٰ عزوجل جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو مریدوں کے عقیدے کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ اسی شہر میں میرا ایک ہمسایہ محمد نام تھا اسے ہر سال نہارو نکلا کرتے

تھے اس سے بیچارہ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ جب میں نے ارادہ روانگی برائے سعادت قدم بوسی حضرت شیخ الاسلام رہ کیا یہ محمد میرے پاس آئے اور شکایت نہارو کی کرنے لگے اور کہا کہ جب آپ دولت قدم بوسی سے مشرف ہوں میری بیماری کا بھی ذکر فرمائیں اور کوئی تعویذ لائیں کہ مجھے مرحمت کریں کہ اس عذاب جانکاہ سے نجات حاصل ہو۔ القصہ جب میں حضرت شیخ الاسلام کی زیارت سے مشرف ہوا مجھے شیخ محمد بھی یاد آئے ان کا حال بیان کر کے گزارش کی کہ انھوں نے ایک تعویذ کے لیے کہا تھا حضور مرحمت فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم ہی لکھو میں نے تعویذ لکھا اور آپ کے ملاحظہ میں گزرا آپ نے مجھے واپس دے دیا اور فرمایا کہ اپنے پاس رکھو جب دہلی پہنچو ان کو دے دینا۔ جب میں واپس دہلی آیا میں نے وہ تعویذ شیخ محمد کو دے دیا۔ ان کو اس تاریخ سے پھر کبھی نہارو نہ نکلا۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے اس میں کیا لکھا تھا خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اس میں اللہ شافی ۔ اللہ کافی ۔ اللہ معافی اور ایک دو کلمے اور لکھے تھے جو اس وقت یاد نہیں آتے۔

اس کے بعد یہ حکایت مریدوں کے حسن اعتقاد میں بیان فرمائی کہ میں ایک روز مجلس مبارک حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہٗ میں حاضر تھا۔ کہ ایک بال آپ کی داڑھی سے جدا ہو کر آپ کی گود میں گرا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے آپ نے اجازت بخشی میں نے عرض کیا کہ ایک بال آپ کی داڑھی سے جدا ہو کر گرا ہے مجھے اجازت دی جائے کہ میں اُسے اٹھالوں اور اپنے پاس بطور تعویذ کے رکھوں آپ نے از راہ کرم بخشش فرمائی میں نے اس بال کو بتعظیم تمام اٹھایا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر بطور تعویذ کے رکھا عجب برکتیں اور کرامات اس سے ظاہر ہوئیں اور ہمیشہ دیکھنے میں آئیں کہ اس سے ہر ایک درد مشکل بیماری اور درد دل کی دوا ہوتی تھی بیمار آکر تعویذ مجھ سے لے جاتے تھے اور چند روز رکھ کر بعد شفا دے جاتے تھے۔ میرے ایک دوست شیخ تاج الدین ملتانی نام کے تھے۔ ایک مرتبہ ان کا لڑکا بیمار ہوا وہ تعویذ مانگنے میرے پاس گئے میں اس تعویذ کو باحترام تمام ایک طاق میں رکھا کرتا تھا ڈھونڈ کر ان کو دینا

چاہا۔ تعویذ طاق میں نہ ملا۔ میں نے اس خیال سے کہ شاید بھول کر کسی دوسرے طاق میں رکھ دیا ہوگا اور طاقوں میں بھی دیکھا مگر نہ پایا اور وہ دوست نامراد واپس چلے گئے اور لڑکا ان کا فوت ہوگیا۔ بعد کئی روز کے پھر کوئی شخص مانگنے آیا میں نے اس کو دینے کے لیے پھر اٹھا اور دیکھا جس طاق میں رکھا تھا۔ مجھے مل گیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ شیخ تاج الدین کے لڑکے کی موت آگئی تھی اس وجہ سے یہ موئے مبارک نہ ملا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۱۴ ماہ ذیقعدہ سنہ ۶۵۵ھ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو نظم و نثر کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کلام نظم سخن خوب جو سنا جاتا ہے اُس کے سننے سے ایک ذوق حاصل ہوتا ہے اور جو سخن خوش کر بعبارت نثر سنا جاوے اور اچھا معلوم ہو اگر وہی سخن نظم میں سنا جاوے زیادہ دلپذیر ہوگا اور لحن خوب سے سننے میں زیادہ اثر ہوتا ہے اگر وہی لحن بد سے سنا جائے بہت کم اثر پیدا کرے گا۔ نیز ذوق بھی کم ہوگا۔

اس وقت راقم الحروف نے عرض کیا کہ بندہ کو جس قدر رقت سماع میں ہوتی ہے کبھی بوقت خیر نہیں ہوتی آپ نے ارشاد فرمایا کہ سماع اصحاب طریقت کی جان ہے سماع سے ایک آگ ان کے دلوں میں محبت کی بھڑک اٹھتی ہے اور ذوق حاصل ہوتا ہے اگر یہ ذوق نہ ہوتا زندگی لاحاصل تھی یہ فوائد بیان فرماتے ہوئے آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ایک نفس سرد سینہ سے کھینچ کر ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے خواب میں کچھ دکھلائی دیا میں نے یہ مصرعہ پڑھا ؎

اے دوست بدست انتظارم کشتی

اور دوبارہ پھر اس کا اس طرح اعادہ کیا ؎

اے دوست بزخم انتظارم کشتی

جس وقت میری آنکھ کھل مجھے یہ مصرعہ یاد تھا۔ دراصل یہ مصرعہ اسی طرح ہے ؎

اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی

بیسویں مجلس

تاریخ ۱۳ ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو صدق ارادت کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سپاہی محمد شاہ نامی حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی قدس سرہ العزیز کا مرید تھا وہ جب کسی کام کا یا کسی جگہ جانے کا عزم کرتا اسی اندیشہ میں خدمت شیخ کو خواب میں دیکھتا اور جس ہیئت میں آپ کی زیارت کرتا اس خواب کی تعبیر کر اسی پر قیاس کرتا ایک مرتبہ اس کا ہندوستان آنے کا قصد ہوا ایک شب خواب میں دیکھا کہ شیخ الاسلام بجانب پاک پٹن رواں ہیں۔ جب بیدار ہوا یہ عزم کیا کہ مجھے پاک پٹن جانا چاہیئے اگرچہ اس نے اس خواب میں حضرت سے کلام نہیں کیا اور نہ آپ نے اُسے کچھ فرمایا صرف اسی قدر اشارہ دیکھا تھا اس کو دیکھ کر محمد شاہ نے نیت ہندوستان جانے کی فسخ کی اور بجانب پاک پٹن روانہ ہوا۔ الغرض اس سفر میں ان کو بہت آرام ملا راہ نہایت آسانی سے طے ہوئی۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس محمد شاہ کو خود میں بھی کہا کرتے تھے۔ مرد بزرگ تھے۔ آخر عمر میں سفر حج کعبہ کیا اس سفر کے بعد پھر اُن کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کہاں گئے اور کیا ہوئے۔

اکیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ محرم الحرام سنہ ۶۵۶ ہجری

دولت دست بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ تھے ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت لایا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ آپ

نے اس [illegible] انق رسم خرقہ عطا فرمایا وہ شخص خرقہ پہن کر چلا گیا بعد چند روز کے کسی نے آپ کی مجلس میں اس امر کا ذکر کیا کہ وہ نیک طریقہ سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ بد صحبت اختیار کی ہے اور کار ہائے ناکردنی کرتا ہے۔ امور فساد میں مشغول ہے۔ آپ یہ سن کر اس کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس مرید سے ارشاد فرمایا کہ چل کر میرے مکان میں رہ اور جو کچھ کرنا ہو وہاں کر میں تیری پردہ پوشی کروں گا۔ کس لیے کہ درویشی جامع حسنات اور کل پردہ پوشی سے مملو ہے۔ مرید نے جب آپ کا یہ فرمان سنا آپ کے قدموں میں گر پڑا تجدید بیعت کی اور ایسا تائب ہوا کہ پھر کبھی گناہ کے پاس نہ پھٹکا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اس حکایت کے تمام ہونے پر بندہ نے عرض کیا کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ پیر مرید کے حال پر نظر کرتا ہے۔ کیونکہ اگر مرید کے حال پر نظر نہ کرے کیونکہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن کے عمل درست ہیں لیکن پیر کو اُن کے اعتقاد کا بھی حال معلوم کرنا چاہیے کہ آیا اعتقاد درست ہے اور اس میں کسی قسم کا فرق تو نہیں آیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ایسا ہی کرنا چاہیے۔ کیونکہ اصل اس کام میں اعتقاد کا درست ہونا ہے۔ جیسا کہ عالم ظاہر میں اصل ایمان یہ ہے کہ مرد وحدانیت اللہ تعالیٰ اور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقر ہو کہ بغیر اس کی درستی ایمان کی نہیں ہو سکتی مرید کو بھی لازم ہے کہ پیر کی بابت اعتقاد درست رکھے۔ مومن کا ایمان اس کا درست ہو گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح مرید کا اعتقاد اس کا بھی پیر درست ہو اور کوئی لغزش اس سے صادر ہو جائے حکم اس کے ارتداد کا نہیں دیا جائے گا۔ اور اُمید ہے کہ اعتقاد راسخ کی برکت سے وہ پھر درست ہو جاوے گا۔

اس کے بعد گفتگو تلاوت قرآن کے بارے میں ہوئی اور حفظ قرآن کا ذکر ہوا بندہ نے عرض کیا کہ اگر حفظ نہ ہو تو ناظرہ پڑھنا بہتر ہے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا بہت بہتر ہے کہ آنکھ کو بھی حظ حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام جس شخص کو قرآن شریف حفظ کرنے کے لیے فرماتے اول سورۂ یوسف یاد کرنے کی ہدایت فرماتے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جس نے

ابتداءً سورۂ یوسف کو حفظ کیا اللہ تعالیٰ اُس کی برکت سے تمام قرآن شریف یاد کراتا ہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ جس شخص نے قرآن شریف حفظ کرنے کی نیت کی اور یاد کرنے سے پیشتر مر گیا قبر میں رکھے جانے کے بعد ایک فرشتہ آوے گا جس کے ہاتھ میں ایک ترنج بہشتی ہو گا۔ اس شخص کے ہاتھ میں دے کر کھانے کے واسطے کہے گا اس ترنج کے حلق سے نیچے اترتے ہی قرآن شریف اس کو یاد ہو جائے گا اور وہ قیامت کے روز حافظ اٹھے گا۔

اس کے بعد گفتگو ان عالموں کے بارے میں ہوئی جو درویش صفت ہوتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایسے تین عالم دیکھے ہیں۔ ایک مولانا شہاب الدین میرٹھی دوم مولانا حافظ احمد سوم مولانا کیتھل۔

اور اسی وقت یہ حکایت مولانا احمد کی بیان فرمائی کہ وہ بڑے باخدا عالم اور حافظ کلام ربانی تھے۔ ایک مرتبہ میں بعد وصال حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ عازم اجودھن تھا۔ سرسہ میں مولانا احمد حافظ سے ملاقی ہوا۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ جب تم روضۂ مبارک پر پہنچو میری جانب سے دست بستہ بعد سلام عرض کرنا کہ میں طالب دنیا نہیں ہوں۔ اس کے طالب بہت ہیں اور عقبیٰ بھی مجھے نہیں چاہیے میں صرف اسی قدر چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ بخیر کرے اور نیک لوگوں کے زمرہ میں بروز حشر اٹھائے۔

اس کے بعد حکایت بزرگی مولانا کیتھل کی بیان فرمائی کہ وہ بہت بڑے بزرگ تھے کسی کے مرید نہ تھے مگر اکثر اولیاء اللہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ میں نے ان کو پہلے مرتبہ وعظ فرماتے ہوئے دیکھا تھا اُن کی تقریر سے ہیبت اور بزرگی پیدا تھی اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ واصلان الٰہی سے ہیں۔ مجھے ایک عرصہ سے ایک مشکل مسئلہ دریافت طلب تھا۔ میں نے ان سے اس کا حل چاہا آپ نے بوضاحت تمام بیان فرمایا کہ وہ اس طرح اور اس طرح ہے۔

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ بیان فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمانے

لگے کہ اگر میں یہ مسئلہ سو عالموں سے دریافت کرتا تو حل نہ ہوتا۔

اس کے بعد ان کے اخلاق کی یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے میرا خدمتگار جو شہران دنوں لڑکا تھا اس سے کسی قسم کی بے ادبی سرزد ہوئی۔ میں نے ایک چپت ماری۔ مولانا کیتھلی یہ حال دیکھ کر رونے لگے گویا چپت ان کو لگی تھی اور روتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ یہ میری شامت تھی اور اثر میری بدبختی کا تھا کہ اس کو یہ آزار پہنچا ان کے رونے سے میرا بھی دل بھر آیا اور شکستگی کمال دل کو ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے ایک اور حکایت ان کی بزرگی میں بیان فرمائی کہ خود آپ ہی مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ جس سال سلطان قطب الدین حسن کا انتقال ہوا دہلی میں قحط پڑا ہوا تھا ایک روز میں بحالت گرسنگی بازار کے پاس میں گیا اور کھانا خریدا۔ لیکن اس وقت دل میں یہ آیا کہ اس کو تنہا نہ کھاؤں اور بھی کسی غریب کو ہم نوالہ کروں۔ اتنے میں ایک درویش دلق پوش میرے سامنے سے گزرا میں نے بڑھ کر اس سے کہا کہ اے بھائی میں غریب ہوں اور تم مجھے غریب معلوم ہوتے ہو۔ میں نے تھوڑا سا کھانا خریدا ہے مہربانی فرما کر میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ اس نے قبول کیا ہم اور وہ دونوں نان بائی کے کوٹھے پر چڑھے اور کھانا شروع کیا۔ اس اثناء میں میں نے اس شخص سے کہا کہ مجھ پر بیس تنکہ (ایک قسم کا سکہ) قرض ہو گیا ہے۔ مجھے اس کی ادائگی کی فکر ہے اس درویش نے یہ سن کر کہا کہ تم بفراغ دل کھانا کھائے جاؤ میں بیس تنکے تمہیں دونگا مجھے خیال ہوا کہ یہ شخص مجھ سے بھی زیادہ نادار معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس بیس تنکہ کہاں ہوں گے جو مجھے دے گا۔ الغرض جب میں اور وہ دونوں کھانا کھانے سے فارغ ہوئے وہ مجھے اپنے ساتھ عیدگاہ لے گیا عیدگاہ کے پیچھے ایک قبر تھی اس کے سرہانے کھڑا ہو کر کچھ پڑھا اور ایک چھوٹی چپٹی سے جو ہاتھ میں تھی آہستہ ایک دو بار اس پر ضرب ماریں اور باواز کہا کہ اس درویش کو بیس تنکہ کی ضرورت ہے جلد دو یہ کہہ کر میری جانب مخاطب ہوا اور کہا آپ جائیے بیس تنکہ آپ کو پہنچ جائیں گے۔ مولانا کیتھلی کہتے تھے کہ میں بعد ان کی دست بوسی کے واپس چلا آیا اور اس حیرت میں

تھا کہ کون بلا ہو جو مجھے بیس تنکہ دے گا۔ میں یہ سوچتا آرہا تھا کہ مجھے ایک خط کی بابت جو ایک شخص نے کسی مقام پر پہنچانے کے واسطے دیا تھا یاد آیا کہ وہ جگہ اس مقام سے نزدیک ہے خط پہنچاتا جاؤں جب میں دروازہ کمال کے متصل پہنچا ایک ترک کو بالاخانے میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ اس نے مجھے آواز دی اور اپنے غلاموں کو میری طلب میں دوڑایا میں اس کے بلانے سے بالاخانہ میں داخل ہوا اس نے میری بہت خاطر کی اور نہایت تعظیم سے پیش آیا میں نے ہرچند کوشش کی کہ اس کو شناخت کروں مگر نہ پہچان سکا اور وہ ترک بدستور کہتا تھا کہ تم فلاں عالم ہو اور میں تم کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور تم نے فلاں موقع پر میرے ساتھ بھلائی کی تھی میں ہمیشہ اس کے سوال کے جواب میں کہتا تھا کہ میں تم سے واقف نہیں ہوں تم کو نہیں پہچانتا مگر وہ میرے کہنے کو نہ مانتا تھا اور ہر بار یہی کہتا تھا کہ میں نے تم کو پہچان لیا ہے اب خود کو چھپانے سے کیا حاصل ہوگا۔ الغرض اس نے ایسی ہی بہت سی ردوکد کی آخرالامر بیس تنکہ طلب کر کے ہزاروں معذرت کے بعد مجھے دیئے۔

یہ فرما کر حضرت ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ کھانا جو اس نے تنہا نہ کھایا یہ ان کی عادت مستحسنہ تھی کہ کبھی تنہا نہ کھاتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ہنگام مسافرت میں نے حوالہ سرسی میں سنا کہ کل راہ میں ڈاکہ پڑا اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے ہیں اور کوئی دانشمند بھی کو کیتھلی کہتے تھے اس قافلہ میں تھا کہ وہ بھی شہید ہوا مجھے ان کا خیال ہوا کہ وہ کہیں مولانا کیتھلی نہ ہوں دوسرے روز میں ان شہیدوں کی فاتحہ خوانی کے لیے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا خیال درست تھا یہ مقتول مولانا کیتھلی ہی تھے۔ ان ڈاکوؤں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ رحمتہ واسعتہ۔

بائیسویں مجلس

روز چہارشنبہ ماہ ربیع الاول [illegible] ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس سے پیشتر کبھی اس قدر دراز مدت تک میں

حضوری مجلس شریف سے تا صرور غائب نہ رہا تھا جب مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی دو تین اور یاران معتبر خدمت شریف میں حاضر تھے آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت ذکر علماء و فضلاء کر رہا تھا خوب ہوا جو تم آ گئے میں نے دوبارہ قدم بوسی کی اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ شمس الملک رحمتہ اللہ علیہ کی رسم تھی کہ جب کوئی شاگرد سبق ناغہ کرتا یا جب کوئی دوست مدت کے بعد آتا آپ اس سے ارشاد فرماتے کہ میں نے ایسا کیا کیا تھا کہ تم نہ آئے۔

اس کے بعد آپ نے تبسم ہو کر ارشاد فرمایا کہ خواجہ شمس الملک جب کسی سے مطائبہ فرماتے یہ الفاظ ارشاد کرتے کہ میں نے کیا کیا تھا جو تم نہ آئے کہو تو اب پھر وہی کروں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میرا سبق ناغہ ہو جاتا اور میں دوسرے دن جاتا تو مجھے بھی یہ خیال ہوتا کہ آپ حسب اجرائے عادت مجھ سے بھی یہی فرمائیں گے۔ مگر آپ مجھے دیکھتے ہی یہ بیت ارشاد فرماتے ؎

آخر کم ازاں کہ گاہ گاہے
آئی و بما کنی نگاہے

خواجہ ذکراللہ بالخیر اس بیت کو بیان فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے کہ اس سے ایک خاص اثر حاضرین کو پیدا ہوا یہ وقت بار احت تھا اس وقت سامعین میں سے کسی نے دریافت کیا ایسا سنا گیا ہے کہ آپ جب برائے تعلیم خدمت خواجہ شمس الملک میں حاضر ہوتے وہ آپ کی تعظیم فرماتے تھے اور چبوترہ میں کہ خاص ان کے بیٹھنے کی جگہ تھی آپ کو بٹھاتے۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اُن کے چبوترہ میں سوائے قاضی فخر الدین یا مولانا برہان الدین کے اور کوئی نہ بیٹھنے پاتا تھا یا آپ مجھے بٹھاتے تھے ہر چند میں عذر کرتا تھا مگر آپ پذیرا نہ فرماتے اور مجھے اپنی جگہ ضرور ہی بٹھاتے حاضرین میں سے ایک شخص نے اس وقت پھر سوال کیا کہ خواجہ شمس الملک رونے کوئی خدمت سلطانی بھی قبول کرلی تھی آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں کہ وہ مستوفی ہند ہو گئے تھے اور خواجہ تاج الدین ریزہ نے ایک قصیدہ آپ کی تعریف میں کہا تھا جس کا مطلع یہ ہے بیت

اے شمس دین بکام دل دوستاں شدی
مستوفی ممالک ہندوستاں شدی

اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ خواجہ شمس الملک کے تبحر کا حال زبان زد خاص و عام ہے مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس کے مرید تھے اور خاص کر کس سے عقیدت رکھتے تھے۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں کہ وہ کس کے مرید تھے۔ لیکن عقیدہ ان کا بابت اچھا تھا۔ اور میری تعظیم کرنا اور مجھ سے بہ محبت پیش آنا ان کے خوبیٔ عقیدہ کی ایک روشن دلیل ہے۔

تیئیسویں مجلس

روز چہار شنبہ بتاریخ [illegible] ماہ ربیع الاول [illegible]

کو دولت پابوسی حاصل ہوئی اس روز بندہ مع کئی احباب کے یک ہی مرتبہ اس سعادت سے مشرف ہوا آپ نے ازراہ کرم ارشاد فرمایا کہ کیا تم سب مل کر آئے ہو عرض کیا گیا کہ نہیں ہم سب اپنے گھروں سے الگ الگ آئے ہیں اور اس جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اکیلے آنا بہت خوب ہے کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جدا جدا آنا چاہیئے کہ نظر بد نہ ہو۔

اس کے بعد گفتگو العین الحق۔ عالعین حق کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ حق نہیں ہے جو غیر باطل ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اثر ان کا ضرور ہوتا ہے فرقہ معتزلہ اس امر کا منکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اثر سحر و نظر بد فی الفور نہیں ہوتا۔ پس یہ خیال باطل ہے اور ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے۔

اس کے بعد گفتگو معجزہ و کرامت کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے چار درجے ہیں کہ ان کو معجزہ۔ کرامت۔ معونت اور استدراج کہتے ہیں۔ معجزہ انبیا علیہ السلام کے حصہ میں تھا۔ کیونکہ علم اور عمل ان کا تھا اور وہ معجزات کے دکھلانے کے لیے مامور تھے جو کچھ وہ ظاہر فرماتے تھے معجزہ ہوتا تھا اور کرامت اولیاء اللہ سے صادر ہوتی جبکہ علم ان کا

بھی کامل ہے۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ جو مغلوب الحال ہیں جو ان سے خرق عادت ظاہر ہوتی ہے اس کو کرامت کہتے ہیں اور صورت مجانین یعنی دیوانوں سے سرزد ہوتی ہے کہ نہ ان کو علم ہوتا ہے اور نہ عقل کبھی کبھی کوئی چیز ان سے بطور خرق عادت ظاہر ہوتی ہے سو اس کو صورت کہتے ہیں۔ لیکن استدراج یہ ہے کہ وہ اس طائفہ سے صادر ہوتا ہے جن کو ایمان نہیں ہوتا مثلاً اہل سحر جادوگر وغیرہ جو کچھ خلاف عادت ان سے سرزد ہو وہ استدراج ہے۔

اس کے بعد گفتگو دوبارہ اطوار ہوئی کہ طور تین قسم پر منقسم ہیں۔ اول طور حس۔ دوم طور عقل۔ سوم طور قدس۔ طور حس حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے۔ طور عقل دو قسم پر ہے۔ کسبی اور بدیہی اور طور قدس بھی دو طور سے مبنی ہے۔ کسبی و بدیہی لیکن جو شخص کہ عالم قدس میں پہنچ جاتا ہے وہ کسبیات عقل کو بطور بدیہی کے دیکھ لیتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بدیہیات علم قدس کا جاننا کام انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ علامت اس شخص کی جس پر کھڑکی علم قدس کی کھول دیتے ہیں یہ ہے کہ عالم عقل میں کامل ہو اگر کوئی چیز بدیہی یا کسبی اس پر ظاہر ہو کر حل ہو جائے اسے کچھ بھی فرحت حاصل نہ ہو متعجب رہے۔ اگر اس کو فرحت حاصل ہو جائے گی وہ اسی تماشے میں رہ جائے گا اور علوم عالم قدس اس کو حاصل نہ ہوں گے۔

اسی وقت آپ نے ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ جو مکاشفات غیبی مجھے معلوم ہونے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو قلم بند کر سکتا ہوں۔ لیکن وہ بھی بہت سے کشف کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ بہت لکھا گیا مگر جو مقصود تھا وہ حوالہ قلم نہ ہوا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا معتزلہ کا یہ قول کہ اہل کفر و اہل کبائر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے غلط ہے اصل یہ ہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جس کی وہ پرستش کرتے ہیں وہ ان کے معبود ہیں اور یہ عقیدہ کفران کا دائم ہے اس لیے عذاب بھی ان پر ہمیشہ رہے گا۔ لیکن اہل کبائر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اور نہ عذاب

دوام ان کو ہوگا کیونکہ جب وہ گناہ سے فارغ ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے صادر ہوا خطا تھی پس جبکہ اعتقاد دوام اجرائے کبائر پر راسخ نہیں ہے عذاب بھی ان کو دوام نہ ہوگا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ عاصی بحالت عصیاں میں تین صفت کا مطیع ہوتا ہے اول وہ خوب جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں حق نہیں ہے دوسرے جانتا ہے کہ خدائے تعالیٰ دانا اور بینا ہے۔ تیسرے امید بخشش بھی اس کو ہوتی ہے اور یہ تینوں عقاید مطیع لوگوں کی ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مذہب اشعری یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ کافر جس کا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہوگا وہ اس وقت بھی مسلمان ہے اور وہ مومن جس کا عیاذاً باللہ خاتمہ کفر پر ہوگا وہ اس وقت بھی کافر ہے۔

اسی وقت یہ حکایت بیان کی کہ خواجہ حمید الدین سوالی رحمتہ اللہ علیہ ناگوری ایک ہندو کی نسبت ہمیشہ فرماتے تھے کہ یہ خدا کا ولی ہے۔

اسی وقت حکایت حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے سوال کیا گیا کہ بروز قیامت کافر دوزخ میں داخل ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں جب روز حشر کا معائنہ کریں گے اور اس وعید کو دیکھیں گے جس کے دیکھنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایمان لے آویں گے مگر اس ایمان لانے سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ایمان بالغیب نہ ہوگا ایمان یہ ہے کہ نادیدہ ایمان لائیں۔ تمام کفار داخل دوزخ ہوں گے مگر مومن ہو کر جائیں گے۔

اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لیعبدون کے معنی لیوحدون فرماتے ہیں یعنی کل جن و انس موحد ہو جائیں گے۔ جو یہاں موحد ہے اس کا ایمان بالغیب ہے اور کل بروز حشر سب عذاب دیکھ کر ایمان لائیں گے وہ بھی موحد ہوں گے مگر اس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ پس اس تطبیق سے قول لیوحدون درست ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو تم دیکھو اپنے سے بہتر تصور کرو خواہ دیکھنے والا مطیع ہو اور جسے یہ دیکھے وہ عاصی ہو کہ شاید طاعت اس شخص کی آخری طاعت ہو اور معصیت اس کی آخرین معصیت۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے جس شخص کو دیکھا اپنے سے بہتر تصور کیا۔ مگر ایک روز ایک شخص کو اپنے سے کم خیال کیا تھا اس کی سزا مجھے دی گئی اور اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک روز میرا گزر دریا کے کنارے پر ہوا ایک حبشی کو دیکھا کہ ایک صراحی مع جام اپنے پاس رکھے ہوئے ایک عورت کو اپنے برابر بٹھائے بیٹھا ہے اور اس سے مکالمہ کر رہا ہے اور صراحی سے کوئی شے نکال کر پیتا ہے یہ دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ میں اس سے بہتر ہوں میں یہ خیال کر رہا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کشتی جو اس طرف آ رہی تھی اور اس میں سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے بھنور میں آ کر غرق ہونے لگی اور وہ آدمی بھی جو اس میں بیٹھے ہوئے تھے قریب تھا کہ ڈوب جائیں حبشی اس حال کو دیکھ کر فوراً دریا میں کودا اور چھ دفعہ کود کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور اس ساتویں کی بابت مجھ سے کہنے لگا کہ اے حسن اس کو تم نکالو۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں کہ میں یہ حال دیکھ کر اور یہ بات سن کر متحیر ہو گیا کہ وہ ساتویں شخص کو بھی نکال لایا اور کہنے لگا کہ اے حسن اس ٹھلیا میں شربت ہے اور یہ عورت میری والدہ ہے میں تیرا امتحان لینے کے واسطے یہاں بیٹھا تھا۔ خیر معلوم ہوا کہ تم مرد ظاہر بیں ہو۔

اس کے بعد گفتگو تلاوت قرآن کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف باتردید و باترتیل پڑھنا چاہئے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ تردید کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تردید یہ ہے کہ کسی آیت کے پڑھنے میں تلاوت کرنے والے کو اگر ذوق حاصل ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس آیت کو مکرر پڑھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے پڑھنے میں حظ حاصل ہوا تھا آپ نے بیس مرتبہ اس کی تکرار فرمائی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مراتب قرآن خوانی آٹھ ہیں۔ منجملہ ان کے پانچ بیان فرمائے اول یہ کہ وقت تلاوت قرآن دل متعلق بخدا ہو اور اگر یہ میسر نہ ہو سکے تو چاہیئے کہ جو کچھ پڑھتا ہے۔ اس کے معنی دل میں سمجھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے وقت قرآن شریف پڑھنے کے جلال و عظمت حق تعالیٰ کی اپنے دل میں قائم کرے۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ تو وہی تعلق بحق ہے کہ آپ مرتبہ اولیٰ میں فرما چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خیر وہ متعلق بذات حق ہے۔ اور یہ متعلق بصفات حق تعالیٰ جل شانہٗ۔ اس کے بعد چہارم مرتبہ بیان فرمایا کہ وقت تلاوت حیا اس پڑھنے والے پر غالب ہونی چاہیئے۔ کہ میں کس کا کلام پڑھتا ہوں یہ دولت میرے لائق نہ تھی مگر یہ اس کا فضل اور عین کرم ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو یہ جاننا چاہیئے کہ جو کچھ میں پڑھ رہا ہوں یہ مجازی قرآن شریف کا پڑھنا ہے۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مجھے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ اسی وقت بندہ نے عرض کی کہ جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں جس قدر کہ معلومات قرآنی مجھے ہیں اس آیت کے متعلق اپنے دل میں خیال کرتا جاتا ہوں کہ اگر اثنائے تلاوت میں کوئی اندیشہ مجھے ہوتا ہے اسے فوراً دفعہ کرتا ہوں کہ یہ محل اس کا نہیں یہ خیال فاسد و بیہودہ ہے اور اپنے دل کو تواضع کے ساتھ مشغول کرتا ہوں۔

اسی وقت بافضال الٰہی ایسی آیت آتی ہے جو مانع اس سودا اور خیال کے ہوتی ہے اور اس کے پڑھنے سے وہ سودا اور خیال جاتا رہتا ہے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ امر بہت نیک ہے اس کو اچھی طرح نگاہ کرنا چاہیئے۔

چوبیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۴ ماہ ربیع الآخر ۷۰۸ھ

کہ دولت قدم بوسی میسر ہوئی گفتگو در بارہ ترک دنیا ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ در اصل عقلمند وہ شخص ہے جو دنیا سے پرہیز کرے اور اس کی یہ تمثیل بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اس کے فوت ہونے کے بعد تمام مال مکسوبہ اس کا کسی اعقل الناس

شخص کو دیا جائے۔ اس کا حکم یہ ہوگا کہ مال ایسے شخص کو دیں جو تارک دنیا ہو۔ حاضرین میں سے
کسی نے سوال کیا کہ جب وہ شخص تارک دنیا ہوگا۔ مال کیوں قبول کرے گا۔

آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ بحث معرفت کی ہے۔ سو یہی حکم دیا جائے گا جو سو قع معرفت
ہوگا۔ اور اسی وقت یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کچھ روپیہ پیسہ اور اسباب وغیرہ ہی نہیں ہے۔

اسی وقت ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کا ارشاد ہے۔ کہ بَطْنُکَ
دُنْیَاکَ یعنی تیرا پیٹ ہی دنیا ہے۔ اگر کم کھائے گا تارک الدنیا ہوگا اگر زیادہ
کھائے گا دنیا دار ہوگا۔

اسی وقت اسی مضمون کے متعلق یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیطان کا مقولہ ہے کہ
جو شخص پیٹ بھر کر نماز میں مشغول ہوتا ہے میں اس سے معانقہ کرتا ہوں پس جس وقت وہ
شخص نماز ختم کر چکے اس کے حال سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ اثر میرا اس پر کہاں تک ہے۔
اور بھوکا جب سوتا ہے میں اس کے نزدیک سے بھاگ جاتا ہوں۔ قیاس کر لینا چاہیئے کہ میں
اس کی نماز کی حالت میں کس قدر اس سے نفرت کرتا ہوں۔

اس وقت گفتگو شیطان اور اس کے وساوس کے بارے میں ہوئی اور آدم علیہ السلام
کی اولاد پر اس کے غلبہ کا تذکرہ ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ خناس نام ایک شیطان کا ہے وہ
ہمیشہ آدمیوں کے دل میں رہتا ہے کہ ذکر حق سے ان کو باز رکھے جب فرزند آدم ذکر ایزدی
میں مشغول ہوتا ہے وہ دفعہ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا علاؤ الدین ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے نوادر الاصول
میں تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے اس خاکداں یعنی دنیا میں
تشریف لائے ایک روز حوا بیٹھی تھیں۔ ابلیس آیا اور خناس کو اپنے ساتھ لایا اور حوا سے
کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے اس کو اپنی خدمت میں رکھو یہ کہا اور خناس کو چھوڑ کر چلا گیا جب
حضرت آدم باہر سے تشریف لائے تو اسے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے انھوں نے جواب دیا
کہ یہ شیطان کا لڑکا ہے جس کو وہ آکر چھوڑ گیا ہے اور کہہ گیا کہ اس کو اپنی خدمت میں رکھو
آپ نے فرمایا کہ شیطان ہمارا دشمن ہے تم کو لازم نہ تھا کہ اس کے لڑکے کو اپنے پاس

رکھتیں پس آدم علیہ السلام نے خناس کے چار ٹکڑے کیے اور اس کو چار پہاڑوں کے چار گوشوں
پر ڈال دیا جب حضرت آدم علیہ السلام اس کام سے فارغ ہو کر چلے گئے شیطان نے آکر
حضرت حوا سے پوچھا کہ میرا لڑکا کہاں گیا آپ نے اس لعین کو جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام
آئے تھے مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور تیرے لڑکے کو ذبح کر کے اس کے پارچے پہاڑوں
کے گوشوں پر ڈال دیے ہیں۔ شیطان نے یہ سنتے ہی خناس کو آواز دی اور وہ فوراً ستقے
ہی بھاگا ہوا آیا اپنی قدیمی شکل پر تھا اور ابلیس اس کو چھوڑ کر چلا گیا حضرت آدم علیہ السلام
نے واپس آکر پھر خناس کو موجود پایا حضرت حوا سے دریافت کیا آپ نے کل ماجرا بیان کیا۔
حضرت آدم نے اس مرتبہ خناس کو مار کر جلا ڈالا اور اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا جس وقت آدم
علیہ السلام اس کام سے فارغ ہو کر چلے گئے۔ ابلیس نے آکر پھر حضرت حوا علیہا السلام سے
دریافت حال کیا آپ نے از راہ صدق صورت واقعہ اس ملعون سے بیان کی اس نے موافق
پہلی مرتبہ کے آواز یا خناس دی اور وہ منحوس پھر حاضر ہوا اور ابلیس چلا گیا اس راندہ درگاہ
الٰہی کے واپس جانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے اور خناس کو موجود پا کر
متحیر ہوئے اس مرتبہ خناس بکری کی صورت میں تھا آپ نے اس کو ذبح کر ڈالا اور پکا کر کھا
گئے۔ اسی وقت ابلیس آیا اور آکر آواز یا خناس دی۔ اس نے آدم کے دل کے اندر سے
آواز لبیک دی شیطان نے یہ آواز سن کر کہا کہ اسی جگہ رہ مقصود میرا حاصل ہو گیا۔
واللہ اعلم۔

پچیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۱۵ ماہ جمادی الاول [illegible]

کو سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو قرآن شریف میں فال دیکھنے کے بارے میں
ہو رہی تھی۔ بندہ نے دریافت کیا کہ مصحف میں فال دیکھنے کے لیے احادیث میں بھی کچھ
وارد ہوا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اس بارے میں ایک حدیث آئی ہے۔
اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب مصحف فال دیکھنے کے واسطے کھولیں داہنے ہاتھ سے

کھولیں بائیں ہاتھ سے مدد نہ لیں۔

اس کے بعد یہ حکایت اسی امر کے متعلق بیان فرمائی کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں غزنی سے لاہور آیا اس وقت لاہور خوب آباد تھا میں چند روز لاہور میں آباد رہا اور پھر غزنی جانے کا ارادہ کیا کبھی کبھی دل میں یہ بھی آتا تھا کہ دہلی جاؤں اور وہاں کے ائمہ اور مشائخ سے ملاقات کروں دہلی میں میرا صرف ایک داماد رہتا تھا اور غزنی میں مکان ہی تھا جملہ اقربا مادر و پدر سب وہیں سکونت گزین تھے میں نے اس تردد میں قرآن شریف بطور فال کھولا۔ غزنی جانے کی نیت تھی آیت غضب نکلی دوبارہ دہلی جانے کی نیت سے فال دیکھی آیت بہشت اور وہاں کی نہروں اور ان کے وصف کی نکلی۔ اگرچہ میرا اول غزنی جانے کو جی چاہتا تھا لیکن بمطابقت دہلی گیا جب شہر میں گیا سنا گیا کہ میرا داماد مقید ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ وقت کے پاس جا کر اس کی رہائی کے واسطے عرض کروں۔ جس وقت میں در سرائے سلطانی پر پہنچا اپنے داماد کو اندر سے نکلتے دیکھا اس کی بغل میں روپوں کی تھیلی تھی وہ مجھے دیکھتے ہی لپٹ گیا اور خوشی خوشی جس مکان میں رہتا تھا مجھے لے گیا اور وہ تھیلی میرے سامنے رکھی اس میں روپے تھے ان ہی ایام میں غزنی سے خبر آئی کہ وہاں مغلوں کا لشکر پہنچا اور باعث تاراجی و بربادی شہر کا ہوا اس خونریزی میں میرے ماں باپ اور جملہ اقربا شہید ہوئے۔

جب حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ حکایت فرما چکے راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ملک خراسان میں شرف بیعت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف ہوئے تھے یا دہلی آ کر ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الاقطاب رح کے مرید ہوئے تھے۔

اس کے بعد گفتگو حالات حضرت شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے کمالات خارج از تحریر ہیں انھوں نے

خلق سے قطع تعلق کیا تھا جنگل اور بیابان میں رہتے تھے چند مدت کے بعد اجودھن میں تشریف لائے اور گاؤں کے باہر درویشانہ مسکن گزین ہوئے اور ان چیزوں سے جو اس دریا میں شل پیاؤ وغیرہ پیدا ہوتے تھے کھا کر قناعت فرماتے تھے۔ لیکن اس حال میں بھی آپ کی خدمت میں آمد و رفت خلق بکثرت تھی کہ آپ اپنے مکان میں بہت کم تشریف لے جاتے تھے شاید رات کا نصف حصہ یا کم و بیش مکان میں رہتے ورنہ ہمیشہ مجلس میں تشریف فرما رہتے تھے جو کچھ آپ کے پاس روپیہ پیسہ کھانا وغیرہ آتا تھا ہر آنے والے کو اس میں سے حصہ عنایت فرماتے تھے۔ ایسا کوئی شخص نہ ہوتا تھا جس کو آپ خالی جانے دیتے اور جب کوئی نیا شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اسی وقت ایسا شخص آتا جو آپ کی خدمت میں ہمیشہ آتا رہتا تھا۔ آپ دونوں سے یکساں بہ لطف پیش آتے تھے اور دیکھنے والے یہ گمان کرتے تھے کہ آپ دونوں سے برابر واقف ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں آپ کا خادم خاص اور محرم راز تھا آپ کو جو کچھ کہنا ہوتا تھا مجھ سے فرماتے تھے میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے مجھ سے خلوت و جلوت میں فرق سے گفتگو فرمائی ہو آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور یہ امر عجائبات روزگار سے ہے۔

چھبیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۲ ماہ جمادی الآخر [illegible]ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو سورۂ فاتحہ کے بارے میں ہو رہی تھی کہ سورۃ روائے حاجات کے لیے خاصیت اکسیر رکھتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو کوئی اہم کام یا سخت مشکل درپیش آئے اس کو لازم ہے سورہ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے آخری میم کو الحمد کے الف لام اول سے ملا لیوے اور جب الرحمٰن الرحیم پر پہنچے تین مرتبہ آہستہ آہستہ الرحمٰن الرحیم کہے اور سورۃ تمام

کہلے پر تین مرتبہ آمین کہے حق تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔

بعد ازاں ذکر سورۂ فاتحہ میں فرمایا کہ جو کچھ تمام قرآن شریف میں ہے وہ کل اس سورۃ میں ہے۔ البتہ دو امر نہیں ہیں کل قرآن شریف میں دس امور کا تذکرہ ہے۔ ذات۔ صفات۔ افعال۔ ذکر معاد۔ تزکیہ۔ تخلیہ۔ ذکر اولیا۔ ذکر اعدا۔ مجاہدہ از کفار۔ احکام شرع۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان دس چیزوں میں سے یہ آٹھ امور سورۂ فاتحہ میں ہیں۔ الحمد للہ ذات رب العلمین افعال الرحمٰن الرحیم صفات مالک یوم الدین ذکر معاد ایاک نعبد تزکیہ و ایاک نستعین تخلیہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ذکر اولیا و غیر المغضوب علیہم و لا الضالین ذکر اعدا صرف اس سورۂ فاتحہ میں احکام شرع و مجاہدہ کفار کا ذکر نہیں باقی سب کچھ ہے۔

اس کے بعد گفتگو حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر انہوں نے لکھا ہے تحقیق کر کے لکھا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ احیاء العلوم میں ہے الصوم نصف الصبر و الصبر نصف الایمان۔

اس کے ارشاد فرمایا کہ الصوم نصف الصبر سے یہ مراد ہے مگر پہلے صبر کی حقیقت معلوم کرنی چاہیے کہ صبر کیا ہے۔ صبر غلبہ باعث حق ہے غلبہ باعث ہوا پر۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اصل ہوا دو چیز سے پیدا ہوتی ہے "خصم اور شہوت" روزہ شہوت کو کم کرتا ہے۔ پس روزہ نصف صبر ہو گیا لیکن یہ جو فرمایا کہ الصبر نصف الایمان پس صفت ایمان دو چیز ہیں۔ عقاید و اعمال اور صبر نصف ان کا ہے کہ امور ناکردنی اور خیالات ناآمدنی سے روکتا اور خاموش رکھتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو کتاب عوارف مصنفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے پانچ باب عوارف کے حضرت شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو بیان نکات عوارف کا حضرت شیخ الاسلام فرماتے

تھے وہ دوسروں سے کم ہو سکے گا۔ آپ کے وقت بیان نکات عوارف میں بعض آدمیوں کو ایسا ذوق پیدا ہوتا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ اسی وقت ہماری روح بدن سے جدا ہو جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک روز یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں تھی اسی وقت یہ خبر پہنچی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عنایت فرمایا ہے آپ نے اس کا نام شہاب الدین رکھا۔

اس کے بعد گفتگو اس امر میں ہوئی کہ جب کوئی وعظ یا نصیحت یا کوئی اور بات صاحب نعمت کی زبان سے سننے میں آتی ہے اس کا اثر زیادہ ہوتا اور اس کے سننے سے ایک راحت حاصل ہوتی ہے اور اگر وہی بات کسی اور شخص سے سنی جائے۔ اس سے کچھ ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا سبب خاص ہے کہ بزرگ کی زبان سے وہ الفاظ ایسے مقام سے نکلتے ہیں جو نور معرفت سے آراستہ ہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک مرد صاحب نعمت و صالح کسی مسجد کا امام تھا بعد فراغت نماز چند باتیں وعظ و نصیحت و احوال مشایخ کے بیان کرتا تھا۔ ان کے سننے سے سننے والوں کو ایک راحت اور ذوق حاصل ہوتا تھا اسی جماعت میں ایک نابینا تھا اس کو بھی ان کے بیان سے لذت حاصل ہوتی تھی ایک روز امام کسی ضرورت سے جماعت میں شریک نہ ہو سکے اور موذن نے ان کی جگہ نماز پڑھائی اور حسب العادت بعد نماز چند باتیں موافق بیان امام صاحب بیان فرمائیں جو ان سے سنی تھیں جب آواز موذن کی اس نابینا کے کان میں گئی اس نے دریافت کیا کہ یہ حالات مشایخ اور ان کے ملفوظات کون بیان کر رہا ہے۔ جواب دیا گیا کہ آج امام صاحب حاضر نہیں ہیں موذن نے نماز پڑھائی ہے اور یہ وعظ وہی بیان کر رہے ہیں نابینا نے جواب دیا کہ میں ایسے تر دامن سے ایسی باتیں سننی نہیں چاہتا۔

اس کے بعد باچشم پر آب حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ فی الواقع کسی کی زبان سے وہ باتیں جن سے اس کے دل اور اس کے حالات کی موافقت نہ ہو سننے میں کچھ ذوق نہیں حاصل ہوتا یہ فرما کر آپ نے یہ بیت حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ

علیہ کا پڑھا۔

جز باں ہر کہ جز سخن برود حیث شفقت   چو معاملہ عمارہ وحق آشنا نہ باشد

ستائیسویں مجلس

تاریخ ۱۸ ماہ رجب [illegible] ہجری روز سہ شنبہ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی اسی شب بندہ نے ایک خواب دیکھا تھا اس کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا وہ خواب یہ تھا کہ گویا وقت نماز صبح ہو گیا ہے اور میں برائے ادائے نماز وضو کر رہا ہوں وقت تنگ ہوا جاتا ہے اور میں جلدی سے وضو کی تکمیل میں مصروف ہوں قصہ مختصر وضو کر کے نماز سنت ادا کی ہے۔ اور چونکہ مجھے یہ معلوم ہے کہ پاس ہی جماعت سے نماز ہوتی ہے۔ میں شتابانہ اس طرف روانہ ہوا ہوں ابھی راستہ میں ہی ہوں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب نکلا ہی چاہتا ہے میں متفکر ہوا ہوں اور مجھے خوف گزرا ہے۔ جاتے وقت نماز کا ہے میں نے اسی حالت میں آفتاب کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ کہا ہے کہ تجھے وقت پاک شیخ کی قسم تو ابھی نکلنے میں ذرا توقف کر۔ اس بات کے کہنے سے مجھے اُسی حالت خواب میں خوشی معلوم ہوئی اور ایک راحت حاصل آئی ہے اور اسی وقت ایک راحت حاصل ہوئی ہے اور اسی وقت بیدار ہوا ہوں۔ جس وقت آنکھ کھلی تھوڑی رات باقی تھی۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے جب یہ خواب سنا آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک نقیب نیشاپوری محمد نامی بزرگ راسخ الاعتقاد تھے میں نے ان کی زبانی سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ ملک گجرات کے سفر میں تھا اس زمانہ میں وہاں ہندوؤں کا راج تھا میرے ساتھ اور دو تین شخص ہم سفر تھے الا ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا ان دنوں وہاں بازار غارتگری گرم رہتا تھا۔ ایک روز راستہ میں یکایک ایک ہندو شمشیر برہنہ ہمارے پاس آیا دیکھنے سے خوف کی حالت ہم پر طاری ہوئی جس وقت وہ میرے نزدیک آیا میں نے باآواز بلند کہا "شیخ حاضر باش" یہ کہتے ہی اس ہندو نے نہ جانے

کیا دیکھا کہ لرزہ اس کے جسم میں پڑ گیا تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ گڑگڑا کر کہتا تھا کہ مجھے امان دو میں حیران تھا کہ اُسے کس بات سے امان دوں۔ ابھی ابھی مجھ پر حاوی تھا آخر اُسے میں نے امان دی وہ تلوار بھی اُٹھا کر اسے دے دی اور وہ اپنی راہ اور ہم بھی اپنی راہ روانہ ہو گئے۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے بعد اتمام اس حکایت کے ارشاد فرمایا کہ دیکھئے اس نے کیا دیکھا تھا۔ اور کیا اس کو دکھلایا گیا تھا۔

اٹھائیسویں مجلس

دوم ماہ مبارک شعبان عمت میامنہ [illegible] سہ شنبہ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو کھانا کھلانے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ درویشی یہ ہے کہ جب کوئی شخص آئے بعد سلام اس کے سامنے کھانا لایا جاوے بعد ازاں کلام کیا جاوے اور اسی وقت یہ حدیث شریف آپ نے زبان مبارک سے فرمائی ابدؤا بالسلام ثم بالطعام ثم بالکلام۔

انتیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۲ ماہ شعبان المعظم [illegible]

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس وقت دستر خوان بچھایا گیا تھا لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کا فرمودہ ہے کہ جو شخص میرے روبرو کھانا کھاتا ہے میں اس کا مزا اپنے حلق میں پاتا ہوں یا بالفاظ دیگر وہ کھانا میں خود ہی کھاتا ہوں۔ حاضرین مجلس میں سے کسی شخص نے ذکر کیا کہ میں نے یوں سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے کسی دیوانے کو ایک رسی زور سے ماری آپ نے ایک آہ اس شدت سے کھینچی گویا وہ ضرب آپ کو لگی ہے۔ اسی مجلس میں ایک مدعی منکر درویشاں بھی موجود تھا آپ کی اس حالت کے ملاحظہ پر اس نے تبسم کیا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنی پیٹھ کھولی اور اس کو دکھلائی فی الواقع

نشان اس ضرب کا جیسا کہ اس مضروب کے جسم پر تھا آپ کے جسم پر بھی موجود پایا گیا۔

اس کے بعد اس حکایت کے راوی نے حضرت خواجہ ذکرا اللہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ یہ امر نہایت محال ہے کہ ایک شخص کو چوٹ لگے اور اس کا اثر دوسرے کو پہنچے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ روح جب قوی ہو کر کمال کو پہنچ جاتی ہے قلب کو جذب کر لیتی ہے اور قلب جب قوی ہوتا ہے اور کمال کو پہنچ جاتا ہے دوسرے کے قلب کو جذب کر لیتا ہے اس حکم اتحاد سے جو کچھ قلب پر پہنچتا ہے ممکن ہے کہ صاحب کمال کے قلب پر بھی وہی واردات ظاہر ہو اور جسم اس کی طبیعت کرے۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ حال کس قدر واردات معراج سے بھی مناسبت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ معلوم شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے کہ عرش و کرسی بہشت و دوزخ وغیرہ آپ نے ملاحظہ فرمائیں یا ان سب چیزوں کو اسی دنیا میں آپ کے حضور میں لائے تھے یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں یہاں لائی گئی ہوں۔ پس یہ امر اس پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے کہ آپ کا مرتبہ ان سب سے بالا ہے۔

اس کے بعد حکایت ان لوگوں کی ہوئی جو طریق بیعت سے ناواقف ہیں بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ ایک سے بیعت کرنے کے بعد دوسرے کے پاس جاتے ہیں اور اس کے بھی مرید ہو جاتے ہیں اور بعضے بزرگان دین کے مزارات کے ساتھ ارادت لاتے ہیں اور خود کو ان کا مرید بیان کرتے ہیں اس وقت راقم الحروف نے عرض کیا کہ بعض مواقع پر ایسا ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے ہیں اور پائیں مزار بیٹھ کر سر منڈاتے اور مرید ہوتے ہیں یہ بیعت درست ہے یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بیعت درست نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے لڑکے نے پایان مزار حضرت خواجہ قطب الاقطاب شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ میں بیٹھ کر سر منڈایا اور حلق ہوا۔ جب یہ خبر حضرت شیخ الاسلام

کو پہنچی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ میرے بزرگ اور مرشد ہیں۔ لیکن یہ بیعت خلاف طریقت ہے روا نہیں۔ ارادت اور بیعت یہ ہے کہ ہاتھ کسی شیخ کا حالت زندگی میں پکڑیں۔

تیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۱۰ ماہ شوال ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو خواب کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ عہد قدیم میں ایک ترک تکلش نام تھا اس نے ایک شب حضرت عزت کو خواب میں دیکھا اور صبح وہ خواب حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا لیکن قبل از بیان آپ سے سخت قسم لے لی کہ جو میں آپ سے کہوں گا وہ آپ میری زندگی میں کسی دوسرے شخص سے ذکر نہ فرمائیں۔ آپ نے قسم کھائی۔ الغرض تکلش نے اس قدر وعدہ لے کر آپ سے بیان کیا کہ میں نے آج کی رات حضرت عزت کو خواب میں دیکھا ہے اور جو انوار الٰہی اس نے معائنہ کیے تھے اس کی تفصیل من وعن بیان کی شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تکلش اس خواب دیکھنے کے بعد چالیس سال زندہ رہا۔ اور میں نے اس قدر دور دراز مدت تک بسبب قسم کھانے اور پکا وعدہ کرنے کی وجہ سے یہ خواب اس کا کسی سے بیان نہیں کیا جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا آپ تکلش کی عیادت کو گئے۔ سو تکلش نے سوال کیا کہ میں نے جو خواب آپ سے بیان کیا تھا وہ آپ کو یاد ہے آپ نے اقرار فرما کر اس کا حال پوچھا کہ اس وقت کیا حال ہے تکلش نے جواب دیا کہ اس وقت اسی حالت خواب میں غرق ہوا جاتا ہوں۔

اس کے بعد گفتگو مناقب شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک ترک نے مسجد بنوا کر اس کی امامت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی تھی آپ کے رہنے کے واسطے بھی

مکان اسی مسجد کے احاطہ میں بنوا دیا تھا۔ اس ترک نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور ایک لاکھ جتیل بلکہ زیادہ اس کے بیاہ میں خرچ کیے۔ شیخ نجیب الدین متوکل نے ایک مرتبہ بہنگام تکلم اس سے کہا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی دوستی اپنی اولاد سے کم ہے۔ کہ تم نے اپنی لڑکی کی شادی میں ایک لاکھ جتیل خرچ کیے اب اگر یہ لاکھ جتیل رضائے حق میں صرف کرو تو اس کا معاوضہ ہو سکتا ہے ترک یہ سن کر رنجیدہ ہوا۔ امامت مسجد کی آپ سے واپس لے لی اور مکان بھی چھین لیا۔ الغرض آپ پاک پٹن تشریف لے گئے اور شیخ الاسلام فریدالدین سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا یعنی جو آیت ہم نے منسوخ کی ہے یا بھلادی ہے اس کے بدلے اس سے بہتر آیت نازل کی ہے یا مثل اس کے بیان کی ہے تم کو اس کا کچھ فکر نہ کرنا چاہیئے۔ ایتمری اس ترک کا نام تھا آپ نے فرمایا ایتمری اگر چلا گیا اللہ تعالیٰ انگیری کو پیدا کرے گا۔ اسی زمانہ میں ایک ترک انگیری نام اس ملک میں وارد ہوا جو آپ سے عقیدہ نیک رکھتا تھا اور آپ کی بہت کچھ خدمت کرتا تھا یہ انگیری کریم النفس اور خدمت گزار شخص تھا۔

اس کے بعد حکایت شیخ بدرالدین غزنوی کی ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نظام الدین خریطہ دار نے ان کی سکونت کے واسطے خانقاہ بنوادی تھی جب آپ وہاں جا کر رہے کچھ فائدہ آپ کو حاصل نہ ہوا بہت جلد قاعدہ درویشی سے کس قدر پٹ گئے انہی ایام میں نظام الدین خریطہ دار سے زمانہ ناموافق ہوا کہ وہ کسی علت میں متہم ہوئے اور اُن کے قتل کا فتویٰ دیا گیا اور وہ خانقاہ بھی قبضہ سے نکل گئی۔ شیخ بدرالدین غزنوی اسی حالت میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کے پاس گئے اور عرض کی کہ ایک مرد نے میرے واسطے خانقاہ بنوائی تھی اب اس کے کام میں پریشانی واقع ہوئی ہے اور میں بھی اس کی وجہ سے پریشان خاطر ہوں۔ حضرت شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ جو شخص اپنے پیروں کے طریقہ پر نہ چلے گا وہ ایسے ہی واقعات دیکھے گا۔ ہمارے پیروں کی رسم خانقاہ بنوا کر رہنے کی نہیں تھی تم نے خانقاہ بنوائی علیحدہ بیٹھے

اس کا بدلہ دیکھ رہے ہو۔

اس کے بعد بزرگی حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اوائل عمر میں حافظ قرآن نہ تھے آخر عمر میں قرآن حفظ کیا اور بعد اس کے انتقال فرمایا۔

اس کے بعد گفتگو اولیاء اللہ کے بارے میں ہوئی آپ سے کسی شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص مر رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے آپ یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ رباعی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔ رباعی

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں	رخسار بآب دیدہ شویاں شویاں
پیچاں رہ وصل تو جویاں جویاں	جان میدہم و نام تو گویاں گویاں

اکتیسویں مجلس

روز جمعہ تاریخ بست و ششم ماہ ذی القعدہ ۷۰۸ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ آپ اس مکان میں جو جامع مسجد کیلوکھڑی کے سامنے ہے تشریف فرما تھے اور یہ وقت قبل از نماز جمعہ تھا گفتگو عالم طریقت کے بارے میں ہوئی اور اُن آدمیوں کا تذکرہ ہوا جو مدام یادِ حق میں مستغرق رہتے ہیں اور اسی وقت ان لوگوں کا بھی ذکر ہوا جو بحث و تکرار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بلا عمل آپ کو مثل ان کے ظاہر کریں۔

آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شرف الدین نام ایک طالب علم تھا ایک روز مجلس مبارک حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر فریدالدین قدس سرہ میں حاضر ہوا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ آج کل کیا پڑھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ سب پڑھا لکھا یاد الٰہی میں بھول گیا ہوں۔ یہ جواب اس کا آپ کو گراں گزرا اور جب وہ چلا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے بڑا بول بولا تھا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت آنکھوں میں آنسو بھر کر بیان

کی کہ ایک ولی کامل زمانہ تھے ان کا ایک لڑکا محمد نام تھا صاحب عمل و کمال فارغ التحصیل اور تھے اثنائے فراغ حصول علم آپ سے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ جیسا میں علم و فضل ظاہری سے آراستہ ہوں ویسا ہی عالم علوم طریقت سے جو علم باطنی ہے پیراستہ ہو جاؤں۔ انھوں نے یہ سن کر ارشاد کیا کہ تم ایک چلہ کھینچو لڑکا یہ سنتے ہی چلے میں بیٹھا اور بعد پوری کرنے میعاد کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس سے کچھ سوالات علم کے متعلق کیے اس نے سب کا جواب دیا آپ نے فرمایا کہ ابھی تم کو مطلق بہرہ علم باطنی کا نہیں ہوا ہے پھر چلہ میں بیٹھو لڑکا دوبارہ چلہ میں بیٹھ کر یاد الٰہی مصروف ہوا اور اس دوسرے چلہ کی میعاد پوری کرنے کے بعد پھر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے پھر چند سوالات علمی کیے اب کی مرتبہ اس سے جواب اچھی طرح نہ دیا گیا۔ جب بھا لڑکا کمزور آتا تھا باپ نے یہ حال دیکھ کر ایک اور چلہ کرنے کے لیے حکم کیا جب وہ اس چلہ ثالثہ سے بھی فارغ ہو کر حاضر ہوا اور ان سے سوالات علمی کیے گئے وہ ایسے مشغول بحق ہوئے تھے کہ مطلق جواب نہ بن پڑا۔

اس کے بعد گفتگو دربارہ خواب ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس شریف میں ارشاد فرمایا کہ آج میں نے اپنے بعض صحابیوں کو خواب میں دیکھا کہ ہر شخص پیراہن پہنے ہوئے ہے کسی کا پیراہن سینے تک ہے اور کسی کا ناف تک اور کسی کا زانوں تک لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیراہن زمین تک لٹکا ہوا ہے یاروں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کی تعبیر فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر پہلے ہی سوچ رکھی ہے کہ ہر شخص کا پیراہن اس کے دین کے موافق اور اس کے اعتقاد کی مناسبت سے لمبا ہے۔

اس کے بعد ذکر ابن سیرین کا ہوا تعبیر دینے میں ان کا رتبہ بلند تھا جو تعبیر وہ دیتے تھے اکثر راست ہوتی تھی ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے کہا کہ آج رات کو میں نے سفر جبل خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے سفر کرنا ہوگا کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ تعبیر کس ذریعہ سے دریافت کی آپ نے جواب دیا کہ اول حصہ کلمہ سفر جبل کا سفر ہے مجھے اس سے دریافت ہوا کہ اسی روز بعد ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ آج شب کو میں نے سوسن خواب میں دیکھا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تعبیر اس کی یہ ہے کہ تو کسی بلا میں مبتلا ہوگا کہ اول سوسن کا سو جس کے معنی بدی ہے اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ ابن سیرین کیسے شخص تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بزرگ اور عالم تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصری اور ان کا ایک ہی زمانہ تھا رحمۃ اللہ علیہما۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے کہ ایک خواب کی عجیب تعبیر ابن سیرین رح نے بیان کی تھی وہ ان کے اس علم کے کمال پر دال ہے اور وہ خواب یہ تھا کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینہ میں آکر آپ سے بیان کیا کہ اس نے رات کو یہ خواب دیکھا کہ تیل جو تلوں سے نکلا ہے وہ پھر اس تلوں میں داخل کر رہا ہے۔ ابن سیرین نے جواب دیا کہ تم اپنے گھر میں جا کر تحقیق کرو کہ جو عورت تمہارے نکاح میں ہے کہیں تمہاری والدہ نہ ہو وہ شخص یہ سن کر اپنے گھر میں آیا اور جب تجویز دریافت کیا اس کی بی بی فی الواقع اس کی ماں نکلی۔

اس کے بعد گفتگو نار و اور دجل کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز سنت وقت فجر میں سورہ بروج پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلائے دجل و نار و سے امان میں رکھے گا یہ حکم صرف دجل کے لیے ہے نار و بھی اسی قسم میں داخل ہے اس کو بھی اسی حکم کا محکوم تصور کرنا چاہیے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز عصر میں سورہ والنازعات ہمیشہ پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں نہ رکھے گا۔ مگر صرف اس عرصہ تک کہ وقت ایک نماز کا ہو۔

اس کے بعد آپ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر ارشاد فرمایا کہ قبر میں نہ رہنے سے یہ مراد ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ روح جب کامل ہو جاتی ہے۔ قلب وغیرہ کو جذب کر لیتی ہے اور اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ روح اس کی جب مقامات قدس میں پہنچ جائے گی اس کو مطلق قبر میں۔ اپنے جسم کا رہنا معلوم نہ ہوگا۔

بتیسویں مجلس

روز جمعہ تاریخ پنجم ماہ مبارک ذی الحجہ سنہ ۶۵۵ھ

قبل از نماز جمعہ دولت قدم بوسی حاصل ہوئی آپ مکان متقابل مسجد کیلوکھڑی میں تشریف فرما تھے۔ گفتگو در بارۂ ترک دنیا ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ایک درویش کو اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے قبول کرے یا آخرت میں جو اس کے واسطے مہیا کیا گیا ہے منظور کرے۔ اس درویش نے دنیا قبول نہ کی اور عقبیٰ کی نعمتیں منظور کیں۔

یہ حکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آپ سے سبب رونے کا پوچھا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ درویش خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ المخیر هو المخیر۔

یہ ارشاد فرما کر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا۔ بارہا اسی طرح فرماتے تھے کہ ایک درویش کا کسی وقت یہ حال تھا یا ایک درویش فلاں وقت ایسا کرتا تھا اور فلاں کام میں تھا میں آپ کی تقریر یہ سمجھتا تھا کہ حضرت خود اپنا تذکرہ فرماتے تھے۔

اس کے بعد در بارہ ترک دنیا آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ عارف کامل تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پانی پر مصلیٰ بچھا کر یہ دعا مانگی کہ الٰہی خضر نے ارتکاب گناہ کبیرہ کیا ہے اس کو توبہ روزی فرما۔ اسی وقت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور دریافت فرمایا کہ خضر نے کونسا گناہ کیا ہے جس سے توبہ کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے فلاں بیابان میں ایک درخت لگایا ہے۔ اس کے سایہ میں بیٹھتا ہے اس سے تجھے آسائش حاصل ہوتی ہے۔ اور تیرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ درخت خالصتہً للہ لگایا ہے۔ خضر علیہ السلام کو یہ بات یاد آئی اور فی الفور توبہ کی۔ اس کے بعد اس صاحب کرامت نے ترک دنیا کے معنی بیان فرمائے اور اختتاماً یہ بیان فرمایا کہ

تارک دنیا کو اس طرح رہنا چاہیئے جیسے میں رہتا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ آپ کس حال میں رہتے ہیں۔ جواب دیا کہ اگر تمام دنیا مجھے بخش دیں اور اس کا حساب نہ لینے کا وعدہ کریں اور یہ بھی کہیں کہ اگر تم اس کو قبول نہ کرو گے اس فرمان کے نہ بجا لانے کی پاداش میں دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ میں دوزخ کو قبول دنیا پر ترجیح دوں گا۔ اور دنیا قبول نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا مغضوب خدا ہے اور جس چیز پر خدا کا غضب ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو دوست نہ رکھے دوزخ اس سے بہتر ہے۔

تینتیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۲۳ ماہ محرم سنہ ۶۵۶ھ

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ اس روز کاتب الحروف کتاب روح المعانی آپ کی خدمت میں لے گیا تھا۔ نذر گزرانی آپ نے نہایت تحسین و آفرین کی اسی وقت میں نے تجدید بیعت کے لیے عرض کیا قبول فرمایا اور بعد تجدید بیعت کلاہ مبارک اپنے سر سے اتار کر اس خاکسار کے سر پر رکھی الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جس وقت آپ نے کلاہ مبارک میرے سر پر رکھی یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

در عشق تو کار خویش ہر روز
از سر گیرم نہ بہ سر و کار

اس کے بعد کتب با نے مشائخ کا تذکرہ ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ کتب تحریر کردہ مشائخ میں روح الارواح بھی عمدہ کتاب ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ روح الارواح قاضی حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کو حفظ تھی۔ آپ جب وعظ فرماتے تھے۔ روح الارواح کے مضامین بیان فرماتے اور کتب تصنیف کردہ متقدمین میں قوت القلوب بھی قابل دید ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ مکتوبات شیخ عین القضات ہمدانی رحمہ بھی عمدہ کتاب ہے مگر اس کے بعض بعض مطالب مشکل ہیں اور اچھی طرح حل نہیں ہوتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنی واردات اور مکاشفات

سے اس کتاب کو تدوین فرمایا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے اپنے کشف سے لکھا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس وقت وہ جلائے گئے ان کی عمر پچیس برس کی تھی عجیب شخص تھے کہ اس عمر میں ان کا یہ حال تھا اور شغولی بحق بدرجۂ غایت تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ کی نسبت جو قاضی تھے یہ لکھا کہ رشوت نہ لو اور حرام خوری نہ کرو۔

اس کے بعد ایسا ہی لکھا ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ اس تحریر سے ان کا مقصود کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صرف یہی نہیں لکھا بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ صاحب کشف تھے اور جس مقام میں درویش حاضر ہوتے یا مجلس سماع منعقد ہوتی والدہ حضرت عین القضاۃؒ بھی ایسی مجلسوں میں ضرور شامل ہوتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شیخ احمد غزالی کو دیکھا ہے جب تفحص کیا گیا۔ آپ کا ارشاد راست پایا۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ مقصود ان تحریرات سے شیخ عین القضاۃ کا یہ تھا کہ خدائی آفریدگار عالم کے حصول کے واسطے نماز، روزہ اور راہ شرط نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ جس کو چاہتا ہے کشف و کرامت روزی فرماتا ہے اسی وقت کسی نے یہ سوال کیا کہ شیخ عین القضاۃ بعلاقی کے پیر شیخ احمد غزالی تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات غلط ہے ان کے پیر کا نام کچھ اور ہی تھا آپ خود ایک مکتوب میں شیخ احمد غزالی عوا اور اپنے پیر کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر شیخ احمد غزالی اُن کے پیر ہوتے ان کا ہی ذکر کرتے اور اپنا پیر تحریر فرماتے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک روز شیخ احمد غزالی آپ کے مکان پر آئے آپ لڑکوں میں کہیں باہر کھیل رہے تھے۔ امام احمد غزالی نے آپ کے والدین سے دریافت کیا کہ عین القضاۃ کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ مرگئے۔ آپ نے فرمایا جب تک نعمتیں جن کا حاصل کرنا ان کے لیے مخصوص ہے اُن کو حاصل نہ ہو جائیں گی وہ کس طرح فوت ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ احمد غزالی ایک بزرگ شخص تھے۔ یہی سبب تھا کہ آپ کے والدین نے ان سے ایسا کہا اسی وقت مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ نے عرض کیا کہ مشہور ہے شیخ احمد غزالی کو ہمیشہ فحش تہمتیں لگا کرتی تھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ نہایت پاک اور راستباز تھے الا آپ کا طریق ملامت تھا۔

اسی وقت ان کی نہایت پرہیزگاری میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ ایک قصائی بچہ کے عشق میں متہم ہوئے اور اس کی شہرت اس قدر ہوئی کہ اس قصاب بچہ کے باپ کو بھی یہ حال معلوم ہو گیا وہ ہر شخص کے روبرو آپ کا گلہ کرتا اور برا بھلا کہتا تھا۔ ایک شب کو یہ قصاب بچہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا اس قصاب بچہ کو بھی کسی طرح خبر ہو گئی تفتیش احوال کرتا ہوا آپ کے مکان تک گیا آپ کا دروازہ اس وقت بند تھا مگر ایک روزن دروازے میں تھا۔ اس قصائی نے اس دروازے میں سے جھانکنا شروع کیا شیخ کو نماز میں مصروف پایا اور جب نماز سے فارغ ہوتے اس قصاب بچہ کو نصیحت و موعظت فرماتے تھے اور بعد پھر دوگانہ نماز دیگر شروع فرماتے اسی طرح وہ تمام رات گزر گئی اور آپ کا ہر دوگانہ کے بعد یہی حال تھا کہ ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے صبح کے وقت وہ قصائی اور اس کا لڑکا دونوں آپ کے قدموں میں گر گئے اور مرید ہوئے۔ یہ بیان فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا صاف اور پاکباز رہنا بڑے عالی ظرف کا کام ہے اور خلوت میں یہ امر جو شیخ احمد غزالی فرماتے تھے سخت مشکل ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب میں اجودھن میں خدمت مبارک حضرت شیخ الاسلام حاضر تھا ان ہی ایام میں ایک جوگی آیا میں نے اس سے دریافت کیا کہ اصل کار تمہارے درمیان کونسا ہے اس نے جواب دیا کہ ہماری کتب میں یہ مرقوم ہے کہ نفس آدمی میں دو عالم ہیں ایک سفلی اور دوسرا علوی عالم علوی سر سے ناف تک اور عالم سفلی ناف سے قدم تک ہے عالم علوی میں جملہ صدق و صفا و نیک اخلاق و حسن معاملہ ہونا چاہیئے۔ اور عالم سفلی میں کل نگہداشت پاکی و پارسائی کا ذکر ہے یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اُس کی یہ بات بہت اچھی معلوم ہوئی۔

اس کے بعد گفتگو پھر ترکِ دنیا کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزے رکھے اور ہمیشہ قیام شب کرے اور رنا تراکو من بھی ہو۔ اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا اصل دل دنیا کی دوستی کا دور کرنا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور دوستی دنیا کی اس دل میں موجود ہو وہ شخص جھوٹا ہے۔

چونتیسویں مجلس

روز جمعہ تاریخ ۲۲ ماہ ربیع الاول [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو شیخ عثمان حرب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے ایک مدت سے ترکِ دنیا کر رکھا ہے ایک روز عالم الغیب سے انہیں فرمان ملا کہ خلق خدا کو امر بالمعروف کرو بشرطیکہ ہزار بلا کا تحمل کر سکو انہوں نے اس کو قبول کیا اور اپنے مقام سے باہر نکلے ایک شخص نے دو پتھر مارا اور اسی وقت دوسرے نے ایک پتھر کھینچ مارا آپ سب شمار کرتے جاتے تھے۔ جب پورے ایک ہزار ہو گئے اس وقت ان کو ندا الہام ہوا کہ اب منبر پر چڑھ کر وعظ کہو۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے حضرت عزت کی بارگاہ میں التجا کی کہ الٰہی میں جاہل ہوں اور کوئی کمال علمی مجھے حاصل نہیں میں وعظ کس طرح کہہ سکتا ہوں۔ اسی وقت پھر یہ الہام ہوا کہ تم منبر پر پاؤں رکھو میں علم روزی فرماؤں گا۔

اس کے بعد گفتگو قطع مخالطت خلق کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جلا ہے تھے اور تمام عالم سے قطع تعلق رکھتے تھے جب دوبارہ اس عالم میں آئے سات ایک مدت تک خاموش رہے کسی سے بات چیت نہ کی ایک روز کسی محرم راز نے ان سے عرض کیا کہ آپ جب تک اس دنیا میں ہیں آپ کو ضرور کہنا سننا چاہیئے آپ نے جواب دیا میں سوچتا ہوں کہ کس امر کا تذکرہ کروں آیا مکون کا یا مکون کا مکون کا بیان نہیں ہو سکتا اور مکون بیان میں نہیں آتا۔ یہ رباعی ان سے

یادگار ہے۔ رباعی

یا من بہ میاں رسول باشم با تو — تنہا ہمہ زجہاں من و تنہا تو
خورشید نہ خواہم کہ برآید با تو — آئی بر من سایہ نہ باشد بر تو

اس کے بعد گفتگو اس جماعت کے بارے میں ہوئی جو روزہ رکھتے اور وظیفے کرتے ہیں اور مقصد ان کا اس عجب سے وریا ہوتا ہے۔

اسی وقت آپ نے یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ بیت

گفت گر ترا کند فربہ
سیر خوردن ترا زنگی بہ

پینتیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۲۴ ماہ مذکور [illegible]ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو ماجرائے درویشاں اور ان کے حسن گفتگو کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ وقت نزول رحمت تین ہیں۔ اول حالت سماع۔ دوم کھانا کھانے کے وقت جو بہ نیت حصول طاقت برائے عبادت کھایا جائے۔ سوم وقت ماجرائے درویشاں اور ان کے ارشادات کے ذکر کے وقت۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ خانقاہ حضرت شیخ الاسلام میں چھ یا سات درویش آئے تھے۔ میں ان دنوں وہیں تھا یہ سب خورد سال نوجوان اور حسین تھے خاندان چشت سے عبودیت رکھتے تھے۔ القصہ انہوں نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ سے عرض کیا کہ ہم کو کچھ عرض کرنا ہے۔ آپ کسی سے فرما دیجئے کہ وہ ہمارا حال سنے حضرت شیخ الاسلام نے مجھے اور مولانا بدرالدین اسحاق قدس سرہ العزیز کو اس کام کے واسطے نامزد کیا ہم دونوں ان کا حال سننے لگے وہ اس قدر ملائمت اور شیریں زبان سے بات کرتے تھے کہ ہم دونوں پر ایک حالت طاری ہوتی تھی اور بہت ہی اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی

حسن رعایت کلام و ادب سے ایک رقت ہوئی تھی۔ میں نے مولانا بدر الدین اسحاق سے کہا کہ یہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے واسطے بھیجا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حال اس طرح کہنا اور کلام اس طرح کرنا چاہیئے کہ گردن کی رگ نہ پھولے اور نہ آواز میں تیزی پیدا ہو۔

اس کے بعد آپ نے بردباری اور تحمل کے بارے میں بہت غلو فرمایا کہ یہ کام بہت اچھا ہے جہاں تک ممکن ہو تحمل اور بردباری سے کام لیا جائے اور جس قدر جفا و خفا اٹھا سکے اٹھائے اور کبھی اس کا بدلہ لینے کا ارادہ نہ کرے۔ اور اسی وقت یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ بیت

ہر کہ ما را یار نبود ایزد او را یار باد
ہر کہ ما را رنجہ دارد راحتش بسیار باد

اور تھوڑے سکوت کے بعد یہ بیت ارشاد فرمایا۔ بیت

ہر کسے در راہ ما خارے نہد از دشمنی
ہر گلے از باغ عمرش بشگفد بے خار باد

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص تمہارے راستے میں کانٹا ڈالے اور تم بھی اس کی راہ میں کانٹا رکھو یہ امر جوانمردی سے بعید ہے۔

اس کے بعد یہ تمثیل بیان فرمائی کہ با نغزان نغزی با کوزان کوزی مشہور ہے۔ مگر ہم لوگ یعنی اہل تصوف میں یہ مثل اس اس طرح ہے کہ با نغزان نغزی و با کوزان۔

چھتیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ہفتم ماہ مبارک رجب [illegible]ھ

کو شرف قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو مودت یاران دینی کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اخوت دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک اخوت نسبی۔ دوم اخوت دینی۔ ان دونوں میں سے اخوت دینی کو شرف ہے کیونکہ اخوت نسبی کا حکم بمقتضائے حال بدل جاتا

ہے اور اخوت دینی ہر حال میں کامل رہتی ہے۔

اسی وقت تمثیل الامر ارشاد فرمایا کہ دو سگے بھائی ہوں ایک مومن دوسرا کافر میراث مسلمان بھائی کی کافر کو نہ پہنچے گی۔ پس یہ اخوت ضعیف ہوئی اور اخوت دینی کے کامل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ اخوت جو درمیان دو مسلمان بھائیوں کے ہوتی ہے اس کو خلل نہیں ہے۔ قیامت بلکہ ابدالآباد تک برقرار رہے گی۔

اس کے بعد گفتگو در بارہ معانی آیت الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدوا الا المتقین میں فرمایا ہے کہ وہ احباب اور وہ دوست کہ بسبب فسق و فجور ہوں کل قیامت کو ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے یعنی ان کی اس دار فانی کی دوستی جو بوجہ فسق و فجور تھی دشمنی سے بدل جائے گی۔ اس کے بعد یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ؎

تماد شمناں اند ایں دوستاں
کہ یاراں ندر بارۂ دوستاں

سینتیسویں مجلس

روز یک شنبہ تاریخ ۲۵ ماہ رجب المرجب ۷۱۲ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو نماز نفل کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر نمازیں پڑھی ہیں وہ تین قسم پر منقسم ہیں۔ ایک قسم متعلق بوقت ہے۔ دوسری متعلق بسبب اور تیسری نہ متعلق بوقت اور نہ متعلق بسبب ہے۔ نماز متعلق بوقت کے بارے میں امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا ہے کہ نماز متعلق بوقت میں تکرار ہے کہ معین وقت ہونے پر ہر روز ہر ہفتہ ہر ماہ و ہر سال پڑھی جاتی ہیں۔ ہر روز کی آٹھ نمازیں ہیں۔ پانچ مفروضہ وقتی۔ چھٹی نماز چاشت۔ ساتویں نماز اوابین۔ آٹھویں نماز تہجد۔ اور نمازِ ہر روز جداگانہ ہے اور نماز ہر ماہ کی بیس رکعت ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ماہ کے غرہ میں

ادا فرمایا تھا۔

اور سال کی چار نمازیں ہیں۔ دو نماز عیدین۔ سوم تراویح۔ چہارم نماز شب برات یہ سب نمازیں وقت سے متعلق ہیں۔ لیکن قسم دوم وہ نمازیں جو متعلق بسبب ہیں اور وہ دو ہیں۔ اول نماز استسقاء جو بسبب نہ ہونے باراں برائے نزول باران رحمت الٰہی پڑھی جاتی ہے۔ دوسری نماز سورج گرہن چاند گرہن ہے کہ یہ بھی بسبب کسوف، خسوف کے جب وہ واقع ہوتا ہے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ دونوں نمازیں متعلق بسبب ہیں۔ لیکن قسم سوم جو نہ متعلق بوقت اور نہ متعلق بسبب ہے۔ وہ نماز صلوٰۃ و تسبیح ہے۔ والسلام۔

اس کے بعد گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ نماز بائے نفل جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض مشائخ و اولیاء کرام نے اس نماز کو بیٹھ کر پڑھا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ شب برات کو حضرت شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ وہ نماز جو اس سب کے لیے مقرر ہے تم بجماعت پڑھو اور خود امامت کرو۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔

اس کے بعد گفتگو نماز محافظت نفس کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہایت مناسب ہے کہ جب لوگ مکان سے باہر جاویں۔ دو رکعت نماز پڑھ کر باہر جاویں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر بلا سے جو راہ میں در پیش آوے محفوظ رکھے۔ یہ دوگانہ نماز نہایت باخیر و برکت ہے۔ اور مرد کو لازم ہے کہ جب باہر سے مکان میں داخل ہو دو رکعت نماز پڑھے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس فساد و بلا سے جو گھر میں ہونے والی ہو اپنی امان میں رکھے اس دوگانہ میں بھی نہایت خیر و برکت ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے یہ دوگانہ ادا نہ ہو سکے وہ داخل ہونے اور باہر نکلنے کے وقت آیت الکرسی پڑھ لیا کرے۔ اس کا حکم بھی موافق دوگانہ ہے

اور جو شخص آیت الکرسی بھی نہ پڑھ سکے وہ چار یاران کلمات کو پڑھے وہی غرض حاصل ہوگی جو دوگانہ اور آیت الکرسی کے پڑھنے سے متعلق تھی اور وہ کلمات یہ ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اگر کوئی شخص اوقات مکروہ میں داخل مسجد ہو کر نماز تحیت مسجد ادا نہ کر سکے یہی کلمہ چار مرتبہ کہے۔ وہی غرض حاصل ہوگی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اڑتیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۳ ماہ شوال ۶۱۲ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ خواجہ سید نوح جو آپ کی شرف قرابت سے مشرف ہیں آپ کے روبرو بیٹھے ہوئے مشارق پڑھ رہے تھے اور آپ اس کے خواص بیان فرماتے تھے۔

اسی وقت یہ حدیث قراءت میں آئی کہ اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور کھنکار یا بلغم یا تھوک منہ میں آئے اور وہ اس کو تھوکنا چاہے چاہیئے کہ سامنے (یعنی مقابل قبلہ) نہ تھوکے اور نہ داہنی طرف تھوکے کہ وہ جگہ فرشتے کی ہے۔ آہستہ جانب چپ قدموں میں تھوکے کہ عمل کثیر نہ ہو یہ فعل مفسد نماز نہیں ہے اگر فعل کثیر کرے گا نماز جاتی رہے گی۔

اور اسی وقت یہ بیان فرمایا کہ مومن کا جسم کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا ہے اگر نجاست لگی ہو تو اس کا دوسرا حکم ہے۔

اسی تقریب میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں چلے جا رہے تھے۔ اور آپ کے سامنے سے ابوہریرہ رضہ آ رہے تھے جب آپ کے مقابل پہنچے آپ نے برائے مصافحہ اپنا ہاتھ بڑھایا مگر ابوہریرہ رضہ نے اپنا ہاتھ کھینچا آپ نے وجہ دریافت کی۔ حضرت ابوہریرہ رضہ نے عرض کی کہ میں جنب میں ہوں اور غسل نہیں کیا ہے آپ مطہر ہیں میں کیونکر آپ کو مس کر سکتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے۔ مگر جنب ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص جنب کا بچا ہوا پانی پی لیوے کچھ ڈر نہیں۔

اور اسی وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر شیطان زن جمیلہ کے لباس میں کسی شخص کے پاس آوے یا خود کو اس طرح ظاہر کرے کہ اس کی طبیعت اس کی جانب مائل ہو۔ اس دیکھنے والے کو لازم ہے کہ اپنی عورت منکوحہ سے صحبت کرے کہ یہ وسوسہ زائل ہو جائے۔

پھر فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرد متاہل کی ایک خیریت یہ بھی ہے۔ حضرت خواجہ نوح رحمۃ یہ فوائد سن کر کھڑے ہوئے۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے حاضرین کی جانب اشارہ کیا کہ آپ کی تعظیم لازم ہے اور ارشاد فرمایا کہ ان کو عزیز رکھنا چاہیئے یہ بنہایت صالح اور نیک ہیں۔ قرآن شریف ان کو حفظ ہے ہر شب جمعہ کو ختم فرماتے ہیں کسی کی دوستی اور دشمنی سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ ایک معتقد میں نے ان سے دریافت کیا تھا کہ تم جو اس قدر عبادت اور مجاہدہ کرتے ہو اس سے تمہارا کیا مقصود ہے جواب دیا کہ صرف آپ کی حیات مطلوب ہے یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سخن دلیل سعادت و نیک دلی ہے نہ معلوم ان کو یہ بات کس نے سکھائی تھی۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو کچھ دریافت کرنا ہو لازم ہے کہ کسی عالم سے دریافت کرے اور اگر کسی شخص سے کچھ سوال کریں لازم ہے کہ ایسا سوال کریں جو اس کو معلوم ہو۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا ضیاء الدین نامی ایک عالم تھے۔ پایۂ منارہ کے نیچے پڑھایا کرتے تھے میں نے ان کی زبانی سنا کہ وہ ایک مرتبہ خدمت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ میں تشریف لے گئے فرماتے تھے کہ میں علوم فقہ صرف نحو سے بالکل بے خبر تھا متردد تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مجھ سے فقہ میں گفتگو کریں گے میں بالکل جواب نہ دے سکوں گا خیر میں آپ کے روبرو گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ تنقیح مناط کیا ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی حاصل ہوئی مجھے اس بارہ میں

نحو تھا بہت اچھی طرح سے اثبات و نفی بیان میں لایا۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت تمام کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ کمال کشف حضرت شیخ الاسلام تھا کہ آپ نے مولانا ضیاء الدین سے وہی سوال کیا جو ان کو بہت اچھی طرح معلوم تھا۔

تمام ہوا دریا چہ دوم کتاب فوائد الفواد والحمد للہ رب العالمین اور امید ہے کہ آئندہ بھی جو کچھ زبان معجز بیان حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر سے سنا جائے گا احاطۂ تحریر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دیباچہ سوم

یہ اشارت اسرار الٰہی یا بشارت انوار نامتناہی کہ لفظ دربار زبان گوہر نثار حضرت خواجہ راستین ختم المجتہدین ملک المشائخ فی الارضین نظام الدین ہمیشہ قائم رکھے اللہ تعالیٰ برکت اور سعادت ان کی انفاس نفیسہ سے سنے ہیں ان کو اس دیباچہ میں تحریر کیا ہے۔ بیت

مجموعہ کہ چندہ تو حسن بنا نہاد
ہم وقت پاک شیخش بجیبئے نہاد

پہلی مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۷ ماہ ذیقعدہ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو طبقات زمانہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے اور مدت ایام ہر طبقہ چالیس سال ہوگی۔ طبقہ اول طبقہ علم و مشاہدہ۔ طبقہ دوم طبقہ صلاح و تقوی۔ طبقہ ثالث تواصل و تراحم۔ طبقہ چہارم طبقہ تقاطع و تدابیر۔ طبقہ پنجم ہرج و مرج ہے۔

اس کے بعد آپ نے اس کی تفصیل مشرح بیان فرمائی کہ اہل طبقہ علم و مشاہدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اور اہل طبقہ بر و تقوی تابعین رحمہم اللہ ہوئے۔ ان کے بعد اہل تواصل و تراحم ہوئے اور تواصل کے یہ معنی ہیں کہ اگر دنیا ان کی جانب اقدام کرے وہ اس کو دوسرے کی جانب روانہ کریں خود روادار نہ ہوں اور اگر کوئی شخص جو اس دنیا میں ان کا مشترک ہو اور دنیا کو خود اپنی جانب کھینچے وہ دنیا کی دور ڈھیلی چھوڑ دیں اور اس کے پاس جانے دیں اور تراحم یہ ہے کہ اگر تمام دنیا ان کو دی جائے وہ اس کو نفقہ کریں اور راہ خدا میں ایثار کر ڈالیں۔

اس کے بعد طبقہ تقاطع و تدابیر ہوگا اور تقاطع اس کو کہتے ہیں اگر دنیا ان کے پاس آوے قبول کریں اور دوسرے کو دینے کے روادار نہ ہوں اور اپنے بھائیوں سے دنیا کے لیے پیٹھ پھیر لیویں یہ تدابیر ہے۔ اس کے بعد طبقہ پنجم ہرج مرج سخت ترین از طبقات چہارگانہ ہے اس طبقے کے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں گے اور جان انسان کے مار ڈالنے میں نفع دنیا کی غرض سے دریغ نہ رکھیں گے۔ مدت ان پانچ طبقوں کی دو سو برس ہوگی۔

یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس دو سو برس کے بعد بشکل انسانی اولاد پیدا ہونے سے سانپ اور کتا پیدا ہونا بہتر ہوگا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ فرما کر رونے

گئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سے تھا جو آپ کے دو سو برس بعد ختم ہو چکا ہے اب اس وقت کا حال خود ہی سمجھ لینا چاہیئے۔

اس کے بعد گفتگو مشغول حق اور ان چیزوں کے بارے میں جو اس ذکر کے مانع ہیں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بہت کتابیں پڑھی ہیں اور اب جب کسی وقت ان کا مطالعہ کرتا ہوں ایک چاشنی معلوم ہوتی ہے میں اس وقت بہت حیران ہوتا ہوں کہ کس غم میں آپڑا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی۔ جب کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر کا کام کمالیت کو پہنچا۔ انھوں نے جملہ کتابیں جن کو پڑھا تھا گوشہ میں رکھ دیں اور بقول بعض دھو ڈالیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ امر ثبوت کو نہیں پہنچا کہ آپ نے کتابیں دھو ڈالی تھیں۔ البتہ اُن کو سنبھال کر کسی جگہ رکھ دیا تھا۔ ایک روز کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ اے ابو سعید اپنا وعدہ بھول گیا کہ میرے سوا دوسری چیز سے مشغول ہوا جب آپ نے یہ بیان فرمایا رونے لگے اور یہ بیت زبانی مبارک سے ارشاد فرمایا۔ بیت

تو سایہ دشمنی کجا در گنجی
جائے کہ خیال دوست زحمت باشد

یعنی جس جگہ کہ کتب مشایخ فقہ و احکام شریعت حجاب کا موجب ہوں وہاں دوسری اشیاء سے کس قدر زیادہ حجاب ہوگا۔ اور اس کا کیا ٹھکانا ہے۔

دوسری مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۲ ماہ ذالحجہ ۲ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس روز بہت سے احباب آپ کی خدمت مبارک میں حاضر تھے بوجہ تنگی مکان بعض سایہ میں اور بعض دھوپ میں بیٹھے تھے آپ نے

ان لوگوں کو جو سایہ میں تھے ارشاد فرمایا کہ ذرا گنجان بیٹھو کہ ان لوگوں کو جگہ ملے وہ دھوپ میں بیٹھے ہیں اندر میں چلا جاتا ہوں۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک بزرگ مولانا شاہی موئے تاب نامی تھے۔ ایک مرتبہ کئی دوست ان کو اپنے ساتھ بطریق سیر باہر لے گئے اور کھیر پکائی جب وہ کھیر سامنے لائی گئی مولانا شاہی موئے تاب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے پکانے میں خیانت کا دخل ہوا ہے اور وہ امر یہ تھا کہ جس وقت دودھ ابل کر گرنے لگا تھا دو یاروں نے بخیال ضائع جانے کے پی لیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بہت برا کام ہے۔ الغرض مولانا شاہی موئے تاب نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ دوستوں کے پاس تھوڑا کھا کر طعام لائیں ان دونوں یاروں نے معذرت کی کہ دودھ دیگ میں جوش کھا کر ابلنے لگا تھا اور نیچے گرتا تھا ہم نے جو باہر نکل کر گرا تھا اس کو روک کر اٹھا لیا اگر خود سنبھال کر نہ پیتے وہ خاک میں مل جاتا۔ معذوری تھی۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ بھی خطا ہے نہ پینا چاہیئے تھا گر جانے دیا ہوتا یہ عذر قابل سماعت نہیں ہے اس وقت کئی احباب دھوپ میں تھے۔ عرق ان کے جسم سے خارج ہوتا تھا اور پسینہ بہت آیا ہوا تھا۔ آپ نے یہ معاملہ دیکھ کر اپنے یاروں سے فرمایا کہ حجام کو بلاؤ کہ جس قدر پسینہ ان دوستوں کے جسم سے خارج ہوا ہے اپنے جسم سے اس قدر خون نکال دوں۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان کرکے فرمانے لگے کہ دیکھئے خواجہ شاہی موئے تاب رہ کا حسن معاملہ میں کس قدر محبت کس قدر انصاف تھا۔

اس کے بعد بزرگی حضرت خواجہ شاہی موئے تاب میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نظام الدین ابو المؤید رہ بیمار ہو گئے انھوں نے حضرت شاہی موئے تاب رہ کو طلب کرکے فرمایا کہ آپ دعا فرمائیں کہ میری یہ بیماری صحت سے بدل جائے خواجہ شاہی نے عذر کیا کہ آپ بزرگ ہیں یہ کام میرے لائق نہیں میں ایک بازاری آدمی ہوں۔ مولانا نظام الدین ابو المؤید نے فرمایا کہ آپ کو میرے حق میں دعا کرنی ہی پڑے گی میں آپ کو کبھی معذور نہ رکھوں گا۔ جب بہت اصرار کیا گیا مولانا شاہی موئے تاب

نے فرمایا کہ میرے دوست ہیں ایک شریف دوسرا صالح ان کو بلا بھیجئے کہ وہ میری اس کام میں امداد فرمائیں الغرض دونوں بلائے گئے۔ جب آ گئے آپ نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین نے ایسا کار اہم میرے سپرد کیا ہے کہ تم کو اس امر میں میری امداد کرنی ہوگی سر سے سینے تک کے لیے میں مشغول ہوتا ہوں اور بقیہ نصف حصے کے لیے آپ مصروف ہوں الغرض تینوں مشغول ہو گئے اور بیماری شیخ نظام الدین کی جاتی رہی۔ یہ سب کرامت مولانا شاہی موئے تاب کی تھی۔

اس کے بعد آپ کی کرامت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بعد میری وفات کے جس شخص کو کوئی مشکل پیش آئے اس کو لازم ہے کہ پیوستہ تین روز تک میری زیارت کو آوے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی مہم پوری ہو جائے گی اگر نہ ہو تو چوتھے روز پھر آئے ضرور حاجت پوری ہوگی۔ اگر احیاناً پوری نہ ہو تو پانچویں روز آکر میری قبر کی اینٹ کو اینٹ سے مارے یعنی توڑ دے۔

اس کے بعد گفتگو عصمت اولیاء کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء معصوم ہیں اور نزدیک فقراء کے اولیاء بھی معصوم ہیں لیکن انبیاء واجب العصمت اور اولیاء جائز العصمت ہیں۔

تیسری مجلس

تاریخ ۲۴ ماہ ذالحجہ سنہ ۷۱۲ ہجری بروز جمعہ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی ایک شخص نے حاضر ہو کر اس نیت سے کہ قرآن شریف یاد رہے۔ فاتحہ کی درخواست کی آپ نے دریافت فرمایا کہ کس قدر یاد کر لیا ہے جواب دیا کہ ثلث یاد کر چکا ہوں یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ باقی تھوڑا تھوڑا یاد کرو اور پچھلا پڑھتے رہو۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے ایک شب شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے تحفظ قرآن شریف کے لیے فاتحہ کی درخواست کی انھوں نے

قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ صبح میں ایک عزیز کے پاس گیا اور ان سے یہ قصہ بیان کر کے فاتحہ کی درخواست کی۔ انھوں نے فرمایا کہ جیسا تم کو بدرالدین غزنوی نے تلقین فرمایا ہے۔ ویسا عمل میں لاؤ اور فرمایا کہ مقصود ان کے پڑھنے سے یہ ہے کہ تم بھی دوام پڑھتے رہو کہ قرآن شریف یاد رہے اور یہ بھی فرمایا کہ ہر روز سوتے وقت قرآن شریف کی یہ دو آیتیں پڑھا کرو۔ البتہ تحفظ قرآن مجید کے لیے حکم اکسیر رکھتی ہیں۔

والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم - ان في خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اليل والنهار والفلك التي تجري في البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والارض لايٰت لقوم يعقلون ؕ

اس کے بعد گفتگو قدرت باری عز اسمہٗ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو آرزو اصحاب کہف کے دیکھنے کی ہوئی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ فرمان صادر ہوا کہ ہم نے حکم صادر کیا ہے کہ تم ان کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے آخرت میں دیکھو گے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے دین میں شامل ہو جائیں۔

یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر لائے اور چادر بچھا دیں کہا کہ اس کا ایک ایک گوشہ پکڑو۔ یہ چار اصحاب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت علی بن ابی طالب رضؓ اور حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہوا کو جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اڑاتی پھرتی تھی طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس گلیم کو مع چاروں یاروں کے اڑا کر غار اصحاب کہف پہ لے جائے۔ ہوا اڑا کر لے گئی اور غار کے منہ پر چھوڑ دیا۔ انھوں نے حسب تعلیم غار کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو زندہ کر کے جواب سلام دلوایا اس کے بعد یاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام ان پر

عرض کیا انھوں نے صدق دل سے قبول کیا اور کلمہ پڑھا۔

چوتھی مجلس

روز دوشنبہ اول ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر

سنہ ۶۱۳ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو نوافل و اوراد کے پڑھنے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شب میں نے حضرت خواجہ فریدالدین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ روز سو مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لا یموت ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر پڑھا کرو میں نے بیدار ہوتے ہی موظبت اس ارشاد کی شروع کی اور اپنے دل میں کہا کہ حضرت کا اس ارشاد سے کوئی خاص مطلب ہوگا۔ چند روز بعد مجھے کسی کتاب میں نظر آیا کہ جو شخص اس دعا کو پڑھتا رہے گا وہ بغیر اسباب کے زندگی خوش بسر کرے گا اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت کا یہ ارشاد خاص اسی غرض کے واسطے تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ان کلمات کو ہر نماز کے بعد دس مرتبہ کہے گا۔ چار غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب اس کو حاصل ہوگا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ اور مجھے حضرت خواجہ فریدالدین رحمتہ اللہ نے خواب میں فرمایا کہ بعد نماز عصر پانچ مرتبہ سورۂ عم یتساءلون پڑھا کرو میں نے بیدار ہوتے ہی آپ کے اس حکم کی تعمیل شروع کی اور اپنے دل سے کہا کہ اس میں بھی کوئی ضرور بشارت ہے۔ چنانچہ ایک تفسیر میں لکھا دیکھا کہ جو شخص ہر روز بعد نماز عصر پانچ مرتبہ سورۂ نباء پڑھے گا دل اس کا اسیر محبت حق تعالیٰ سبحانہ ہوگا۔ یعنی خدائے تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں بیٹھ جائے گی جیسے اس دار فانی میں کوئی کسی کا عاشق و گرفتار دام محبت ہو جاتا ہے۔ اس سورت کا پڑھنے والا اسی طرح گرفتار محبت الٰہی ہوگا۔

یہ فوائد تمام فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے حاضرین تم بھی ان ادعیات کی مواظبت کرو الحمد للہ علی ذالک۔

پانچویں مجلس

روز دوشنبہ ۲۲ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر

سنہ ۶۱۳ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ بعضے آدمی آپ کو اکثر برا کہتے ہیں اور ہم سے سنا نہیں جاتا۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان سب کو جو مجھے برا کہتے ہیں معاف کیا تم کو چاہیئے کہ تم بھی معاف کرو اور اس شخص سے خصومت نہ کرو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تجو ساکن اندرپت ہمیشہ مجھے برا کہتا تھا بلکہ میرا برا چاہتا تھا برا کہنا سہل ہے۔ لیکن برا چاہنا بہت خراب۔ الغرض جب وہ مرگیا میں اس کی قبر پر گیا اور دعا کی کہ جو کچھ اس نے میری نسبت برا بھلا کہا ہے یا کیا ہے میں نے اس کو معاف کیا میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو میری وجہ سے اس کو عقوبت نہ فرما۔

اور اسی وقت ارشاد فرمایا کہ جب دو شخصوں کے درمیان رنجش ہو جائے لازم ہے کہ ایک شخص اس کی جانب سے اپنا دل صاف کرے امید ہے کہ اس کا بھی دل صاف ہو جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں اس کے برا کہنے سے کیوں برا مانوں بزرگان دین کا فرمودہ ہے کہ مال صوفی کا وقف اور خون اس کا مباح ہے۔ جب یہ ارشاد ہے پھر برا ماننا اور خصومت ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

اس وقت ایک شخص نے آکر یہ حکایت بیان کی کہ آپ کے چند مرید فلاں موضع میں گئے اور وہاں مجلس سماع قائم کی جس میں مزامیر بھی تھا۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس امر کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اُن کو منع کر دیا کہ مزامیر اور دیگر محرمات

سماع کے درمیان بالکل نہ ہونا چاہیئے۔ انہوں نے جو کیا ہے اچھا نہیں ہے۔ در باب حرمت مزامیر بہت غلو فرمایا اور یہ فرمایا کہ اگر امام نماز میں ہو۔ اور مقتدیوں میں عورتوں کی صف بھی ہو اور امام سے سہو ہو جائے۔ پس مقتدی مرد کو لازم ہے کہ سبحان اللہ کہے کہ امام اپنی غلطی معلوم کرے اور وہ غلطی اگر کسی عورت کو معلوم ہو جائے وہ زبان سے سبحان اللہ نہ کہے اور نہ دستک دے بلکہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر داہنا ہاتھ اشارے کو آواز ہو اور تالی نہ بجے کہ تالی بجانا بھی لہو ہے جب یہاں تک منع کیا گیا ہے پس مزامیر و دیگر محرمات سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مقامات طریقت سے گر پڑے گا۔ وہ شرع میں گرے گا اور جو شخص شرع سے گرے گا اس کا کہیں ٹھکانا نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا فرمایا کہ مشائخ کبار اور ان لوگوں نے جو اس کے اہل ہیں راگ سنا ہے اور جو شخص صاحب ذوق ہے اور صاحب درد ہے وہ ایک بیت کے سننے سے مست ہو جاتا ہے اور وقت اس کو ہو جاتی ہے خواہ مزامیر درمیان میں ہو یا نہ ہو اور جو صاحب ذوق نہیں ہے اگر اس کے سامنے تمام زمانے کے ڈھول بجائے جائیں اس کو مطلق خبر نہ ہوگی پس معلوم ہوا کہ یہ کار متعلق بدرد ہے نہ متعلق بمزامیر وغیرہ۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مرد کو تمام روز حضور میسر ہونا سخت مشکل بلکہ ناممکن ہے اگر تھوڑی سی دیر حضور حاصل ہو جائے غنیمت ہے کہ بقیہ روز بھی اس کے صدقہ سے بار است ہو جائے گا۔ اسی طرح کسی جماعت میں اگر کوئی شخص صاحب ذوق ہو اس مجلس کے تمام آدمی اس کی پناہ میں ہوں گے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ پاک پٹن کا قاضی ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ سے پرخاش رکھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ غایت خصومت سے ملتان گیا اور وہاں کے صدور آئمہ سے کہا کہ یہ کس حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھے اور راگ سے کسی وقت اس کو وجد ہو اور وہ مسجد میں تواجد کرے ان لوگوں نے

سن کر دریافت کیا کہ یہ واقعہ کس کا ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ کہ یہ معاملہ شیخ فرید الدین قدس سرہ کا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کا نام سن کر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس قدر سماع سنا ہے اور جو تشبیہ اور استعارے سنے ہیں ان سب کی نسبت حضرت شیخ الاسلام سے کی ہے اور ان کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حالت حیات حضرت شیخ شیوخ العالم رضی اللہ عنہ میں ایک مجلس میں میں نے یہ بیت سنا۔

خرام بدیں صفت مبادا

کز چشم بدت رسد گزندے

مجھے اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ شیخ اور ان کی کمال بزرگی و نہایت فضل یاد آئی اور اس قدر رقت ہوئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ حالانکہ قوال نے چاہا کہ اور آگے کے شعر گائے میں نے منع کیا اور یہی شعر گوایا۔

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر جب یہاں تک بیان کر چکے تو رونے لگے اور ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے تھوڑے روز بعد حضرت شیخ شیوخ العالم نے انتقال فرمایا رحمتہ اللہ علیہ۔

اس کے بعد دوبارہ حمل و تاویل معانی اشعار سماع میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ فردائے قیامت ایک شخص کو فرمان ہوگا کہ تو نے دنیا میں سماع سنا ہے وہ عرض کرے گا کہ ہاں میں نے سنا ہے۔ حکم ہوگا کہ جو اشعار تو نے سنے ہیں ان کو ہمارے اوصاف پر حمل کیا۔ جواب دے گا کہ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ ارشاد ہوگا کہ اوصاف حادث اور ذات ہماری قدیم ہے حادث کی قدیم سے نسبت نہیں ہو سکتی۔ یہ شخص حیران ہوگا اور عرض کرے گا کہ میں نے غایت محبت سے ایسا کیا پس ہم نے بھی تجھے معاف کیا اور اپنی رحمت تجھ پر نازل کی کہ حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر یہ فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ عتاب ان پر ہے کہ جو غایت محبت میں مستغرق ہیں اور لوگوں کی

نسبت کیا کہا جائے۔

اس کے بعد گفتگو معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حیوانات و جمادات نے بھی فرمان برداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اور اس باب میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگئے آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بجانب یمن بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ وہاں ایک چشمہ عین الرمات نامی ہے۔ تم جاکر اس چشمہ سے میرا سلام کہو اور بیان کرو کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگئے ہیں۔ جب معاذ رضی اللہ عنہ اس چشمہ پر پہنچے آپ کا سلام پہنچایا اور دعوت اسلام کی چشمہ نے نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کی۔ اور ایمان لایا اس چشمہ کے پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جو شخص اس چشمہ کے پانی کو پیتا تھا اسے نکسیر جاری ہو جاتی تھی۔ اسلام لانے کے بعد وہ تاثیر اس کے پانی سے جاتی رہی۔

اس کے بعد گفتگو اسم اعظم کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو اسم اعظم معلوم ہے بیان فرمائیے کونسا نام اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے آپ نے جواب دیا کہ معدہ کا لقمہ حرام سے خالی رکھنا اور دل کو محبت دنیا سے خالی کرنا ہی اسم اعظم ہے۔

اس کے بعد جس نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارو گے وہی اسم اعظم ہوگا۔ اسی اثنا میں کھانا سامنے لایا گیا اور نمک دسترخوان پر رکھا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ابتدا کھانے کی نمک سے کرنی چاہیے۔ انگلی کو لعاب دہن سے تر کرکے نمک اٹھانا کسی حدیث میں نہیں آیا ہے۔ اور ایک انگلی کے ذریعہ سے اگر تر نہ کیا جائے نمک نہیں اٹھا سکتا ہے۔ پس انگشت شہادت کو انگشت تر سے ملا کر نمک اٹھانا چاہیے۔ بندہ نے شکریہ اس فائدہ میں عرض کیا کہ الحمد للہ آج نمک تجدید ہوا یہ سن کر حضرت ذکر اللہ بالخیر نے تبسم فرمایا اور مولانا محی الدین کاشانی نے بندہ کے سخن کو تزکیہ فرمایا اور خدمت حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر میں دوبارہ عرض کیا اور کہا کہ یہ ملوح ہیں آپ نے اس مطائبہ

کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ کسی شخص نے شمس الملک کے پاس آکر کسی شے کی توقع کی شمس الملک نے اس کے دفعہ میں جواب دیا۔ سائل جواب پاکر بھی کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد شمس الملک نے دریافت کیا کہ تم کیوں نہیں جاتے اس نے کہا کہ مجھے جواب ملنا چاہیے۔ شمس الملک نے کہا کہ چل دیجئے اس سے بڑھ کر اور کوئی جواب نہیں ہے۔

چھٹی مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۹۔ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر

والظفر کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ آج میں اس طرف اپنے اقربا کی ملاقات کے واسطے آیا تھا۔ بعض یار ایسا کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کام کے لیے اس طرف آوے اس کو لازم ہے کہ آپ کی خدمت شریف میں حاضر نہ ہو۔ میں بھی جانتا تھا کہ یہ سوء ادبی ہے اور یہ امر رسم کے خلاف ہے مگر میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ اس طرف آکر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے بغیر چلا جاؤں جذبہ دل کشاں کشاں لایا ہے۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی سوء ادبی نہیں ہے۔ اور آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور اس وقت یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ؎

درکوئے خرابات و سرائے اوباش
منع نبود بیا و بنشین و بباش

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مشائخ کی رسم ہے کہ کسی شخص کو اشراق سے پہلے اور عصر کے بعد اپنی خدمت میں نہیں آنے دیتے لیکن میں نے کسی وقت کی قید نہیں لگا رکھی ہے جس وقت کوئی اطلاع کرتا ہے میں فوراً بلا لیتا ہوں۔

اس کے بعد گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ بعض آدمی حج سے واپس آکر روز و شب وہاں کا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام فلاں چیز دیکھی اور فلاں فلاں مقام کی زیارت کی اور وہاں ایسا ایسا ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیان کے نفس کی شامت

ہے ایسا کرنے سے ریا کا دخل ہوتا ہے اور یہ ان کا جو فروشی سے خالی نہیں ہوتا اور اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

اس کے بعد گفتگو خدمت و مراعات و رضا کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا۔ بغیر خدمت کیے کیونکر مخدوم ہو سکتا ہے۔ اور اس وقت یہ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائے مَن خَدَمَ خُدِمَ۔

اس کے بعد گفتگو حسن معاملہ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے دس سنتوں کو پانچ متعلق بسر و پانچ متعلق بہ چشم میں کیا خوب نظم کیا ہے۔ بیت

دہ سخن در دو سخن آوردی
کار کن کار کہیں ہمہ سخن است

ساتویں مجلس

روز چہار شنبہ ۱۹ جمادی الاول ۶۶۵ ہجری

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ اس دن ایک رئیس نے دو باغ اور بہت سی زمین کی سند تملیک آپ کی خدمت میں بھیجی تھی اور بذریعہ عرضی کے بہت ہی اظہار عقیدت و عبودیت کیا تھا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں باغ و زمین کیا کروں گا۔ پھر متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ اگر میں ان کو قبول کروں میری نسبت کہیں گے کہ شیخ صاحب باغ و اراضی ہیں باغ کی سیر اور اراضی کی تردد کے واسطے جاتے ہیں میرے حال پر افسوس ہے جو میں اس کام کو کروں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجگان میں سے کسی نے ایسی اشیاء قبول نہیں کی ہیں۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ان ایام میں جب سلطان ناصر الدین ملتان گئے اجودھن سے گزرے تھے سلطان غیاث الدین اس وقت الغ خاں تھے یعنی بادشاہ نہیں ہوئے تھے وہ شیخ الاسلام کی زیارت کو آئے اور کچھ زر نقد نذرانہ اور چار گاؤں کی مثال معافی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آگے رکھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔

الغ خاں نے کہا کہ نذرانہ ہے۔ نقد برائے صرف درویشاں اور مثال دیہات خاص آپ کے لیے ہیں۔ شیخ الاسلام نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ نقد رہنے دو کہ درویشوں کے خرچ میں کچھ صرف کیا جاوے گا۔ اور مثال دیہات لے جاؤ کہ اس کے طالب بے شمار ہیں مجھے مطلوب نہیں۔ اور اثناء اس حکایت میں یہ حدیث ارشاد فرمائی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ وما دخل بیتا الا دخل دخلا۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے محل میں بیان فرمائی تھی۔ کہ آپ ایک مکان میں داخل ہوئے تھے اور وہاں دو چوب کشت رکھی ہوئی تھی کہ ان سے کشت کی جاتی تھی اور جوڑی ہانکی جاتی تھی آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا و دخل بیتا الا دخل ذلا ۔

اس کے بعد ذکر جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے ایک خط بزبان عربی شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا میں نے اس خط کو دیکھا ہے اس میں لکھا تھا من احب افتخار الفساد لم یفلح ابداً اور ذکر صیغہ بھی اس خط میں کیا تھا اور صیغہ زمین کشت وغیرہ اور ایسی ہی چیزوں کو کہتے ہیں۔

الغرض مجھے عبارت عربی اس خط کی تمام یاد نہیں الا اس میں لکھا تھا کہ جس نے دل صیغہ پہ باندھا وہ دنیا کا بندہ ہو گیا۔ بندہ نے شیخ جلال الدین نور اللہ مرقدہ کا حال پوچھا کہ وہ کس کے مرید تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس کے بعد گفتگو اوراد کے بارے میں ہوئی۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے اس حدیث صاحب الورد ملعون کے معنی پوچھے آپ نے ارشاد فرمایا یہ حدیث اہل کتاب کے ایک شخص کے بارے میں ہے اور یہ معاملہ اس طرح پر ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو عرض کیا گیا کہ فلاں یہودی یا فلاں نصرانی ورد بہت پڑھا کرتا ہے کہ ان کو ان کی اصطلاح میں تعیشا کہتے ہیں آپ نے جب یہ

سخن استماع فرمایا۔

ارشاد فرمایا کہ صاحب الورود ملعون جب یہ خبر اس کتابی کو پہنچی وہ تارک الورود ہو گیا۔ آپ نے یہ سخن استماع فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ صاحب تارک الورود ملعون اور بعضے علمائے دین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور اس کی تاویل اس طرح سے ہے کہ اگر کوئی شخص بے نماز ورد ترک کرے ایسے شخص کا وعید تارک الورود ملعون ہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص کہ معاملات مسلمانوں کے اس کی ذات سے وابستہ ہوں اور اجرائے مہمات اس کی ذات پر موقوف ہوں اور وہ ورد اس طرح پر کہ اس کو فرصت نہ ملے کہ وہ مسلمانوں اور عوام کی اصلاح اور قضایا کے فیصل کرنے کی طرف متوجہ ہو سکے پس وعید اس کا صاحب الورود ملعون ہوگا۔ بندہ نے اس وقت عرض کیا کہ اگر کسی شخص کو کوئی ضروری کام در پیش ہو یا ایسا عذر ہو کہ وہ ورد کو اس کے وقت مخصوص پر ادا نہ کر سکے اور رات کو بوقت فرصت پڑھے اس سے کسی قسم کا حرج تو نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ حرج نہیں اگر دن کا وظیفہ رہ جاوے رات کو پڑھے اور اسی طرح رات کا ورد دن کو پڑھے۔ کیونکہ شب خلیفہ روز اور روز خلیفہ شب ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بے عذر تارک الورد کا حال تین حال سے خالی نہ ہوگا۔ یا اسے میل شہوت بحرام ہوگا۔ یا حشمت پر محل ہوگی یا کوئی اور اس پر نازل ہوگی۔

اسی امر کے ضمن میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا عزیز زاہد رحمتہ اللہ علیہ ایک روز گھوڑے سے گر پڑے۔ چوٹ سخت لگی۔ ان سے حال پوچھا گیا۔ فرمانے لگے کہ میں ہر روز سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا۔ آج نہیں پڑھی تھی اس وجہ سے مجھے یہ نقصان پہنچا۔

آٹھویں مجلس

روز چہارشنبہ ماہ جمادی الآخر [illegible]ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو نظم و تجلیات غزل کے بارے میں ہوئی

تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص معانی اشعار کو اپنی سمجھ کے موافق حمل کرتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک روز شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ یہ بیت بار بار زبان مبارک پر لاتے تھے۔

نظامی این چہ اسرار است کز خاطر بروں داری
کسے سرش نمی داند زباں در کش زباں در کش

آپ شام تک یعنی مغرب کا وقت آ گیا پڑھتے رہے۔ حالانکہ وقت افطار بھی یہ شعر پڑھا اور سنا گیا کہ وقت سحر بھی آپ اس بیت کو پڑھتے تھے اور ہر مرتبہ جب آپ اس شعر کو پڑھتے تھے۔ چہرۂ انور متغیر ہو جاتا تھا۔ واللہ اعلم آپ کیا سمجھتے تھے۔ اور آپ اس شعر کو کس کس امر پر محمول فرماتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا اپنے مکان کے دروازے پر ایک ہاتھ ایک طبق میں اور دوسرا ہاتھ دوسرے طبق میں رکھے ہوئے کھڑے تھے اور بار بار یہ دو مصرعے زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ شعر

کردی صنما بسر بہ یار دیگر
ما ہیچ نہ کردیم خدا میداند

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ واللہ اعلم آپ کا محمول علیہ اس شعر کا کیا تھا اور مقصود کیا رکھتے تھے۔

اس کے بعد گفتگو توکل کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر حالت میں بھروسہ اللہ تعالیٰ کا رکھنا چاہیئے اور کسی شخص کی امداد کا خیال دل کرنا چاہیئے اور یہ فرمایا کہ بندہ کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک متاع دنیا اور سونا اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ معلوم ہونے لگے۔

اس کے بعد یہ حکایت اسی امر کی تضمن بیان فرمائی کہ شیخ ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ کعبہ شریف کے سفر میں تھے۔ آپ کو ایک لڑکا ملا جس کے پاس اسباب اور زاد راہ بالکل نہ تھا۔ آپ نے اس طفل سے دریافت فرمایا کہ کہاں جاؤ گے اس نے جواب دیا کہ

خانہ کعبہ کو جاتا ہوں۔ آپ نے اسباب کی نسبت سوال کیا۔ درویش کہنے لگا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے زاد و راحلہ دنیا میں بھیجا ہے کیا اس سے یہ بعید ہے کہ مجھے بغیر اسباب کے خانہ کعبہ پہنچا دے فی الجملہ جب حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں پہنچے اس لڑکے کو دیکھا کہ آپ سے پہلے آگیا تھا اور طواف کعبہ کر رہا تھا اور ابراہیم خواص کو دیکھتے ہی کہنے لگا اے ضعیف الیقین اپنے ضعف یقین سے آ کہ اللہ تعالیٰ کو بڑی قدرت ہے۔

اسی وقت یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ کفن چور حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا۔ سلطان العارفین نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنے آدمیوں کا کفن چرایا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک ہزار آدمیوں کا کفن چرایا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ ان میں سے کتنے آدمیوں کا منہ قبلہ کی طرف تھا۔ جواب دیا کہ دو شخصوں کا منہ قبلہ کی طرف تھا۔ اور باقی سب کا پھرا ہوا تھا۔ حاضرین نے خواجہ بایزید رحمتہ اللہ سے پوچھا کہ اس کی وجہ بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ صرف ان دو شخصوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر اعتماد تھا اسی وجہ سے منہ ان کا نہ پھرا۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ مشائخ نے رزق کو چار قسم پر تقسیم کیا ہے۔ رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک۔ رزق موعود۔ رزق مضمون کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ اس کو خرچ روزمرہ پہنچے وہ کافی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے بمصداق آیۃ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا اور رزق مقسوم یہ ہے کہ بروز ازل اس کی قسمت اور لوح محفوظ میں اس کے واسطے لکھا گیا ہے اور رزق مملوک یہ ہے کہ اس کے پاس ذخیرہ حوائج ضروری کا ہو اور رزق موعود وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے صالحین و عابدین سے وعدہ کیا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ توکل رزق مضمون میں ہوتا ہے اور دوسرے رزقوں میں نہیں ہوتا کہ جو رزق مقسوم ہے اس میں توکل کا کیا دخل ہے اور جو پاس ہے اس سے توکل کو کیا واسطہ ہے اور جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی پہنچے گا اس سے توکل کو کیا واسطہ

ہے اور جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی پہنچے گا۔ اس سے توکل کو کیا واسطہ ہے اور جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی پہنچے گا اس سے توکل کو کیا تعلق ہے توکل رزق مضمون میں ہے یعنی جانے کہ جو کچھ کہ میری کفالت کے لیے ہے وہ مجھے ضرور پہنچے گا۔

نویں مجلس

روز یکشنبہ ۲۹ ماہ جمادی الآخر ۶۶۲ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو فضیلت نماز با جماعت کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ پیوستہ جماعت سے نماز پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ میرے غریب خانہ کے متصل مسجد ہے مگر کوئی موذن یا دوسرا شخص ایسا وہاں نہیں رہتا ہے کہ اگر بندہ کسی ضروری حاجت کو رفع کرنے کے لیے چلا جاوے وہ دوات قلم و کاغذ کی نگہبانی کرے اس سبب سے میں اپنے مکان میں جماعت سے نماز پڑھ لیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ خیر نماز با جماعت ہو جاتی ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ نماز با جماعت مسجد میں پڑھی جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا اور دیگر انبیا علیہم السلام کے زمانہ میں نماز سوائے اس جگہ کے جو اس کے لیے موضوع کی گئی تھی اور کہیں نہیں ہو سکتی تھی مگر عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بنہایت مہربانی ہوئی کہ جہاں ممکن ہو سکے پڑھ لی جائے اور اسی طرح زکوٰۃ بھی انبیائے پیشین کی امم پر چوتھا حصہ مال کا تھا اور اپنی شریعت میں دو سو روپیہ پر پانچ روپیہ ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص زکوٰۃ دیتا ہے اس کو بخیل نہیں کہہ سکتے۔ صفت بخل اس سے اٹھ جاتی ہے۔ لیکن سخی اس کو کہتے ہیں جو زکوٰۃ سے زیادہ دے اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے السخی حبیب اللہ وان کان فاسقا اسی وقت حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ حدیث اربعین میں لائی گئی ہے۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ محققین میں لکھا ہے وہ یہ ہے اس کے سخی اور جواد کا فرق بیان فرمایا کہ سخی وہ ہوتا ہے جو زکوٰۃ سے زیادہ دیوے لیکن جواد وہ ہے جو بہت بخشش کرے اور دو سو میں پانچ ہی نگاہ رکھے۔ اور باقی کل نفقہ کرے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فریدالدین مسعود گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہے زکوٰۃ شریعت۔ زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت زکوٰۃ شریعت دو سو روپیہ میں سے پانچ روپیہ دینا۔ اور زکوٰۃ طریقت دو سو روپیہ میں سے پانچ باقی رکھنا۔ اور زکوٰۃ حقیقت سب کچھ دے ڈالنا ہے۔

اس کے بعد بہ نسبت زکوٰۃ یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہا اپنے علمائے عصر سے فرماتے تھے کہ اے گروہ علماء اپنے علم کی زکوٰۃ دو آپ سے پوچھا گیا کہ مقصود اس کا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دو حدیث پہنچی ہوں پانچ پر ضرور ہی عمل کرو۔

اس کے بعد گفتگو فضیلت مولانا رضی الدین صنعانی صاحب مشارق کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ تحریر کہ یہ میری کتاب حجت ہے میرے اور حق تعالیٰ کے بیچ میں ہے صحیح ہے ان کا حال یہ تھا کہ اگر کسی حدیث میں ان کو شک ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور آپ سے تصحیح فرما لیتے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ بدایوں کے رہنے والے تھے۔ اور کول میں نائب شرف مقرر ہو گئے تھے مشرف ان کا افسر تھا وہ بھی اہل علم سے تھا ایک مرتبہ کچھ گفتگو ہو گئی مشرف نے کچھ بیان کیا آپ نے سن کر تبسم فرمایا مشرف نے کہا کہ اس کا فیصلہ کر دیجئے۔ یہ کہہ کر دوات آپ کے پاس بھیج کر سوال لکھ دیجئے۔ آپ کو بڑا معلوم ہوا اور اس جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ مجھے جاہلوں میں اٹھنا بیٹھنا نہیں چاہیئے۔

اس کے بعد آپ دائی کول کے لڑکے کو پڑھانے لگے۔ سو تنکہ آپ کو ملتے تھے۔

آپ اسی پر قانع تھے پھر حج کو تشریف لے گئے اور بغداد شریف بھی گئے اور پھر آ کر دہلی واپس تشریف لائے اس زمانہ میں دہلی میں علماء کبار تھے آپ دیگر علوم میں سب سے متساوی تھے مگر علم حدیث سب سے بڑھ کر جانتے تھے کہ اس علم میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ کام ان کا ایک حدیث کی وجہ کمال کو پہنچا اور وہ معاملہ یہ تھا کہ آپ نے جب کول سے عزم حج کیا۔ جوتیاں خرید کر پیروں میں پہنی اور روانہ ہوئے ایک ہی منزل میں تھک گئے اور آگے پیادہ پا چلنے کی ہمت نہ تھی اسی اندیشہ میں تھے کہ دائی کول کا لڑکا آپ کی خدمت میں آیا عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ آپ کو یہ گھوڑا پسند آیا اور دل میں کہا کہ اگر یہ گھوڑا مجھے مل جاتا تو سفر بآسانی تمام ہوگا اسی فکر میں تھے کہ آپ کے شاگرد پسر دائی کول نے آپ کے پیر پکڑ لیے اور واپس لوٹائے جانے کے واسطے بہت اصرار کیا مگر آپ نے نہ مانا۔ جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ واپس نہ چلیں گے وہ گھوڑا آپ کی نذر کیا آپ نے قبول فرمایا اور آگے روانہ ہوئے۔

الغرض مع الخیر خانہ کعبہ پہنچے حج کیا اور وہاں سے واپس بغداد گئے۔ بغداد میں ایک عالم ابن زہری تھے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہتے تھے اور ان کے گرداگرد علماء اس ترتیب سے بیٹھتے تھے کہ جو علم و کمال میں افضل ہوتے وہ صف اول میں اور ان سے کمتر صف دوم میں اور ان سے کم صف سوم میں بیٹھتے تھے غرضیکہ حسب مدارج بیٹھتے تھے۔

ابن زہری منبر پر بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے اور یہ علماء اس تقریر کو تحریر کرتے جاتے تھے۔ مولانا رضی الدین بھی ابن زہری کی مجلس میں گئے چونکہ ہر شخص ان نا آشنا تھا۔ آپ کو سب سے آخر کی صف میں جگہ ملی اور ابن زہری نے حدیث بیان کرنی شروع کی اور موافقت باموذن کا بیان شروع کیا کہ موذن جس وقت اذان کے سامعین کو اس کا ساتھ با آواز پست دینا چاہیئے۔

اور یہ حدیث پڑھی کہ اذا سکب المؤذن ۔ سکوب سکب کا مصدر ہے اور
اس کے معنی ہیں پانی بہانے کے یعنی جب آواز موذن کی کان میں پڑنے چاہیئے کہ تم بھی
اس سے موافقت کرو اور وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔

آپ نے ابن زہری کے الفاظ حدیث سن کر ارشاد فرمایا کہ بجائے لفظ سکب کے سکت
ہے اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ موذن جب ایک کلمہ کے بعد ساکت ہو سامعین
کو اس وقت کہنا چاہیئے ایک شخص نے آپ کا یہ ارشاد سنا اور دوسرے سے کہا شدہ شدہ
آپ کا یہ ارشاد ابن زہری کو بھی معلوم ہو گیا۔ آپ نے سامنے بلایا اور فرمانے لگے کہ ہر دو
الفاظ با معنی ہیں کتاب دیکھنی چاہیئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی کتاب دیکھی گئی۔
دونوں سخن بوجہ لکھے ہوئے تھے۔ اور اذا سکت کی نسبت لکھا تھا کہ یہ اصح ہے یہ خبر خلیفہ
کو پہنچی۔ مولانا رضی الدین کو بلایا اور اعزاز تمام کیا اور آپ سے کچھ پڑھا القصہ بغداد
سے دہلی آئے۔ بدایوں میں آپ کا استاد تھا جو مرد بزرگ صاحب نعمت تھا ان کے
پاس ایک کتاب ملخص تھی۔ مولانا رضی الدین نے وہ نسخہ کس وقت ان سے طلب کیا تھا
اور انھوں نے اس کے دینے میں دریغ روا رکھا تھا۔ اب مولانا باوجود علم دہلی آئے اور کسی
روز بہنگام تذکرہ ذکر کیا کہ میرے استاد نے کتاب ملخص بھی مجھے نہ دی تھی اب مجھے
اتنا کمال ہو گیا ہے۔ کہ صاحب ملخص کو کئی سال پڑھا سکتا ہوں آپ کے استاد اس
وقت تک زندہ تھے۔

مولانا رضی الدین کا یہ فرمودہ آپ کی خدمت میں بھی کسی نے عرض کیا فرمانے لگے
کہ یہ اس کا قبول نہیں ہوا ہے۔ اگر قبول ہوتا تو وہ ایسی بات کبھی نہ کہتا یہ ارشاد فرما کر
حضرت ذکر اللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ان کے صدق کی تعریف
کرنے لگے۔

اس کے بعد کھانا سامنے لایا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثرید کھاؤ اور یہ حکایت
ارشاد فرمائی کہ ایک مرتبہ بہت سے درویش شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ
علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کھانا سامنے لایا گیا اور آپ نے سب کے ساتھ کھانا

شروع کیا۔ اس وقت ایک شخص کو دیکھا کہ روٹی شوربے میں چور کر کھاتا تھا آپ نے فرمایا کہ
ان درویشوں میں صرف اس شخص کو درویشانہ کھانا آتا ہے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ ثرید کو دوسرے طعام پر ایسی فضیلت ہے جیسے مجھے تمام انبیاء پر اور
عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔

دسویں مجلس

روز یک شنبہ تاریخ ۱۳ ماہ مبارک رجب ۷۱۱ھ

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو با جماعت نماز کے بارے میں ہو رہی تھی آپ
نے جماعت سے نماز پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی۔ اگر دو شخص ہوں وہ بھی نماز جماعت
سے پڑھیں۔ اگرچہ دو آدمیوں کے مل کر پڑھنے سے جماعت نہیں ہوتی تاہم ثواب
جماعت کا ملتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے
لگے اس وقت سوائے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص حاضر نہ تھا۔ آپ نے
عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر کھڑا کر لیا اور نماز شروع کی حضرت عبداللہ نے غایت
تعظیم سے آپ کے برابر کھڑا رہنا مناسب نہ جان کر اپنی جگہ پیچھے ہٹ گئے آپ نے پھر
اپنے برابر کھڑا کیا۔ الغرض دو تین مرتبہ ایسا واقعہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دریافت حال فرمایا جواباً عرض کیا کہ میری مجال نہیں جو رسول رب العالمین
کے برابر کھڑا ہوں۔ آپ کو ان کا یہ حسن ادب بنہایت خوش معلوم ہوا اور ان کے حق میں
دعا کی اللھم فقہ فی الدین کی۔

یہ فرما کر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس بعد حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے زیادہ فقیہ تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں کو جن کا نام عبداللہ تھا عبادلۃ ثلثۃ کہا

گیا ہے۔ اور وہ تینوں یہ ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضہ۔ عبداللہ بن مسعود رضہ۔ عبداللہ بن عمر رضہ۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ اوائل حال میں عبداللہ بن مسعود بکریاں چراتے تھے۔ ان ہی ایام میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر صدیق رضہ جنگل میں برائے تفریح طبع گئے۔ بکریوں کا گلہ چرتے دیکھ کر چرواہے سے تھوڑا سا دودھ مانگا۔ وہ چرواہے حضرت عبداللہ ابن مسعود تھے کہنے لگے کہ میں امین ہوں دودھ نہیں دے سکتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ پیغمبر ختم الرسل ہیں اور میں ابوبکر ان کا دوست ہوں۔ اگر تھوڑا سا دودھ دو گے ہم کو دو گے کچھ حرج نہ ہوگا۔ آپ نے بہت لجاجت سے کہا کہ میں امانت دار ہوں۔ مجھے دودھ دوہنے کی اجازت نہیں ہے۔ مجبور ہوں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر ایسی بکری لاؤ جو گابھن نہ ہوئی ہو اور نہ اب تک بچہ دیا ہو۔ حضرت عبداللہ ایسی ہی بکری چھانٹ کر لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا کہ تھنوں میں دودھ رواں ہوا اور دوہ لیا گیا۔ اور یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عبداللہ ٹھگنے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا کہ عبداللہ کنیف العلم یعنی خریطہ علم ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹھگنے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ خریطہ خورد کو کنیف کہتے ہیں۔ کنیف لفظ غلط العام ہے۔ اصل صحیح لفظ کنیفہ ہے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو کنیفہ العلم کہا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص رئیس نام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ ایک روز اس نے خواب دیکھا گویا کہ ایک قبہ ہے اور خلق اس کے گرد اگرد کھڑی ہوئی ہے اور ایک ٹھگنا شخص اس قبہ میں آتا اور جاتا ہے اور لوگوں کے پیغام پہنچاتا ہے۔ رئیس کہتے تھے کہ میں نے دریافت کیا کہ اس قبہ میں کون تشریف فرما ہیں۔ اور یہ پیغام رساں کون صاحب ہیں کسی نے جواب دیا کہ

قبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور یہ آدمی عبداللہ بن مسعود رضہ ہیں جو باہر آتے ہیں۔ اور دنیا والوں کے پیغامات اندر لے جاتے ہیں اور جواب لاتے ہیں۔

رئیس کہتے تھے کہ میں عبداللہ ابن مسعود کے قریب گیا اور عرض کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں آپ اجازت دلا دیجئے۔ عبداللہ بن مسعود یہ عرض سن کر اندر تشریف لے گئے اور باہر آ کر جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تجھ کو لیاقت ابھی ہماری زیارت کی نہیں ہوئی ہے لیکن میرا سلام قطب الدین کو پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ تم ہر شب پہلے میرے پاس تحفہ بھیجتے تھے اور پہنچتا تھا۔ اب تین شب سے نہیں آیا۔ مانع اس کا بخیر ہو۔

یہ خواب دیکھ کر رئیس کی آنکھ کھل گئی۔ اور انہوں نے حضرت قطب الدین نور اللہ مضجعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے۔ شیخ قطب الدین اس حکم کے سنتے ہی واسطے تعظیم کے اٹھ کھڑے ہوئے اور دریافت فرمایا کہ کچھ اور بھی کہا ہے۔ رئیس نے عرض کیا کہ اور یہ فرمایا ہے کہ آپ ہر شب تحفہ بھیجتے تھے وہ پہنچتا تھا۔ مگر اب تین شب سے نہیں پہنچا اس کا مانع بخیر ہو۔

یہ سنتے ہی حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور اس عورت کو طلب کیا جس سے تین روز ہوئے نکاح کیا تھا اور اس کا مہر ادا کر کے طلاق دے دی اور یہ معاملہ عدم ارسال تحفہ اسی سبب سے ہوا تھا کہ آپ نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور تین شب اس سے مشغول رہے تھے۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی عادت تھی کہ ہر شب تین ہزار بار درود شریف پڑھ کر سوتے تھے۔

اور اسی وقت بزرگی حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بہاؤ الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ملتان میں تھے۔ کافروں کا لشکر ملتان شہر کی فصیل کے نیچے آ گیا تھا تباہی چھائی ملتان نے حاضر ہو کر اس حال کو عرض کیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ

علیہ نے ایک تیر اٹھا کر قباچہ کے ہاتھ میں دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس تیر کو کافروں کے لشکر پہ پھینک دینا۔ قباچہ نے ایسا ہی کیا۔ تیر کے پہنچتے ہی لشکر کفار میں ہلچل مچ گئی اور صبح تک ایک کافر بھی فصیل کے نیچے باقی نہ رہا۔

گیارھویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۲۴ ماہ رجب سنہ [illegible]ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو تفسیر کشاف کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے تفسیر الحمد للہ میں لکھا دیکھا ہے کہ قراءت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ الحمدِ للہ بکسر دال بوجہ مجاورت لام اللہ ہے کہ حرکت اس لام کی مبنی ہے۔ قراءت ابراہیم کی الحمدُ لُلہ برفع دال و برفع لام ہے۔

الغرض صاحب کشاف کہتے ہیں کہ قراءت حسن قراءت ابراہیم سے احسن ہے کیونکہ حسن بصری کسر دال بسبب لام للہ بتاتے ہیں کہ وہ مبنی ہے دال الحمد میں مکسور ہے اور ابراہیم رفع لام بسبب ہم نشینی دال کے رکھتے ہیں اور حرکت دال کی ایک عامل کی وجہ سے ہے اور وہ اعراب جس کو عامل تبدیل کرے مبنی ہے قوی ہوتا ہے۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس تقریر کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے اس سے خاص استنباط کیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ دال الحمد کی اس شخص کے مانند ہے جس کو بوڑھاپا آگیا ہو اور پیری اس پر مسلط ہو گئی ہے کہ وہ جس طرح چاہے رکھے اور جہاں اٹھائے اٹھے اور بٹھائے بیٹھے خود اپنی خواہش سے کچھ نہ کر سکے اور لام للہ مثل جوان مرد کے ہے کہ جو کچھ ہے ویسا ہی ہے۔

اس کے بعد صاحب کشاف کی نسبت ارشاد فرمایا کہ عقیدہ ان کا اچھا نہ تھا۔ باطل تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کفر۔ بدعت و معصیت تین چیزیں ہیں۔ بدعت معصیت سے بالاتر ہے اور کفر بدعت سے بالاتر اور بدعت کفر سے نزدیک ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ میں نے مولانا صدر الدین کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز مولانا نجم الدین سنامی سے ملنے گیا انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کیا شغل ہے میں نے عرض کیا کہ مطالعہ تفسیر۔ آپ نے پوچھا کونسی تفسیر زیر مطالعہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایجاز کشاف و عمدہ۔

مولانا نجم الدین یہ سن کر فرمانے لگے کہ کشاف اور ایجاز کو جلا ڈالو اور عمدہ دیکھو۔ مولانا صدر الدین کہتے ہیں کہ مجھے ان کا یہ کہنا گراں گزرا اور میں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے شیخ بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ہی سنا ہے۔

الغرض مولانا صدر الدین رات کو مطالعہ کرتے ہوئے چارپائی کے پاس ایجاز اور کشاف کو نیچے اور عمدہ کو ان دونوں کے اوپر رکھ کر چراغ جلتا ہوا چھوڑ کر سو گئے۔ ناگاہ ان کتابوں میں آگ لگ گئی اور کشاف و ایجاز جو نیچے رکھی ہوئی تھیں جل گئیں اور عمدہ جو ان دونوں کے اوپر تھی جلنے سے بچ گئی۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ صدر الدین مفصل پڑھنا چاہتے تھے۔ اپنے والد شیخ بہاؤ الدین ذکریا سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات صبر کرو۔

قصہ مختصر اسی شب کو مولانا صدر الدین نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کو زنجیروں سے باندھے لیے جاتے۔ آپ نے لے جانے والوں سے دریافت کیا کہ یہ قیدی کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ زمخشری صاحب مفصل ہے اس کو دوزخ میں لیے جاتے ہیں۔

بارھویں مجلس

روز سہ شنبہ ہفتم ماہ مبارک شعبان سنہ [illegible]ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے بیان کرنا شروع کیا

کہ ہنگام سفر میرا گزر اس سرزمین پر ہوا جہاں حضرت ہود علیہ السلام کا مزار ہے۔ مزار مبارک
آپ کا بہت اونچا اور بڑا لمبا ہے۔ اس دریا کے ساکنین میری زبان نہ سمجھتے تھے اور میں بھی
ان کی زبان سے واقف نہ تھا القصہ میں چند روز میں بھوکا پیاسا آپ کے مزار پر پہنچا مجاوران
خانقاہ میرے واسطے جوار کا حلوہ دے ڈال کر لائے میں چونکہ کئی دن کا بھوکا پیاسا تھا اس کو
بڑی رغبت کے ساتھ کھایا۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ وہ بڑے سخت آدمی ہیں ان سے یہ بعید تھا
تم کو شکر گزاری کرنی چاہیئے کہ انھوں نے تمہارے ساتھ بڑی رعایت کی اس حکایت
کا حاکی اپنے ساتھ تھوڑا سا گاجر کا حلوا لایا وہ نذر گزارنا۔

آپ نے اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے مولانا عزیز زاہد سے سنا
وہ فرماتے تھے کہ میں اور مولانا برہان الدین کابلی کہ نائب قاضی دہلی تھے ایک جگہ پڑھتے
تھے۔ ایک مرتبہ مولانا برہان الدین کو کہیں سے بطور ہدیہ دو دو تنکہ زر حاصل ہوئے
وہ مجھے کہنے لگے کہ میں ایک تنکہ زر کا قرآن شریف اس نیت سے کہ میں صاحب انصاف
ہو جاؤں خریدوں گا۔ آخر انہوں نے ایسا ہی کیا اور اتفاقاً اسی روز سپہ سالار جلال الدین
نیشاپوری کے مکان پر جو اس زمانہ میں کوتوال دہلی تھے جانا ہوا۔ وہ کھانا کھانے کا تھا۔
منجملہ اور کھانوں کے حلوائے گاجر بھی دستر خوان پر تھا۔ کوتوال نے حلوائے گاجر مولانا
برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ کر دریافت کیا کہ اس کو کس طرح کھاتے
ہیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ جو لوگ طالب علم ہیں سوکھی روٹی کھایا کرتے ہیں۔ حلوائے
گاجر کو اسی پر قیاس کرتے ہیں جس طرح جی چاہے کھائیں کوتوال کو اس کا یہ جواب
بہ نہایت خوش معلوم ہوا اور اپنے خادم کو اشارہ کیا کہ وہیں بائیس تنکہ زر لا کر مولانا کی
نذر گزرانے غرضیکہ اس [illegible] سے مولانا [illegible]ان الدین کو فراخی نصیب ہوئی اور نائب
قاضی ہو گئے اور چونکہ انصا[illegible] کے لیے ا[illegible] نیت صادق تھی بہت اچھے منصف تھے۔

تیرھویں مجلس

روز جمعہ اول ماہ مبارک رمضان [illegible]

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو عدل اور ظلم کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ
نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ حق خلق کے ساتھ دو قسم پر ہے۔ عدل ہے یا فضل اور معاملہ خلق
آپس میں تین طرح پر ہے۔ عدل یا فضل یا ظلم۔ اگر خلق اللہ آپس میں عدل یا فضل کریں
اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ معاملہ با فضل کرے گا۔ اور خلق آپس میں ظلم کرے گی معاملہ حق ان
کے ساتھ عدل کا ہوگا اور اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ معاملہ عدل کا کرے گا وہ مستحق عقوبت
ہوگا۔ خواہ وہ پیغمبر وقت ہی ہو۔ جب آپ فرما چکے میں نے عرض کیا کہ ایک حدیث شریف
میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کل بروز قیامت مجھے اور
میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں ڈالدیں تو بھی عدل ہی ہے۔ آپ نے یہ سن کر
ارشاد فرمایا کہ بے شک عدل ہوگا کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور اپنی
ملک میں تصرف کرنا گناہ اور ظلم نہیں ہے۔ ظلم غیر کی ملک میں ناجائز تصرف کرنے
سے ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مذہب اشعریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو روا ہے کہ مومن کو
ہمیشہ دوزخ میں رکھے اور کافر کو بہشت بریں میں رکھے اور دلیل ان کی یہی تصرف در ملک
ہے لیکن اپنے مذہب میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف
میں فرماتا ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور قل
ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر یعنی نادان اور دانا برابر نہیں ہو سکتے اور نابینا اور بینا
کیا برابر ہو سکتے ہیں اور ایسی ہی کئی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اس کی حکمت
اسی امر کی مقتضی ہوتی ہے کہ مومن کو ہمیشہ بہشت میں اور کافر کو دوزخ میں رکھے اور مثال
اس کی یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس مال ہو اور وہ اسے خرچ کرے اسے اختیار
ہے اگر وہ اپنے مال کو کنوئیں میں ڈال دے اس کی دانائی اور حکمت سے

بعید ہوگا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر مومن بے توبہ دنیا سے انتقال کر جائے اس کا حال تین چیز کے احتمال سے خالی نہ ہوگا۔ روا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی برکت سے یا اپنے فضل سے بخش دیوے یا کسی کی شفاعت سے بخش دے اور اگر دوزخ میں ڈالے پس بمقدار گناہ عذاب دیگر نکال لے گا۔ لیکن مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھے گا۔

چودھویں مجلس

روز سہ شنبہ یازدہم ماہ مبارک شوال ۶۱۱ھ ہجری

قدم بوسی میسر ہوئی اس روز بندہ اپنے غلام بشیر نامی کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ بعد قدم بوسی عرض کیا کہ یہ غلام ہمیشہ نماز پڑھتا کرتا ہے اور ایک مدت ہوئی مجھ سے روزانہ کہتا تھا کہ مجھے اپنے ہمراہ لے جا کر حضور کی زیارت سے مشرف کراؤ اور مرید کراؤ چونکہ خواجہ ذکر اللہ بالخیر کا کرم عام ہے آپ نے قبول فرمایا اور دوبارہ مجھ سے دریافت کیا کہ تم اذن اس کے مرید کرنے کا دیتے ہو میں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کو اس کے مرید کرنے کا دیتے ہو میں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کو اس غلام کی جانب سے اختیار ہے یہ سن کر آپ نے بشیر کو مرید کیا اور کلاہ عطا فرمائی۔ بعد اس کو ارشاد فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر آ۔ غلام یہ سن کر تحیہ نماز کے لیے باہر چلا گیا۔

اور آپ نے یہ حکایت بیان فرمانی شروع کی کہ قبل ازیں ایک درویش بھارے کپڑے ملعون پہنے ہوئے آکر خانقاہ شیخ علی سنجری علیہ الرحمتہ والغفران میں ٹھہرا اور گداگری کرنے لگا۔ شیخ علی سنجری رحمتہ اللہ علیہ نے بلا کر اس کو فرمایا کہ ان کپڑوں کی شان سے گداگری کرنا بعید ہے میں تم کو حصول وجہ معاش کے لیے روپیہ دیتا ہوں اس سے تجارت کرو اور جب تمہارے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جائے میرے اس دیے ہوئے کو وجہ معاش درویشاں کرنا۔ یہ کہہ کر پانچسو جتیل دیے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کے تمیس تنکہ زر ہو گئے اس نے پھر تجارت میں لگائے۔ سو تنکہ ہو گئے۔ اس نے

ان کے غلام خریدے۔ حضرت شیخ علی نے فرمایا کہ تم ان کو غزنین کے بازار میں بیچو ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا نفع ملے گا۔ درویش نے ایسا ہی کیا اس گروہ بردگان میں ایک غلام نہایت صالح اور نیک بخت صاحب اعتقاد درویش نے اس کی صلاحیت دیکھ کر کہا کہ تم میرے مرید ہو جاؤ القصہ غلام اس کا مرید ہو گیا درویش نے اسے اپنے حلقہ میں لیا اور کلاہ اس کے سر پر رکھی اور کہا کہ یہ کلاہ سیدی احمد کی ہے کہ یہ درویش اس خاندان سے متعلق تھا۔ الغرض غزنین پہنچ کر غلاموں کو فروخت کیا بہت نفع ملا۔ لوگ اس غلام کے بھی خریدار ہوئے درویش نے کہا کہ میں اس کو نہیں بیچتا یہ میرا مرید ہو گیا ہے۔ لوگوں نے خریداری میں اصرار کیا معقول قیمت لگائی کہ قیمت سن کر درویش کے منہ میں پانی بھر آیا اور طمع کرنے پر رضامند ہو گیا جب غلام کو یہ معلوم ہوا درویش کے سامنے جا کر رونے لگا اور کہا کہ اے خواجہ جس روز میں تیرا مرید ہوا اور تو نے کلاہ میرے سر پر رکھی یہ کہا تھا کہ یہ کلاہ سیدی احمد کی ہے۔ آج کے روز تم مجھ کو بیچتے ہو کل روز قیامت سیدی احمد کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ خواجہ کا دل ان کلمات کے سننے سے نرم ہو گیا اور حاضرین سے کہا کہ تم گواہ رہنا میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔

جب حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس حکایت کو تمام فرمایا۔ بندہ نے عرض کیا کہ میں نے بھی اس غلام کو آزاد کر دیا یہ سن کر حضرت نہایت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم نے یہ بہت اچھا کیا یہی واجب تھا۔ یہ فرما کر نہایت شفقت مرحمت فرمائی اور اپنے سر مبارک سے کلاہ اتار کر اس خادم کے سر پر رکھی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

پندرھویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۷ ماہ شوال ۶۱۱ھ ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو در بارہ نفقہ ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب دنیا کسی شخص کو حاصل ہو اس کو لازم ہے خرچ کرے کہ کم نہ ہو اور جب دنیا کسی شخص سے منہ موڑے اس صورت میں بھی خرچ کرے کہ آخر یہ جانے والی ہے

خود اپنے ہاتھ سے صرف ہو جاوے تو اچھا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارہ میں یہ معمول تھا کہ جب دنیا حاصل ہو خرچ کرے کہ کم نہ ہوے اور جب جانے لگے نگاہ نہ رکھے کہ آئندہ آئے

سولھویں مجلس

روز جمعہ تاریخ ۱۱ ماہ مبارک ذالحجہ سنہ ۷۱۳ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو مردان حق کے بارے میں ہو رہی تھی کہ وہ جو کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ برائے قوت عبادت و رضا جوئی حق کھاتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے عوارف میں لکھا ہے کہ ایک درویش تھا وہ ہر وقت جب نوالہ اٹھاتا اور منہ میں رکھتا اخذاً باللہ کہتا۔ واللہ اعلم۔

سترھویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۴ ماہ ذالحجہ سنہ ۷۱۳ھ ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ لشکر سے آتے ہو۔ یا شہر سے میں نے عرض کیا کہ لشکر سے آتا ہوں اور وہیں مکان لے لیا ہے۔ شہر میں دس بارہ روز کے وقفہ سے جانا ہوا کرتا ہے۔ اکثر لشکر ہی میں رہتا ہوں اور نماز جمعہ جامع مسجد کیلوکھڑی ہی میں پڑھتا ہوں۔

آپ نے حالات سن کر ارشاد فرمایا کہ اب عموماً لشکر کی اچھی ہوتی ہے کہ شہر کی صفائی اچھی نہیں ہوتی اور عفونت بھی ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ زبان گہر بار سے فرمائے کہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر شرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ روز عید کو اور دنوں سے خصوصیت ہے کہ جملہ مسلمان اس دن خوشی کرتے ہیں۔ اسی طرح مکان کا بھی حال ہے کہ کسی مکان میں نہایت آرام ملتا ہے اور کسی میں کم ملتا ہے مگر درویش کو چاہیئے کہ وہ ان قضایا سے فارغ رہے اور ان امور کا مطلق خیال نہ کرے

جس طرح اللہ تعالیٰ اس کو رکھے رہے اور کسی غم کو اپنے پاس نہ آنے دے اور درویش کو لازم ہے کہ بات کرتے وقت بھی دل اس کا مائل بحق سبحانہ اور زبان اس کی اس کے دل کے ساتھ موافقت کرے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ کلمات مولانا جمال الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنے تھے کہ اس وقت میں اور وہ حوض سلطان پر بیٹھے ہوئے تھے مذاکرہ کر رہے تھے اور وہ وقت بھی عجیب و غریب تھا اس واقعہ کے تین چار سال بعد مجھے ان سے ملنے کا پھر اتفاق ہوا۔ ان میں ذرہ کی برابر بھی یہ باتیں اور روشنی طبع جو اوائل حال میں تھی باقی نہ رہی تھی کہ وہ خلق سے مشغول ہو گئے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ العزیز جب دہلی آئے تھے۔ تھوڑے روز ٹھہرے اور چلے گئے فرماتے تھے کہ میں جس وقت میں اس شہر میں آیا خالص سونا آیا تھا اور اب بمثال نقرہ ہوں نہ معلوم آئندہ میرا کیا حال ہوگا۔

اس کے بعد گفتگو سماع کے بارے میں ہوئی میں نے عرض کیا کہ یہ دل شکستہ خود اپنے کام میں حیران ہے کہ طاعت اور ورد جیسے کہ چاہئیں مجھ سے نہیں ہو سکتے۔ اور اوراد و مشغولی درویشاں کا کیا ذکر ہے لیکن جب راگ سنتا ہوں رقت راحت تمام حاصل ہوتی ہے اور مخدوم کے سر کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ اس وقت دل ہوائے نفس دنیا اور اہل دنیا سے فارغ و خالی ہو جاتا ہے۔ اور کچھ خبر نہیں رہتی۔

آپ نے دوبارہ دریافت فرمایا کہ کیا اس حال میں دل علائق دنیوی سے خالی ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ سماع دو قسم پر منقسم ہے۔ باجم اور غیر باجم۔ باجم اس کو کہتے ہیں کہ اول سماع میں ہجوم حاصل ہو مثلاً آواز خوش یا کوئی بیت دلکش سنے اور جنبش آوے اس حال کو باجم کہتے

ہیں اور اس کی شرح نہیں ہو سکتی۔

غیر یا جم یہ ہے کہ جب سماع اثر کرے اور وجد آئے اس شعر وغیرہ کو جس سے وجد ہو کسی جگہ پر تحمیل کرے۔ حضرت کے حق اوصاف پر یا اپنے پیر کے اخلاق حمیدہ یا کسی شے پر جو دل کو خوش معلوم ہو۔ الحمد للہ رب العالمین یہ اجمالے فوائد سہ سالہ ہیں جو زبان فیض ترجمان حضرت سلطان المشائخ سے سنے تھے اور آئندہ جو استماع میں آئیں گے وہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ لکھے جائیں گے۔

دیباچہ چہارم

یہ اوراق نور کی سطریں اور یہ الواح سرور کے حروف جو کلمات کامل سعادت و برکات شامل حضرت خواجہ بندہ نواز ملک المشائخ علی الاطلاق قطب الاقطاب العالم بالاتفاق نظام الحق والشرع والملۃ والدین متع المسلمین بطول بقائہ آمین سے جمع کیے گئے ہیں۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور شروع ان کا آغاز محرم الحرام [illegible]ھ سے کیا جاتا ہے قطعہ

لفظ متین خواجہ بہ از حبل متین گرفتہ ام ۔۔۔ گر زند ز چاہ غم چو کہ بسی این رسن

گفتہ شیخ کردہ جمع و امید آنکہ حق ۔۔۔ در گذر ز عذر کرم کردہ و گفتہ حسن

پہلی مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۲۳ ماہ مبارک محرم الحرام

کو سعادت دست بوسی حاصل ہوئی اس روز بندہ جلد اوّل اس کتاب مطالب فوائد الفواد
کی حسب فرمان مبارک لے گیا تھا۔ نذر گزرانی آپ نے بعد مطالعہ نہایت تحسین و آفرین
اور ارشاد فرمایا کہ درویشوں کا حال اچھے طور سے لکھا ہے اور نام بھی فوائد الفواد نہایت
مستحسن رکھا ہے۔

اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر میں ایمان لائے تھے اور
فتح خیبر کے تین سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تھا۔ الغرض ان تین
سال میں انھوں نے اس قدر احادیث کی روایت کی کہ اگر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم کی
احادیث مرویہ جمع کریں تو بھی مقابلہ میں پوری نہ اتریں گی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ سے یہ دریافت کیا تھا کہ آپ اس کا
سبب بیان فرمائیں کہ آپ کو اس قدر زیادہ احادیث کس سبب سے یاد ہیں۔ آپ تو
بہت تھوڑی مدت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے ہیں اور بہت سے
یاراں ایسے تھے کہ ان کو ایک عرصہ دراز سے شرف حضوری مجلس مبارک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حاصل تھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک یار کو ایک خاص کام کے
لیے مخصوص فرما رکھا تھا لیکن میں خاص آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک روز ابوہریرہ رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں جو کچھ زبان فیض ترجمان سے سنتا ہوں یاد کر لیتا ہوں
مگر بعض احادیث یاد نہیں ہوتی ہیں اور بعض یاد سے فراموش ہو جاتی ہیں۔ یہ التماس سن کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ جب میں حدیث بیان کروں تم اپنا دامن یا چادر پھیلا
دیا کرو اور جب وہ بیان ختم ہو جائے اس چادر کو سمیٹ لیا کرو اور ہاتھ اس چادر سے لگا کر سینہ

پر مل لیا کرو ان شاء اللہ وہ حدیث تم کو یاد ہو جائے گی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ
سے صرف تین یا چار حدیثیں مروی ہوئی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی سے دس ہزار احادیث
روایت کی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی نے جو بہت بڑے فقیہ تھے اپنی کل مدت عمر
میں صرف ایک حدیث کی روایت کی ہے اور منقول ہے کہ بروقت روایت اس حدیث شریف
کے رنگ آپ کے رخسار کا ہیبت سے زرد ہو گیا تھا اور جسم کے بال کھڑے ہو گئے تھے اور اس
حالت میں ترساں و لرزاں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے اور آخر میں
فرمایا کہ یہی لفظ مبارک تھے یا اس کے معنی ہیں۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ ھٰذا لفظہ و معناہ
کہنا آپ کی تقلید ہے۔

اس کے بعد گفتگو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا
کہ آپ کے اصحاب رضی میں خلفاء اربعہ ہیں عشرہ مبشرہ ہیں اور اولیاء اللہ منتشر ہیں۔

اس کے بعد گفتگو مناقب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا
کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر علی کرم اللہ وجہہ کا صحابیوں سے با الفاظ افضلکم
علی اقضاکم فرمایا۔ یعنی وہ شخص ہوتا ہے جو زیادہ عالم ہو۔

اس کے بعد اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاق کے بارے میں یہ حکایت بیان
فرمائی کہ ایک مجمع میں کئی اصحاب حاضر تھے اور ایک شخص ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور کہتا
تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے کہ وہ ایک روز فلاں جگہ تھے اور میں اور
ابوبکر رضی اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر ہم فلاں جگہ گئے ان الفاظ کو کئی بار کہا کسی نے سن کر ایک
صحابی نے دیکھا کہ یہ حکایت کون کہہ رہا ہے جب دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اس حکایت
سے حسن ادب صحابہ باہمدگر قیاس کر لینا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر حضرت
ابوبکر صدیق رضی کے سینہ کا ایک بال ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دوسری مجلس

روز یک شنبہ ۲۸ محرم الحرام [illegible] ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حکایت ایک درویش کی ہو رہی تھی کہ وہ مرد عزیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص آلودگی دنیا سے دور رہے گا وہ بہت عزیز ہوگا اور جو شخص باوجود آلودگی دنیا عزیز ہوگا اس کی عزت کو بقا یا نہ ہوگی۔

اس کے بعد بزبان مبارک سے ارشاد فرمایا ؎

تا خاک نہ گردی نتوآتش بدہند

اس کے بعد اس امر کا تذکرہ ہوا کہ آج تاریخ اٹھائیسویں یا انتیسویں ہے۔ آپ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک وقت لاہور میں ستائیسویں یا اٹھائیسویں شب ماہ رمضان کے متعلق بحث تھی اور وہ قصہ اس طرح تھا کہ تین ماہ بسبب ابر یا غبار کے چاند دکھلائی نہ دیا تھا اہل شہر نے ہر ماہ ۳۰ دن کا شمار کیا بعد تین ماہ کے چاند کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شمار و حساب ان کا غلط ہے۔

یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک خرابی لاہور کے لیے یہ شومت تھی اور دوسری شامت یہ ہوئی کہ ان ہی دنوں میں لاہور کے چند سوداگر مال تجارت دے کر گجرات کو گئے تھے اور اس زمانہ میں گجرات ہندوؤں کے قبضہ میں تھا۔ الغرض وہ لوگ تاجروں کا قافلہ آیا ہوا سن کر خریداری کے واسطے آئے اور قیمتیں دریافت کرنے لگے اہل شہر نے ہر ایک شے کی قیمت دوگنی بتلائی اور جو قیمت بتلائی تھی اس کے نصف کے مقابلہ میں فروخت کر ڈالا اس دیار کے ہندوؤں کی یہ رسم نہ تھی وہ ہمیشہ ایک قیمت بولتے تھے اور جو ایک مرتبہ زبان سے کہا اس سے کم میں نہ فروخت کرتے تھے انہوں نے اس کی زیادہ گوئی اور کم فروشی سے متعجب ہو کر سوال کیا کہ لاہور میں سودا اس طرح ہوتا ہے کہ مال کی دوگنی قیمت بتلاتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں کا یہی سررشتہ ہے یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اس پر بھی وہ شہر آباد ہے۔ غارت نہیں ہوتا الغرض وہ اہل تجارت گجرات سے واپس چلے ابھی

رستہ ہی میں تھے کہ ان کو مغل کے ہاتھ سے تاراجی لاہور کی خبر معلوم ہوئی۔

تیسری مجلس

تاریخ ۱۲ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر [illegible] ہجری

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو دربارۂ اس طائفہ کے ہو رہی تھی کہ جو خود کو دعوی کرامت سے متصف اور صاحب کشف بیان کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیہودگی ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کرامت کا چھپانا اپنے اولیاء پر فرض کیا ہے جیسا انبیاء پر اظہار معجزہ فرض کیا تھا۔ اگر کوئی شخص کرامت ظاہر کرے گا وہ فرض کا تارک ہوگا۔ یہ بہت خراب کام ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ سلوک کے سو درجے ہیں ان میں سترھواں درجہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک راہ سلوک اس درجہ میں تماشہ دیکھنے لگا وہ بقیہ ۸۳ درجے طے نہ کر سکے گا۔

اس کے بعد گفتگو خدمت کرنے کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ساقی القوم اخرھم شربا یعنی مجلس کے پانی پلانے والے کو لازم ہے کہ سب کے آخر میں پانی پیوے اور اسی طرح کھانا کھلانے والے کو لازم ہے کہ سب کے آخر میں کھانا کھاوے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میزبان کو لازم ہے کہ خود مہمان کے ہاتھ دھلوائے مگر پہلے اپنا ہاتھ پہنچے تک دھوئے کہ پاک ہو جاوے اور کھڑا ہو کر ہاتھ دھلائے بیٹھ کر نہ دھلائے۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ آپ کی کسی جگہ دعوت تھی۔ آپ تشریف لے گئے۔ میزبان بیٹھے بیٹھے آپ کے ہاتھ دھلانے لگا آپ کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم بیٹھ گئے تو مجھے کھڑا ہونا لازم آیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک کے ہاتھ اپنے مکان میں دھلاتے تھے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امام شافعی رح کسی دوست کے مہمان ہوئے۔ یہ دوست اہلکار تھا۔ اپنی لونڈی کو فہرست طعام دے کر چلا گیا۔ امام شافعی رح نے لونڈی کے ہاتھ میں کاغذ دیکھ کر لے لیا اور اس میں چند کھانے جو آپ کی مرغوب طبع تھے بڑھا دیئے لونڈی نے موافق فہرست کھانے پکائے بلکہ اپنی طرف سے چند زیادہ پکے کھانا کھانے کے وقت مالک مکان اپنے کام سے واپس آیا اور دسترخوان چنا گیا اس میں بہت کھانے فرد تحریر کردہ سے زیادہ دیکھ کر لونڈی کو علیحدہ بلا کر دریافت کیا کہ اس زیادتی کا کیا سبب ہے۔ لونڈی نے وہ فرد پیش کی جس کی اصلاح امام شافعی رح نے فرمائی تھی اور اپنی طرف سے چند کھانے زیادہ پکانا بیان کیا اس شخص کو اس کی فراست بہت اچھی معلوم ہوئی اور اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

اس کے بعد گفتگو ضیافت اور اطعام مہمان کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے ان کے اٹھارہ مطبخ تھے اور ہر مطبخ سے تخمیناً بارہ ہزار سو آدمیوں کو کھانا دیا جاتا تھا۔ ایک روز انہوں نے جملہ طباخوں اور تقسیم کنندوں کو بلا کر دریافت کیا کہ تم اچھی طرح تقسیم کرتے ہو کسی کو بھول تو نہیں جاتے انہوں نے جواب دیا نہیں ہم کسی کو نہیں بھولتے ہیں سب حاضرین کو برابر کھانا پہنچاتے ہیں۔ آپ نے مکرر سکرر دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ آپ اصل حال سے آگاہ فرمائیے۔ شیخ نے کہا کہ تم نے مجھے ہی تین روز سے کھانا نہیں دیا ہے۔ دوسروں کا کیا ذکر ہے اور یہ معاملہ اس طرح ہوا تھا کہ تین روز متواتر تین روز شیخ کے سامنے کھانا نہیں لایا گیا تھا ہر ایک مطبخی یہ سمجھتا رہا کہ دوسرے مطبخ سے پہنچا ہو گا۔ آپ نے جب تین روز گزر گئے تب اس امر کا اظہار فرمایا۔

اس کے بعد حوض سلطان اور اس کی سیرینی لطافت اور برکت کے بارے میں تذکرہ ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ سلطان شمس الدین کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں

دیکھا ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے طفیل بخش دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

چوتھی مجلس

روز چہارشنبہ ۲۷ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر

۱۴۱۷ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ بندہ نے اس سے ایک روز پیشتر شیخ نصیر الدین محمود سلمہ اللہ سے مشورت کی تھی کہ روز چہارشنبہ آخرین ماہ صفر ہے خلق اس روز کو نحوس کہتی ہے۔ مناسب ہے کہ کل کے روز خدمت حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر میں چلیں کہ وہاں تمام نحوستیں سعادت سے مبدل ہو جاتی ہیں۔

الغرض بعد مشورت آج کے روز معیت شیخ نصیر الدین حاضر خدمت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر ہوا اور صورت حال و صلاح دیروزہ عرض کی آپ نے تبسم ہو کر ارشاد فرمایا کہ اہل خلق اس روز کو نحوس سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ روز بہت بزرگ اور باسعادت ہے جو لڑکا اس روز پیدا ہوتا ہے۔ وہ بزرگ ہوتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو تغیر مزاج خلق کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی طبع لطیف ہوتی ہے وہ جلد تر متغیر ہو جاتا ہے اور مناسب اس معنی کے یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

آنم کہ بہ نیم ذرہ ناخوش گردم ۔۔۔ وز نیم نیم خوردہ دل خوش گردم

از آب لطیف تر مزاجے دارم ۔۔۔ در باب مراد گرنہ آتش گردم

اس کے بعد گفتگو تغیر مزاج ملوک کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ کلمات قدسیہ میں ہے ۔۔۔ اور رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فرمودہ ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب خلق میرے ساتھ راستی اختیار کرتی ہے میں بادشاہوں کو ان پر مہربان کر دیتا ہوں اور جب ان کا معاملہ میرے

ساتھ دگرگوں ہوتا ہے میں بادشاہ کو بھی ان کی جانب سے بے مہر کر دیتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ
نے ارشاد فرمایا کہ ہر حال میں نظر کارسازی رب کریم پر رکھنی چاہیئے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ قباچہ والی اُچ و ملتان کی سلطان شمس الدین
سے نا اتفاقی ہو گئی۔ قاضی قسان اور شیخ بہاؤ الدین زکریا نے سلطان شمس الدین کی خدمت
میں عرائض روانہ کیں وہ دونوں خط قباچہ کے ہاتھ آ گئے یہ بعد ناراض ہوا قاضی شہر کو
مروا ڈالا اور شیخ بہاؤ الدین زکریا کو اپنے مکان پر بلا بھیجا آپ بلا دہشت اور بے خوف
جیسے ہمیشہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تشریف لے گئے اور اپنے مقام پر داہنی جانب
بیٹھے۔ قباچہ نے آپ کا تحریر فرمودہ خط آپ کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ دیکھئے یہ
آپ کا لکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا لکھا ہوا ہے اور میں نے اس میں یہ حرف
بھی غلط نہیں لکھا ہے۔ تجھ سے جو ہو سکے دریغ روا نہ رکھ اور تجھ سے کیا
ہوتا ہے۔

قباچہ آپ کی برافروختگی دیکھ کر متامل ہوا اور ارشاد فرمایا کہ کھانا لاؤ اور مقصود اس
کا یہ تھا کہ آپ کھانے سے انکار کریں گے۔

پس یہی وجہ آپ کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی کی ہو جاوے گی۔ الغرض
کھانا سامنے لایا گیا۔ مسلمانوں نے کھانا شروع کیا۔ آپ نے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر
ہاتھ ڈالا اور کھانا کھایا یہ حال دیکھ کر قباچہ کا تمام غصہ جاتا رہا اور آپ اپنے مقام کو
تشریف لے گئے۔

اس وقت اس کمینہ بندہ نے عرض کیا کہ ایک عرصہ سے ایک بات میرے دل میں خلش
رکھتی ہے کہ ایک مرید ہے وہ پنجوقتہ نماز پڑھتا ہے اور تھوڑا بہت وظیفہ جو اس سے
ہو سکتا ہے پڑھ لیتا ہے۔ لیکن اپنے مرشد کی محبت بدرجہ کمال اس کے دل میں متمکن ہے اور
اعتقاد بہت درست اور ایک اور شخص ہے مرید بڑا عابد اور اوراد پڑھنے والا گیا ہوا لیکن
اپنے مرشد سے کم محبت رکھتا ہے اور معتقد بھی کم ہے۔ ان دونوں میں افضل کون ہے آپ نے
ارشاد فرمایا کہ جس کو زیادہ محبت ہے وہ بہتر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ محب کا ایک وقت متعبد کے تمام اوقات سے فاضل تر
ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بعض علماء اولیا کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں کہ اولیاء
ہمیشہ مشغول بحق رہتے ہیں اور انبیاء اکثر مشغول بخلق۔ لیکن یہ خیال ان کا باطل ہے
انبیاء اولیاء سے زیادہ صاحب فضل و بلند مرتبہ ہیں۔ ان کا ایک وقت مشغولی اولیاء
کی تمام مشغولی سے زیادہ بلند پایہ رکھتا ہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا اس نے
ستر برس یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ اس قدر مجاہدہ کے بعد اس کو حاجت
واقع ہوئی اس نے حاجت روائی کے لیے دعا کی لیکن وہ حاجت اس کی پوری نہ ہوئی
وہ شخص گوشہ میں گیا اور اپنے نفس سے مجادلہ کرنا شروع کیا کہ اے نفس تو نے ستر برس
تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس میں اخلاص نہ ہوگا اگر اخلاص ہوتا اللہ تعالیٰ کبھی دعا
رد نہ کرتا اور حاجت روا فرماتا وہ اپنے نفس کے ساتھ مجادلہ کر رہا تھا کہ اس زمانہ کے
پیغمبر کو وحی ہوئی کہ اس عابد سے جا کر کہہ دو۔ کہ یہ ایک گھڑی کا مجادلہ ہمارے نزدیک
تیری ستر برس کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

پانچویں مجلس

تاریخ ۱۳ ماہ مبارک ربیع الاول ۶۵۵ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرس کے معنی پوچھے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ عرس بمعنی عروسی کرنا ہے۔ اور دوسرے معنی کاروان کا رات
کو ٹھہرنا بھی آئے ہیں۔

اس کے بعد گفتگو بزرگی مشائخ اور صدق اور سر کے نگاہ رکھنے اور طلب حق
کے بارے میں ہوئی۔

آپ نے اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل

رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ سے دریافت فرمایا کہ میں نے عوام الناس کی زبانی سنا ہے کہ جب آپ نماز پڑھ کر یارب کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں لبیک عبدی سنتے ہیں آپ نے فرمایا خیر پھر شیخ نجیب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ایسا بھی سنا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں آمد ورفت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خیر پھر پوچھا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مردان غیب آپ کے پاس آتے جاتے ہیں۔ آپ نے اس کا انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم بھی تو ابدال ہو۔

اس کے بعد گفتگو بندگی وکرامت والدہ ماجدہ شیخ شیوخ العالم کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکوں پر ماں باپ کی عادت کا خاص طور پر اثر ہوتا ہے۔ یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ کبیر کی والدہ بہت باکمال تھیں۔ ایک شب چوران کے مکان میں بارادہ وزدی گھس آیا۔ اس وقت سب سو رہے تھے۔ لیکن آپ کی والدہ مشغول بیاد حق بیدار تھیں۔ چور مکان میں داخل ہوتے ہی اندھا ہو گیا اور نہ واپس نہ نکل سکا۔ سخت پریشان ہوا آخر فریاد کی کہ اس گھر میں اگر کوئی مرد ہے تو وہ میرا باپ بھائی ہے اور اگر کوئی عورت ہے وہ میری ماں بہن ہے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میں اس کی مہابت کی وجہ سے نابینا ہو گیا ہوں اس کو لازم ہے کہ میرے حق میں دعا کرے کہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ میں توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی چوری نہ کروں گا۔ بی بی قیرسم خاتون یعنی آپ کی والدہ نے دعا کی۔ آنکھیں اس چور کی اچھی ہو گئیں اور چور چلا گیا اور آپ نے تذکرہ اس کا کسی سے نہ کیا۔ تھوڑا سا دن چڑھا ہو گا کہ وہ چور سر پر دہی کا مٹکا رکھے ہوئے مع اپنے جورو بچوں کے آپ کے مکان پر آیا اور قدموں میں گر پڑا۔ صدق دل سے توبہ کی اور مع اپنے بیوی بچوں از سر نو مسلمان ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بزرگی والدہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ میں بیان فرمائی کہ آپ نے بعد اختیار سکونت اجودھن اپنے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین رحمتہ اللہ علیہ کو ماں کے لانے کے لیے جہاں وہ تشریف فرما تھیں۔ روانہ کیا۔ وہ اپنے ہمراہ

لے کر واپس آ رہے تھے کہ ایک روز کسی مقام میں تشنگی کا ورود ہوا۔ آپ والدہ کو ایک درخت کے سایہ تلے بٹھا کر پانی کی تلاش میں تشریف لے گئے۔ واپس آ کر والدہ کو جہاں بٹھا گئے تھے نہ دیکھا نہایت حیران و متفکر ہوئے۔ وا ہر طرف باتیں بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ ملا بالآخر حیران ہو کر بادل دردمند حضرت شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت واقعہ بیان کی حضرت کبیر نے کھانا پکوایا اور والدہ کی فاتحہ دلادی۔

الغرض بعد ایک مدت کے شیخ نجیب الدین کا گزر اسی دیار میں اس موقعہ پر ہوا جہاں والدہ کو بٹھا گئے تھے ماں کی یاد آئی پھر ڈھونڈنا شروع کیا ایک درخت کے نیچے تھوڑی سی ہڈیاں جو انسان کی ہڈیوں سے مشابہ تھیں ہمدست ہوئیں آپ نے خیال کیا کہ یہ والدہ کی ہڈیاں ہیں۔ شیر نے یا کسی دوسرے درندہ جانور نے ان کو پکڑ لیا ہوگا۔ اور مار کر کھا گیا ہوگا۔ آپ نے وہ تمام ہڈیاں جمع کیں۔ اور ایک تھیلی میں بھر کر پھر شیخ الاسلام کی خدمت میں لائے اور رو کر بیان کیا کہ یہ والدہ کی ہڈیاں ہیں شیر نے ان کو کھا لیا حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ہڈیاں تھیلی سے نکالو۔ جب تھیلی نکالی اور ہڈیاں نکالنا چاہیں تھیلی خالی تھی اور اس میں کچھ نہ تھا۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر یہ بیان فرما کر آنسوؤں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ معاملہ عجائبات روزگار میں سے ہے۔

اس کے بعد گفتگو مردان غیب کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوائل حال میں کبھی میرے دل میں آتا تھا کہ اس سے مخالطت اور مجالست کروں لیکن پھر خیال ہونے لگا تھا کہ اس سے زیادہ بہتر کی کوشش وسعی کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کا کی اوشی رحمۃ اللہ کی یہ حکایت بیان فرمائی کہ مبداء حال میں وہ ایک مقام پر پہنچے کہ وہاں ایک مسجد تھی اور اس میں ایک بلند مینارہ تھا اس کو ہفت مینارہ کہتے تھے اور مشہور تھا کہ اس پر چڑھ کر وہ دعا جو اس مینارہ پر پڑھنی آئی ہے پڑھنے اور دو گانہ نماز مسجد میں ادا کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوتی ہے۔

الغرض آپ کو بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اشتیاق ہوا اور ماہ رمضان المبارک کی کسی شب کو اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد میں دوگانہ ادا کیا اور مینارہ پر چڑھ کر وہی دعا و سلوٰۃ پڑھی اور تھوڑی سی دیر ٹھہرے رہے مگر کسی کو نہ دیکھا لاچار واپس آنے کا قصد کیا۔ نکلتے ہوئے دروازۂ مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ اس وقت اس مسجد میں کیوں تشریف لائے۔ آپ نے صورت حال بیان کی یہ سن کر کہنے لگے کہ تم خضر سے مل کر کیا کرو گے وہ بھی تمہاری طرح ایک سرگرداں شخص ہے اس کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے یہ کہہ کر پوچھنے لگے کہ تم دنیا کے طلبگار ہو۔ حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے تھے کہ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں میں بالکل دنیا کی جانب متوجہ نہیں ہوں اور نہ دنیا چاہتا ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا کہ آپ کو کچھ قرض ادا کرنا تو نہیں ہے میں نے کہا نہیں ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ پھر خضر سے مل کر کیا کرو گے اس شہر میں ایک شخص ہے کہ خضر خود ان سے ملنے کے واسطے بارہ مرتبہ گئے مگر ان کی کثرت مشغولی حق سے باریابی نصیب نہیں ہوئی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص پاکیزہ لباس نورانی چہرہ وارد ہوا یہ پہلا شخص بتعظیم تمام ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں میں گر پڑا اور دونوں مل کر میرے پاس آئے اور پہلے شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس درویش کو نہ دنیا کی حاجت ہے اور نہ قرض ادا کرنا ہے۔ صرف تمہاری ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔

اسی اثناء میں اذان ہو گئی ہر طرف سے درویش اور صوفی آنے لگے اور ایک اچھا مجمع ہو گیا۔ تھوڑی سی دیر بعد اقامت الصلوٰۃ کہی گئی اور امام نے نماز پڑھا کر تراویح بھی پڑھائی اور بیس رکعت میں بارہ سیپارے پڑھے میرے دل میں گزرا اگر اس سے زیادہ پڑھے جاتے تو بہت خوب ہوتا۔ نماز ختم ہوتے ہی سب جلد جلد سے آنے تھے چلے گئے۔ میں بھی اپنے مقام کو آیا اور دوسری رات جلد تر وضو کر کے گیا اور صبح تک مسجد میں رہا۔ مگر وہاں آدمی کا نشان تک نہ ملا۔

چھٹی مجلس

روز جمعہ تاریخ ۱۰ ماہ جمادی الاول [illegible]ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو در بارہ تحمل اور مخاصمت سب بچنے کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا دو چیزیں ہیں۔ نفس اور قلب جب کوئی شخص نفس کے ساتھ پیش آتے دوسرے کو لازم ہے قلب کے ساتھ پیش آئے نفس میں تمام خصومت ہے اور شر لیکن قلب میں تمام رضا و سکون و ملاطفت ہے۔ نفس کے ساتھ قلب سے کام لیا جائے تو نفس مغلوب ہو جاتا ہے اور اگر نفس کا مقابلہ نفس سے کیا جائے تو فتنہ و فساد کے بڑھنے کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اسی وقت فضیلت علم و تحمل میں یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ؎

زہر بادے چہ کاہے گر بلرزی
اگر کوہے بکاہے ہم نیرزی

ساتویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ [illegible] ماہ ربیع الآخر [illegible]ھ

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو فتوح کے بارے میں ہو رہی تھی بندہ نے عرض کیا کہ میں نے الحمد للہ کسی شخص سے کچھ طلب نہیں کیا ہے اور اب تک دروازہ توقع کا نہیں کھولا ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر مانگے کوئی چیز ہدیہ دے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ لے لینا چاہیے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کوئی شے مرحمت فرمانے لگے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے حاجت نہیں ہے۔ اس کے مستحق اور بہت سے فقراء و مساکین ہیں ان کو مرحمت فرمائیے۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اے عزیز اگر کوئی شخص بغیر مانگے کوئی شے بطور تحفہ نذر گزرانے تو لے لینا چاہیئے لازم ہے کہ اس کو کھائے۔ اور صدقہ بھی کرے۔

آٹھویں مجلس

تاریخ ۲۹ ربیع الآخر ۷۱۲ھ بروز شنبہ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس ہفتہ میں مجھے ایک عرصہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ ملی تھی اور خواجہ ذکر اللہ بالخیر کو یہ حال معلوم ہوا تھا۔ الغرض جب خاکسار حاضر مجلس شریف ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ملازمت کرنا اور ہمیشہ ایک کام میں مصروف رہنے سے البتہ اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ کبیر کا نواسا ملک نظام الدین کوتوال کے ہاں آتا جاتا تھا۔ اور اس کثرت سے آتا جاتا تھا کہ کوتوال کی نظر میں حقیر ہوگیا بلکہ ایک مرتبہ کوتوال نے کہا کہ آئندہ یہاں نہ آیا کرو لیکن اس نے پرواہ نہ کی اور اسی طرح آتا جاتا رہا ان ہی دنوں میں نظام الدین مذکور نے چھ تنکہ زر میرے پاس بھیجے تھے میں نے ان کو قبول نہ کیا تھا الٹے پھیر دیے تھے۔ اس نے وہی تنکہ زر شیخ کبیر کو دے دیے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ملازمت ہر کام کی خوب ہے اور اس سے ضرور شاخ تمنا میں پھل لگتا ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے تنخواہ ملنے کا حال بیان کیا کہ اگرچہ دیر میں ملی مگر مل گئی۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا اس نے برسوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی اس زمانہ کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ زاہد سے ملاقات کرکے بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ تیری نسبت فرماتا ہے کہ تو ناحق اس قدر عبادت شاق کرتا ہے ہم نے تجھے برائے تعذیب پیدا کیا ہے۔ جس وقت پیغمبر نے ملاقات کرکے یہ ماجرا بیان کیا زاہد کھڑا ہو کر رقص کرنے لگا۔ پیغمبر نے پوچھا یہ جگہ عجز اور زاری کرنے کی تھی نہ مقام فرحت و خوشی زاہد نے کہا مجھے دوزخ و بہشت سے کچھ

کچھ سروکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے چاہے جہاں رکھے اور میری طاعت قبول کرے یا نہ کرے میرے واسطے یہی کافی ہے کہ میری یاد کی گئی۔

اس کے بعد گفتگو تحمل کے بارے میں ہوئی آپ نے حکایت حضرت شیخ اسلام مسعود گنج شکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ آپ کو بدرجہ غایت تحمل اہل ایذا کے بارے میں تھا۔ اکثر فرماتے تھے کہ جس شخص کو مارنا ہو مارے اور چھوڑنا ہو چھوڑے جس قدر تکلیف دینی ہو دے مجھے کچھ گلہ نہیں۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کی کہ یہ دعا [illegible] پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ مقصود بندہ کا اس سوال سے یہ تھا کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کرنا کیسا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ بزرگان دین نے اس دعا کو پڑھا ہے اور عباد اللہ میں مسلمین و مخلصین مضمر ہے۔ یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رح اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ نے مناقب حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ میں فرمایا کہ میں نے ان کے ہم پلہ اس شہر دہلی میں کسی کو بھی نہیں پایا وہ غایت مشغولی سے یہ نہ جانتے تھے کہ آج کونسا دن ہے کونسا مہینہ ہے یا غلہ کا کیا نرخ ہے یا گوشت کس طرح فروخت ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ واسطے روا ہونے حاجت کے مسبعات عشر کا پڑھنا خوب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مسبعات عشر روزانہ خاص وقت معین پڑھی جاتی ہے۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ خیر واسطے پورے ہونے حاجات کے علیحدہ بھی پڑھنا چاہیئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مہم کفایت کو پہنچے گی۔

نویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۲۹ ماہ مبارک رمضان
سنہ ۶۶۹ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو تراویح و ختم قرآن کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بماہ رمضان المبارک ایک شخص نے خانقاہ مبارک حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر آپ سے طالب اجازت ہوا کہ مجھے اجازت ادائے نماز تراویح دی جائے۔ آپ نے اجازت بخشی۔

الغرض اس نے ہر شب ایک قرآن شریف ختم کیا۔ آپ نے اس کی خورش کے واسطے ایک نان اور تھوڑا سا سالن اور ایک کوزہ پانی مقرر فرمایا تھا۔ القصہ وہ شخص نماز عید کے بعد آپ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حجرہ کو نظر سے دیکھی تو کل نان اور سالن موجود پایا اس نے صرف ایک کوزۂ آب پر اکتفا کی تھی۔

اس کے بعد حکایت امام اعظم ابو حنیفہ رح کوفی کی بیان فرمائی کہ آپ ماہ رمضان شریف ہر روز ایک ختم اور ہر شب ایک ختم فرماتے تھے اور نماز تراویح میں ایک ختم فرماتے تھے غرضکہ بماہ رمضان المبارک آپ اکسٹھ ختم قرآن شریف فرماتے تھے۔

دسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۱ ماہ مبارک ذوالحجہ ۶۶۹ھ

کہ دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حضور نے بندہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ کل روز عید تھا مجھ کو کلام از زمرۂ شعر و سخن تہنیت موسم کے خیال سے ضرور کہا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ تین چار دن ہوئے جشن نوروزی تھا۔ خاکسار نے اس روز قصیدہ خوشی جشن عید نوروز میں یکجائی کہا ہے۔

یہ سن کر آپ نے حکایت مناسب حق کے بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شمس دبیر نے

مدحت حضرت شیخ الاسلام کی شان میں قصیدہ کہا تھا اور آپ کی نذر گزران کر آپ سے اس کے پڑھنے کی اجازت حاصل کی۔ حضرت شیخ الاسلام نے نہایت مرحمت سے عطا فرمائی۔ شمس دبیر نے کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کیا۔ جب تمام پڑھ چکے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ اور دوبارہ پڑھو۔ وہ پڑھتے جاتے تھے اور حضرت شیخ الاسلام کسی موقع پر استحسان فرماتے اور کسی موقع پر مناسب موقع اصلاح دیتے تھے۔

حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے بعد اتمام حکایت بیان فرمایا کہ مشائخ خود اپنی تعریف کے اشعار بہت کم سنتے ہیں۔ یہ آپ کا کمال تھا کہ خود اپنی مدح سنی اور استحسان فرمایا۔

الغرض قصیدہ پورا سن لینے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے شمس دبیر سے فرمایا کہ تم کو کیا مطلوب ہے انھوں نے کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ میں بالکل غریب مفلس نادار لاچار ہوں گزر نہیں ہوتی اور میرے ساتھ میری والدہ ہے اس کی بھوک اور پیاس کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔

آپ نے یہ استماع فرما کر ارشاد فرمایا کہ شکر اللہ لا اور حضرت شیخ الاسلام کی رسم تھی کہ جب آپ خوش ہوتے اور کسی کی استدعا منظور فرماتے ان کو ان کلمات "شکر اللہ لا" سے اظہار فرماتے اور آپ کی برکت انفاس نفیسہ سے وہ کام پورا ہو جاتا۔ الغرض شمس دبیر اپنی جائے سکونت کو گئے اور چند جیتل لائے شاید پچاس یا کم بیش جیتل تھے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ بانٹ دیے جائیں۔

یہ فرما کر آپ نے (حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے) ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی چار جیتل ملے تھے۔ فی الجملہ شیخ الاسلام نے شمس دبیر کے حق میں دعائے وسعت مال و منال کی اور وہ ان ہی ایام میں سلطان غیاث الدین کے لڑکے کے دبیر ہو گئے اور تنگی ان کی فراخی سے بدل گئی لیکن شمس دبیر نے حضرت شیخ الاسلام کی اولاد کے ساتھ کچھ سلوک نہ کیا خدا جانے شمس دبیر کے سامنے کسی نے اولاد و اہلبیت شیخ کا کچھ تذکرہ کیا تھا یا نہیں۔

اس کے بعد اس کی حسن طبع اور خلق کے بارے میں تذکرہ ہوا۔ بندہ نے عرض کیا

مجھے ان کے ساتھ نسبت خورشی بھی ہے۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم لوان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ ہاں جب سلطان غیاث الدین لکھنوتی گئے تھے بندہ بھی ہمراہ لشکر گیا تھا وہ بھی اس سفر میں ہم سفر تھے۔ رات دن اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ صحبت متصوفہ بھی باہم تھی۔ میں نے ایجاب کیا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ شمس دبیر نے لوائح حمید الدین ناگوری میرے ساتھ شیخ کبیر سے پڑھی تھی۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسوی ایک مرتبہ اکٹھے پاک پٹن سے روانہ ہوئے اور کئی روز تک ساتھ ساتھ ہم سفر تھے جب وہ مقام پہنچا جہاں سے ہر ایک کو جدا جدا ہونا تھا۔ شمس دبیر یہ مصرعہ پڑھ کر رخصت ہوئے۔ مصرعہ

اے یار قدیم راستی میبرودی

اس مصرعہ کے سنتے ہی ہم سب پر خاص اثر بار احت ہوا۔

گیارھویں مجلس

تاریخ ۲۹ ماہ ذوالحجہ ۷۱۷ھ روز شنبہ

دولت قدم بوسی میسر ہوئی مجھے اس روز کسی قدر تردد تھا کہ کسی شخص نے میری نسبت بد کلمہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا جب دولت مکالمت و ہم نشینی میسر ہوئی آپ نے پہلے ہی بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص سے کسی شخص کی بدی بیان کرے تو اس سننے والے کو بھی خدا نے عقل اور تمیز دی ہے وہ استماع کلام سے جان سکتا ہے کہ یہ سخن سچ ہے یا جھوٹ ہے یا اس میں کوئی غرض ہے۔ میں آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ بات سن کر نہایت خوش ہوا اور عرض کیا کہ ہم خدمت گزاروں کا تکیہ اسی امر پر ہے کہ باطن مخدوم حاکم ہے۔

اس کے بعد گفتگو کشف و کرامت کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ شیخ سعد الدین حموی نامی تھے۔ والی شہر ان سے عقیدہ نیک نہ رکھتا تھا ایک روز وہ بادشاہ آپ کے دروازہ کے سامنے سے گزرا اپنے حاجب کو اندر بھیجا کہ اس صوفی بچہ کو باہر بلاؤ۔ حاجب نے مکان میں داخل ہو کر آپ کی خدمت میں بادشاہ کا پیغام پہنچایا آپ نے کچھ التفات نہ فرمایا اور نماز میں مشغول ہوئے حاجب نے مکان سے باہر آکر صورت واقعہ بادشاہ سے کہی بادشاہ کا غصہ کم ہوا اور سواری سے اتر کر آپ کے پاس مکان میں آیا آپ دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور خوشی سے بغلگیر ہوئے اور پاس پاس بیٹھ گئے اس نشست کے متصل باغ تھا۔ شیخ سعد الدین حموی رح نے اشارہ کیا کہ تازے سیب توڑ کر لائے جائیں۔ خادموں نے تعمیل حکم کی آپ سیب پارہ فرماتے تھے اور خود کھاتے اور بادشاہ کو دیتے تھے ان سیبوں میں ایک سیب بہت بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں اس کو دیکھ کر یہ خیال گزرا کہ اگر شیخ کو صفائے قلب اور کرامت حاصل ہے تو یہ سیب اٹھا کر مجھے مرحمت کریں گے اس اندیشہ کے گزرتے ہی شیخ سعد الدین حموی نے ہاتھ بڑھا کر اس سیب کو اٹھایا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر یہ حکایت بیان کی کہ میرا گزر بہنگام سفر ایک شہر میں ہوا بازار میں گیا دیکھتا ہوں کہ ایک جم غفیر اکٹھا ہو رہا ہے اور ایک بقال نے ایک گدھے کی کپڑے سے آنکھیں باندھی ہیں اور اپنے ہاتھ میں جو انگوٹھی پہنے ہوئے تھا وہ اتار کر ایک تماشہ دیکھنے والے کو دی ہے اور اس مجمع عام کی طرف مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ دیکھو یہ گدھا ہے چشم بستہ لیکن جس شخص کے پاس میری انگوٹھی ہے اس کا نشان مجھے بتلا دے گا یہ کہہ کر گدھے کو چھوڑ دیا گدھا اسی طرح آنکھوں میں پٹی بندھی ہوئی مجمع میں ہر شخص کو سونگھتا پھرتا تھا ایکدم اس شخص کے پاس پہنچا جس کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی اس کو سونگھ کر کھڑا ہو گیا بقال نے آکر انگوٹھی اس مرد سے لے لی۔

یہ فرما کر شیخ سعد الدین حموی رح نے بادشاہ کی طرف دوبارہ نظر کی اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص خود اظہار کشف و کرامات کرے تو خود کو اس گدھے سے نسبت دے گا اور اگر ظاہر نہ کرے تیرے دل میں یہ خیال آئے گا کہ اس شخص کو صفائی قلب و جلائے باطنی

نہیں ہے۔ یہ فرما کر سیب کلاں بادشاہ کو دے دیا۔

اس کے بعد آپ نے حال وفات شیخ سعدالدین حموی رحمہ نے بیان فرمایا کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کو شیخ سیف الدین باخرزی رحمہ کی ملاقات کا حکم ہوا ہے جب بیدار ہوئے۔ تہیہ سفر کیا اور اپنے مکان مسکونہ سے روانہ ہوئے جہاں پر شیخ سیف الدین باخرزیؒ رہتے تھے۔ آپ کے مکان سے اس جگہ کا فاصلہ تین ماہ کے ایام سفر کا تھا اور اسی شب شیخ سیف الدین باخرزی رحمہ نے بھی خواب دیکھا کہ کہنے والا ان سے کہتا ہے کہ شیخ سعدالدین حموی رحمہ تمہاری ملاقات کو آتے ہیں۔

قصہ مختصر جب درمیان ہر دو بزرگوار کے تین روز کی مسافت کا فاصلہ باقی رہا۔ شیخ سعدالدین حموی رحمہ کسی گاؤں میں فروکش ہوئے اور کہلا بھیجا کہ میں آپ کے دیکھنے کو تین ماہ کا راستہ طے کرکے یہاں آیا ہوں آپ کو لازم ہے کہ تین منزل پیشوائی کیجئے۔

جب یہ پیام شیخ سیف الدین باخرزی رحمہ نے سنا ارشاد فرمایا کہ وہ مرد فضول ہے مجھے نہیں دیکھ سکتا الغرض شیخ سعدالدین حموی رحمہ کا اس جگہ انتقال ہوا اور شیخ سیف الدین کی ملاقات نصیب نہ ہوئی۔

اس کے بعد خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی زبانی سنا تھا کہ ایک روز شیخ بہاؤالدین زکریا مجلس میں متمکن تھے ناگاہ رنگ چہرۂ انور متغیر ہوا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کھڑے ہوگئے۔ مقربین نے حال دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت برادرم شیخ سعدالدین حموی رحمہ کا انتقال ہوا۔ کئی روز بعد خبر آئی کہ جس وقت، شیخ نے یہ کلمہ کہا تھا اسی وقت ان کا انتقال ہوا تھا۔

اس کے بعد خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ شیخ سعدالدین کے انتقال کے تین برس بعد شیخ سیف الدین باخرزی ۔ اور ان سے تین برس بعد شیخ بہاؤالدین زکریاؒ اور ان سے تین برس بعد حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہٗ کا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بارھویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۱ محرم ۷۰۸ ہجری کو

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو درباره دنیا ہو رہی تھی کہ دنیا کیا ہے اور کونسی چیز دنیا سے ہے اور کونسی دنیا سے نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک امر صورتاً و معناً دنیا ہے اور ایک امر صورتاً و معناً دنیا نہیں ہے اور معناً دنیا ہے اور ایک امر صورتاً دنیا ہے اور معناً دنیا نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے اس کی تشریح بیان فرمائی کہ جو امر صورتاً و معناً دنیا ہے وہ مال و اشیاء وتمام ازکفاف ہیں اور وہ جو امر صورتاً و معناً دنیا نہیں ہے وہ طاعت یا اخلاص ہے اور وہ امر جو صورتاً دنیا ہے اور معناً دنیا نہیں وہ ادائے حق حرم یعنی زوجہ خود ہے کہ اس سے محبت بہ نیت ادائے حق اس کے کی جائے۔ یہ امر اگرچہ صورتاً دنیا ہے۔ مگر معناً دنیا نہیں ہے۔

تیرھویں مجلس

روز شنبہ پنجم ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر ۷۰۸ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو اوراد وظیفہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ازراہ شفقت بندہ سے دریافت فرمایا کہ کون کون سے ورد پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ جو اوراد حضور نے ارشاد فرمائے ہیں پڑھا کرتا ہوں۔ پانچوں وقت بعد فراغ از نماز وہ صورتیں جو ان کے پڑھنے کے بعد پڑھنی آئی ہیں پڑھتا ہوں اور عصر کی نماز کے بعد سورۂ عم یتساءلون پانچ مرتبہ اور دو وقت مسبعات عشر اور سو مرتبہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھتا ہوں۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ دس تسبیحیں اور بھی ہیں اور ہر ایک کو دس دس مرتبہ

زیر پڑھنے سے سو بار ہوتے ہیں۔ اور سو سو بار پڑھنے سے ایک ہزار مناسب ہے کہ ہر ایک تسبیح سو سو مرتبہ پڑھی جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو دس دس مرتبہ ہر ایک تسبیح کو ضرور ہی پڑھے۔

الغرض آپ نے وہ دسوں تسبیحیں بیان فرمائیں۔ مجھے یہ آٹھ تسابیح یاد رہیں۔ اور دو ذہن سے جاتی رہیں۔

اوّل۔ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت ذو الجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علٰی کل شیٔ قدیر۔ دوم سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ سوم سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ چہارم سبحان الملک القدوس سبوح قدوس ربنا ورب الملٰئکۃ والروح۔ پنجم استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واسالہ التوبۃ واتوب الیہ ششم اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ ہفتم۔ اللّٰھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات ہشتم۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد وبارک وسلم اللّٰھم صل علٰی محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی الامی وعلٰی اٰلہ

بندہ غلام احمد مترجم عفی اللہ عنہ خطیبا ثم کہتا ہے کہ یہ آٹھ تسابیح جو اصل کتاب فوائد الفواد میں ہیں حوالۂ قلم ہوئیں لیکن وہ باقی تسابیح جملہ دس تسابیح کے خاکسار واسطے افادہ حضرات اہل شوق و محبت کے کتاب مرقعہ شریف تصنیف لطیف حضرت خواجہ ثانی فی اللہ باقی باللہ حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادی سے نقل کرتا ہے وھو ہذا نہم اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اعوذ بک من ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔ دہم۔ بسم اللّٰہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ رب الارض والسماء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس روز حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین نور اللہ

مرقدہٗ نے مجھے یہ تسبیح بتلائی تھیں اور اجازت دی تھی اس وقت آپ بہت خوش تھے بعد اجازت مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے تجھے کنوز و گنج اسرار الٰہی بخش دیے ان تسابیح کی مواظبت سے سعادت عظیم حاصل ہوتی ہے والحمد للہ علٰی ذالک۔

چودھویں مجلس

روز دو شنبہ ۲۸ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر

سنہ ۷۰۸ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو عقل اور عشق کے بارے میں ہو رہی تھی کہ یہ دونوں آپس میں متضاد ہیں۔ علماء اہل عقل ہیں اور درویش اہل عشق عقل علماء کے عشق پر غالب ہے اور عشق درویشوں کی عقل پر غالب ہے اور انبیا علیہم السلام عشق اور عقل دونوں پر غالب ہیں۔

اس کے بعد صفت غلبۂ عشق میں یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔ بیت

عقل را با عشق گو شے نیست زو دش پنبہ نہ
تا چہ خواہی کرد آں اشتر دلی جولاہ را

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ علی کھوکھری نام ایک کامل درویش ملتان میں رہتے تھے۔ صاحب درد و ذوق و شوق و صاحب حال معتقد درویشاں تھے۔ لیکن جس شخص کو درد عشق نہ ہوتا تھا۔ اس پر اعتقاد نہ لاتے تھے گو وہ شخص بڑا زاہد و صیدنہ ہی ہو فرماتے تھے کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں ہے اشک نہیں رکھتا یوجہ دیہاتی یا اہل محبت ہونے کے عشق کا تلفظ ان کی زبان سے صحیح ادا نہیں ہوتا تھا عشق کو اشک فرماتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت یحییٰ معاذ رازی کا فرمودہ ہے کہ ایک ذرہ محبت کا عبادت جن وانس سے افضل و بلند مرتبہ ہے۔

اس کے بعد مناسب اسی معنی کے یہ بات بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام

فریدالدین مسعود گنجشکر رو اکثر ہر شخص کو دعا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے درد محبت بخشے وہ شخص حیران ہوتا کہ یہ کیسی دعا ہے اس وقت معلوم ہوا کہ یہ دعا از بس بابرکت ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کی ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ وہ بدایوں میں اپنے مکان کی دہلیز میں بیٹھے تھے۔ ایک دہی کا مٹکا سر پر رکھے ہوئے آپ کے سامنے سے گزرا یہ شخص قوم کا اہیر کھیڑ کا رہنے والا ڈاکوؤں کے گروہ سے تھا۔

الغرض نظر اس کی جمال مبارک شیخ جلال الدین تبریزی رو پر پڑی پہلے ہی دیکھنے میں دل اس کا پکڑا گیا اور پھر نظر غور سے دیکھا کہنے لگا اشہد اللہ دین محمد علیہ السلام میں ایسے مرد بھی ہیں فوراً ایمان لایا آپ نے اس کا نام علی رکھا تھا وہ مکان گیا اور تھوڑی دیر میں ایک لاکھ جتیل (نام ایک سکہ کا ہے) لے کر آیا اور نذر گزرانی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو تم ہی حفاظت سے رکھو جس مصرف میں کہوں خرچ کرتا الغرض آپ ان تمام جتیلوں کو خیرات فرماتے تھے اور کسی کو سو درم اور کسی کو پچاس یا کم و بیش عطا فرماتے۔ لیکن اصل بخشش آپ کی پانچ درم تھی۔ تھوڑے عرصہ میں وہ روپیہ خرچ ہو گیا صرف ایک جتیل باقی تھا علی کہتے تھے کہ جب ایک درم باقی رہا میرے دل میں خیال گزرا کہ اصل بخشش آپ کی پانچ درم ہے اگر کسی شخص کو عطا فرمائیں گے اور پانچ درم دینے کا حکم دیں گے کہاں سے لاؤں گا اسی خیال میں تھا کہ سائل آیا شیخ نے فرمایا کہ ایک جتیل اس کو دے دو۔

اس کے بعد جناب حضرت جلال الدین رو میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ وہ جب بدایوں سے لکھنوتی جانے لگے یہ علی بھی آپ کے ہمراہ ہوئے۔ آپ نے منع فرمایا انھوں نے رو کر عرض کی کہ میرا سوائے آپ کے اور کون ہے اور میں کس کے پاس جاؤں یہ کہہ کر بہ تعمیل حکم تھوڑی دور چلے گئے اور پھر واپس آئے آپ نے پھر لوٹ جانے کو فرمایا علی نے جواب دیا کہ میرے پیر اور مخدوم آپ ہیں میرا بغیر آپ کے اس جگہ کیا کام ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شہر بدایوں تمہاری حفاظت میں ہے تم کو یہیں رہنا ہوگا۔

اس کے بعد گفتگو متنبیوں کے بارے میں ہوئی کہ طاعت بے شمار کرتے ہیں۔ لیکن شغل درونی ان کو چنداں نہیں ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خلق چار نوع پر منقسم ہے بعض ایسے ہیں کہ ظاہر ان کا آراستہ ہے اور باطن خراب ہوتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ باطن ان کا آراستہ اور ظاہر ان کا خراب ہوتا ہے۔ اور بعضوں کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔

پھر آپ نے اس امر کی تشریح فرمائی کہ وہ لوگ جن کے ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہیں وہ متعبد ہیں۔ زہد و ریاضت کرتے ہیں۔ لیکن مقصود ان کا دنیا ہے اور وہ طائفہ جن کا ظاہر خراب اور باطن آراستہ ہے وہ طائفہ مجانین ہے کہ دل اُن کا حق کے ساتھ مشغول ہے۔ اور ظاہر بے سروسامان ہیں اور وہ طائفہ جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے وہ مشائخ طبقات ہیں۔

پندرھویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۲ ماہ ربیع الاول ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ راہ حق میں جس لباس سے ملکی ہو آنا چاہیئے کہ عاقبتہ الامر کام بن ہی جاتا ہے۔

اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کی نگاہ بادشاہ کی لڑکی سے لڑی اور لڑکی نے بھی درویش کو دیکھا دونوں آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہو گئے۔ بادشاہ کی لڑکی نے درویش کو کہلا بھیجا کہ تو مرد فقیر بے سروسامان ہے میری تیری مناسبت کہاں اس وجہ سے وصل از بس ناممکن ہے۔ مگر میں تجھ کو ایک ترکیب بتلاتی ہوں کہ تو پہاڑی پر جا کر مصروف بیاد الٰہی ہو اور ریاضت و مجاہدہ اختیار کر کہ آوازہ تیرے کمال کا پھیلے اور خلق اللہ کی تیری خدمت میں رجوع ہو میں باپ سے اجازت لے کر تیری زیارت کو آؤں گی اس وقت ہم تم دونوں حسرت دید اپنی نکال لیں گے۔

درویش یہ پیام سنتے ہی خوش ہوا اور فوراً جنگل چلا گیا اور جیسا لڑکی نے بتلایا تھا

کرنے لگا چند روز میں اس کی بزرگی کا شہرہ ہوا اور خلق زیارت کو جانے لگی۔ بادشاہ کی لڑکی بھی شاہ سے اجازت لے کر درویش کے پاس گئی اور اس کے حجرہ میں آراستہ و پیراستہ ہو کر داخل ہوئی لیکن درویش نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ ذوق طاعت الٰہی اس کو حاصل اور محبت حق اس کے دل پر مستولی ہو گئی تھی ہر چند دختر نے کہا کہ میں دختر بادشاہ ہوں اور مجھے یہ حیلہ میں نے ہی بتلایا تھا۔ میرا وہی حسن و جمال ہے جس پر تو عاشق ہوا تھا مگر درویش نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا میں تجھ کو جانتا بھی نہیں۔ اور بدستور یاد حق میں مشغول رہا۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے جس کو لذت محبت الٰہی حاصل ہوئی وہ پھر غیر پر نگاہ نہیں ڈالتا۔ اور دوسری الفت میں گرفتار نہیں رہ سکتا۔

اس کے بعد یہ حکایت عبداللہ مبارک کی بیان فرمائی کہ وہ ایام جوانی میں ایک زن جمیلہ کے عاشق تھے۔ ایک شب اس عورت کے مکان کے نیچے سے گزرے دریچہ کھلا ہوا تھا دیکھ کر کھڑے ہو گئے اس عورت نے سر اپنا دریچہ سے باہر نکالا اور آپ کو دیکھ کر باتیں کرنے لگی۔ یہ قصہ کلام اس قدر دراز ہوا۔ کہ صبح ہو گئی اور موذن نے اذان نماز صبح دی۔ حضرت عبداللہ مبارک نے اذان سن کر یہ خیال کیا کہ یہ عشاء کی اذان ہے۔ اسی وقت ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے عبداللہ ایک عورت کے عشق میں اول شب سے آخر شب تک بیدار رہا اور یہ بھی نہ معلوم کیا صبح ہو گئی۔ کبھی تو خدا کے واسطے ایک رات بھی جاگا ہوتا۔

حضرت عبداللہ مبارک یہ سن کر متنبہ ہوئے اور اس عشق بازی سے توبہ کی اور بکلی مشغول حق ہو کر مقامات اعلیٰ کو پہنچے اور جب ان کی توبہ کا یہی تھا۔ اسی اثنا میں کھانا سامنے لایا گیا۔ آپ نے کھانا کھانا شروع کیا۔ اس وقت ایک شخص آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔

آپ نے یہ حکایت اس موقع کی مناسب بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ ابو القاسم

نصیر آبادی کہ پیر سلطان ابو سعید ابو الخیر رہ کے ہیں مع اپنے مریدوں کے کھانا کھا رہے تھے کہ امام الحرمین تشریف لائے اور سلام کیا شیخ ابو القاسم اور ان کے یاروں نے کچھ التفات نہ کیا اور نہ جواب سلام دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے سلام کیا اور آپ نے جواب نہ دیا اس کا سبب بیان فرمایئے۔

شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھاتا ہو۔ اس کو سلام نہ کرنا چاہیئے کہ وہ مصروف اطاعت الٰہی ہے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو سلام کرنا چاہیئے۔ امام الحرمین نے سوال کیا کہ یہ بات ازروئے اجتہاد ہے یا ازروئے نقل۔ شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ ازروئے نقل ہے کہ کھانا برائے حصول قوت طاعت کھایا جاتا ہے پس وہ بھی عین طاعت ہے۔ اس صورت میں جواب دینا لازم نہیں ہے۔ مثلاً جو شخص نماز میں مصروف ہو اس کو سلام نہیں کرتے کہ وہ طاعت میں مصروف ہے۔ اسی طرح کھانا کھاتے ہوئے کو سلام نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ یہ کرنا چاہیئے کہ اس وقت وہ آنے والا بیٹھ جائے اور جب وہ شخص کھانے سے فارغ ہو۔ اور ہاتھ دھو ڈالے یہ آنے والا کھڑے ہو کر سلام کرے اس وقت جواب دیا جائے گا۔

اس وقت حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ ایک ہندو ہے وہ کلمہ پڑھتا ہے اور رسالت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہے لیکن جب اپنی برادری سے ملتا ہے انکار کرتا ہے اور مسلمانوں کو آتے ہوئے دیکھ کر چپ ہو جاتا ہے۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ اس صورت میں معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چاہے تعذیب کرے چاہے بخش دے اور یہ بھی فرمایا کہ بعض ہندو جانتے ہیں کہ اسلام حق ہے لیکن مسلمان نہیں ہوتے۔

اس کے بعد حکایت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ رنجور ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا کہ تم خواہ بصدق دل خواہ بزبان وحدانیت حق تعالیٰ اقرار کرو کہ بروز حشر تمہاری شفاعت کے واسطے مجھے حجت ہو جائے۔ مگر آپ کا یہ ارشاد ان پر کچھ موثر نہ ہوا اور

اسی حالت کفر میں ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی نے ان کے مرنے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ عمک الضال مات سے کی یعنی آپ کے چچا بحالت گمراہی مر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو غسل دو کفن دو، پوشیدہ قبر میں اور پرے چھوڑ دو وضع نہ کرو یعنی ہاتھ سے نہ مارو۔

سولہویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۹ ماہ جمادی الآخر ۷۱۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو اس طائفہ کے بارے میں جو خلق خدا سے خراج۔ جزیے اور لگان لینے میں زیادتی کرتے ہیں ہو رہی تھی۔

آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک گاؤں میں ایک درویش آس پاس کے دیہات سے غلہ مانگ کر گزر کرتا تھا وہاں کے عامل بھی اس کو جانتے تھے اور کسی قسم کا جزیہ اس سے نہ لیتے تھے اتفاقاً شحنہ اس گاؤں میں آیا اور درویش کو بلا کر کہا کہ تو اطراف کے دیہات کو لوٹ کر کھاتا ہے اور کوئی حق سلطانی ادا نہیں کرتا ہے یا اتنے سال کا معاملہ دیدے یا کرامت دکھا۔

درویش نے یہ سن کر بہت معذرت کی کہ میں مرد فقیر ہوں درویشانہ گزر کرتا ہوں جو کچھ مانگ کر لاتا ہوں وہ میری وجہ معیشت ہے شحنہ نے اس کا سخن نہ سنا اور کرامت دکھانے یا لگان دینے کے واسطے تنگ کیا درویش پریشان اور مضطر ہوا اور بعد تامل کے شحنہ سے کہا کہ تم کونسی کرامت دیکھنا چاہتے ہو اس گاؤں کے پاس ہی دریا تھا کوتوال نے کہا کہ آپ اس پر ننگے پیر دوسرے کنارے پر چلے جائیں اور قدم آپ کے تر نہ ہوں۔

درویش یہ سنتے ہی بروئے آب رواں ہو کر اس پار چلا گیا اور واپس آنے کے لیے طالب کشتی ہوا۔ وہاں جو لوگ تھے کہنے لگے کہ آپ کو کشتی کی کیا ضرورت ہے ابھی آپ ننگے پیر پانی پر تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح اب بھی چلے جائیے۔ آپ نے فرمایا

کہ ایسا کرنے سے نفس موٹا ہوتا ہے۔ سمجھنے لگے گا کہ میں بھی صاحب کرامت ہو گیا ہوں۔

اس کے بعد لنگر کھانا کھلانے اور مہمانداری کی بابت بحث ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے من زار حیا ولم یذق منه شیئا فکانما زار میتا یعنی جس نے ملاقات کی زندہ آدمی سے اور نہ کھائی اس کے پاس سے کوئی چیز گویا وہ مردہ سے ملا تھا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حکایت بیان فرمائی کہ ان کی رسم تھی کہ جب کوئی شخص ان کے پاس آتا وہ اسے کھانا نہ دیتے تھے کسی نے ان سے سوال کیا کہ من زار حیا ولم یذق منه شیئا فکانما زار میتا حدیث شریف ہے ہر آنے والے کو کچھ کھلانا چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے لیکن اہل خلق اس حدیث کے معنی نہیں جانتے خلق اللہ دو قسم پر منقسم ہے خاص و عام مجھے عام سے تعلق نہیں اور خواص سے میں اللہ اور اس کے رسول کی باتیں کرتا ہوں اور وہ اس سے مستفید ہوتے ہیں اور سیر ہو کر چلے جاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے۔ البتہ کچھ کھا کر واپس جاتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ بدرالدین غزنوی رح کی رسم تھی کہ آپ بھی ہر آنے والے کے سامنے کھانا رکھتے تھے اور اگر کھانا موجود نہ ہوتا تھا۔ خادموں کو پانی ہی سامنے لانے کے واسطے فرماتے تھے۔

اس کے بعد پھر ذکر حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کا ہوا کہ ایک شخص عبداللہ نام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ سماع سنا ہے۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ ہم کو بھی بہ تبعیت اپنے مرشد کے سماع سننا چاہیئے۔

الغرض عبداللہ کو آپ نے رہنے کے واسطے کہا اور بوقت شب ہمراہ ایک خادم کے ایک حجرہ میں بھیجا جہاں سوائے ان دو کے اور تیسرا نہ تھا بعد عشاء آپ خود تشریف لے گئے

اور اپنے اوراد معمول بقدر آدھے سیپارے کے پڑھے اور حجرہ کی زنجیر لگا کر عبداللہ سے ارشاد فرمایا کہ تم کوئی شے گاؤ۔ عبداللہ فرماتے تھے کہ میں نے راگ شروع کیا۔ شیخ کو جنبش ہوئی اُٹھ کر چراغ گل کر دیا کہ حجرہ تاریک ہو گیا اور آپ اسی طرح وجد فرماتے تھے۔ لیکن بوجہ تاریکی مجھے دکھلائی نہ دیتے تھے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا تھا کہ تواجد فرما رہے ہیں اور نہ یہ معلوم ہوا کہ آپ کا وجد ضرب تھا یا بے ضرب۔

الغرض بعد اختتام سماع آپ نے دروازہ کھولا اور ہم سب اپنے اپنے مقام کو گئے اس شب مجھ کو مطلق کھانا نہ کھلایا بلکہ پانی بھی نہ دیا۔ صبح کے وقت ایک خادم تھوڑا کپڑا اور بیس تنکہ لایا مجھے دیے اور کہا کہ شیخ نے تم کو عطا فرمایا ہے۔

یہ حکایت تمام فرما کر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ عبداللہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے اور دہیں یہ حکایت میں نے اُن کی زبانی سنی۔

اس کے بعد آپ نے حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ یہی عبداللہ پاک پٹن سے ملتان جانا چاہتے تھے ان دنوں راستہ میں ڈاکوؤں کا زور تھا انھوں نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عزیمت ملتان کی اور سلامتی سے ملتان پہنچنے کے واسطے استمداد دعا چاہی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہاں سے فلاں موضع تک میرا تعلق ہے۔ اور اس کے آگے تعلق شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے میری حد تک تم ان شاء اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت پہنچ جاؤ گے عبداللہ یہ سن کر روانہ ہوئے اور جہاں تک تعلق حضرت شیخ الاسلام کا تھا مطلق خطرہ ان کو نہ ہوا۔ حوض پر پہنچ کر ان کو کلام حضرت شیخ الاسلام کا یاد آیا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور جانب ملتان منہ کر کے کہا کہ یہاں تک علمداری شیخ الاسلام فریدالدین رہ کی تھی میں آپ کا نفس ہمراہ ہونے سے بخیریت تمام آ پہنچا اے شیخ بہاؤالدین آگے تمہارا علاقہ ہے تم بھی مجھے بخیر و عافیت ملتان پہنچا دو۔

القصہ مع الخیر ملتان پہنچے اور خدمت بہاؤالدین زکریا ملتانی میں پہنچا ہوا جامہ

پشمیں اوڑھے ہوئے گئے آپ دیکھتے ہی خفا ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ کیا شیطان کی پرستش پہنے ہوئے ہو۔ اور اسی طرح بہت کلمات سخت و درشت کہے میں نے عرض کیا کہ بعض بنی آدم کے پاس بہت کچھ زر و مال ہے میں ان پر اعتراض نہیں کرتا اور میرے پاس صرف ایک جامہ پشمین ہونے سے آپ اس قدر خفا ہوتے ہیں۔

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی نے جب مجھے جواب دیتے ہوئے سنا مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم میرے سامنے کیا باتیں کر رہے ہو حوض کی انتہا یاد کرو میں نے تمہارے حق میں مطلق تقصیر نہیں کی اور ہر قسم خطرے سے نگاہ رکھ کر ملتان پہنچایا ہے۔

ستترھویں مجلس

روز چہار شنبہ ۱۴ ماہ جمادی الآخر ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو دربارہ خشم و شہوت ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح شہوت بغیر محل حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بغیر محل حرام ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دو شخص ہوں ایک دوسرے پر غصہ کرتا ہو۔ وہ دوسرا صبر کرے ثواب تحمل کرنے والے کو حاصل ہوگا نہ غصہ کرنے والے کو۔

اس کے بعد گفتگو دربارہ نصیحت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی دوسرے شخص کو نصیحت کرو لازم ہے کہ تنہائی میں کرو علانیہ نصیحت کرنا اس کو ملامت کرنا ہے نصیحت ہمیشہ تنہائی میں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ یاروں کو سبق حدیث کا پڑھا رہے تھے اور جو معانی آپ بیان فرماتے تھے شاگرد اس کو لکھتے جاتے تھے ہنگام تدریس آپ کے سر مبارک پر کلاہ سیاہ رنگ تھی سفید نہ تھی یہ ٹوپی طیلسی تھی ناترہ نہ تھی۔ طیلسی ٹوپی سر سے چپکی رہنے والی کو کہتے ہیں۔ اور ناترہ اس ٹوپی کا نام ہے جو سر سے کسی قدر بلند ہو الغرض اس وقت ایک شخص آیا اور آپ سے مستفسر ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی اوڑھی ہے آپ نے جواب دیا ہاں اوڑھی

ہے پھر اُن سے دریافت کیا کہ رسول مقبول نے سیاہ ٹوپی اوڑھی تھی یا سفید آپ نے جواب دیا کہ سفید اوڑھی تھی یہ سن کر فقیر نے سوال کیا کہ وہ ٹوپی کلاہ طیبہ ہوتی تھی یا تاشرو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ کلاہ طیبہ ہوتی تھی یہ سن کر درویش کہنے لگا کہ ٹوپی اوڑھنے میں تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے خلاف عمل کیا ہے کہ کلاہ تاشرو اور سیاہ رنگ کی اوڑھی ہے۔ اور حدیث بیان کرتے ہو اور شاگردوں سے املا کراتے ہو یہ واقعہ تمہاری ذات سے بعید ہے۔

قاضی امام ابو یوسف یہ سن کر متفکر ہوئے اور تھوڑی دیر بعد سائل سے کہا کہ تیرا یہ نصیحت کرنا دو حال سے خالی نہیں ہے یا برائے حق ہے یا میری تکلیف دہی کے واسطے ہے اگر برائے حق کہا ہے تو علانیہ کہا ہے اس کا تجھے مطلق ثواب ملے گا اگر میری تکلیف دہی کے واسطے کہا ہے الوبال علیک۔

اٹھارویں مجلس

روز چہار شنبہ ستائیس ماہ رجب ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو توبہ کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ توبہ تین قسم پر ہے۔ ماضی مستقبل و حال توبہ حال یہ ہے کہ اس زمانہ کردنی سے جو کیا ہے شرمندہ ہو اس گناہ سے پشیمان ہو اور توبہ ماضی یہ ہے کہ دشمنوں اور حق داروں کو خوش کرے اگر کسی شخص سے دس روپیہ لیے ہیں اس کے روپے دیدے زبانی توبہ کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص کو برا کہا ہے لازم ہے کہ بعد توبہ اس کے پاس جائے معافی مانگے اور اس کو خوش کرے اور اگر وہ شخص جس کو برا کہا تھا اس عالم فانی سے کوچ کر گیا ہو اس کو اس قدر اچھا کہے جس قدر برا کہا تھا اور ہمیشہ بہ نکوئی یاد کرے اور اگر کسی شخص کو جان سے مار ڈالا ہو اس کے وارث بھی نہ ہوں بعد توبہ اس کے معاوضہ میں غلام آزاد کرے کیونکہ تائب یا اور کوئی شخص مردہ کو زندہ کرنے کی مقدرت نہیں رکھتا لیکن غلام کا آزاد کرنا بھی مردہ کا جلانا ہے اور اگر کسی شخص کی

منکوحہ بیوی سے زنا کیا ہو لازم ہے کہ اس شخص کے پاس جائے جس کی منکوحہ یا مملوکہ سے زنا کیا ہے اور عذر تقصیرات کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت و معافی گناہ کی دعا مانگے اور اگر تائب شراب پیتا تھا اس کو چاہیئے کہ بعد توبہ خلق اللہ کو شربت ہائے لطیف اور ٹھنڈا پانی پلائے الغرض بعد توبہ ہر معصیت کی تکفیر اس کی مناسبت سے کرے یہ بیان توبہ ماضی کا تھا۔ قسم سوم توبہ مستقبل یہ ہے کہ اپنے دل میں مستحکم ارادہ کرے کہ آئندہ کبھی گرد اس معصیت کے نہ پھٹکوں گا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ جس وقت میں حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا اور آپ کے دست حق پرست پر انابت لایا آپ اکثر فرماتے تھے کہ دشمنوں اور حق داروں کو خوش کرنا چاہیئے اور ہر مجلس میں استرضائے صاحب حقاں میں بہت غلو فرماتے تھے مجھے یاد آیا کہ یہ سب میری تعلیم کے لیے ارشاد ہے کہ مجھے ایک بزاز کے بیس جیتل اور ایک شخص کی کتاب جو عاریتاً لی تھی دینی ہے۔ مخدوم مکاشف عالم اسرار ہیں اس وقت میں نے ارادہ مستحکم کیا کہ اب کے دہلی میں ان ہر دو امور کا بھی فیصلہ کروں گا قصہ مختصر جب اجودھن سے دہلی آیا اس بزاز کا فکر کیا لیکن اتنا روپیہ میسر نہ آتا تھا جو اس کا قرض ادا کیا جائے کبھی پانچ کبھی چار جیتل ملتے تھے ایک مرتبہ دس جیتل میسر ہوئے میں ان کو لے کر اس بزاز کے مکان پر جس سے کپڑا لیا تھا آواز دی وہ آواز سن کر باہر آیا میں نے کہا کہ آپ کے بیس جیتل میرے ذمہ واجب الادا ہیں ایک مشت بوجہ تنگی معاش نہیں دے سکتا ہوں یہ دس جیتل موجود ہیں لیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ دس جیتل بھی عنقریب پہنچ جائیں گے اس بزاز نے یہ سنتے ہی بے ساختہ کہا کہ تم اجودھن سے آتے ہو شیخ کی صحبت میں سے آئے ہو وہاں کا یہی اثر ہے یہ کہہ کر دس جیتل مجھ سے لیے اور باقی معاف کر دیے۔

اس کے بعد میں اس شخص کے پاس گیا جس سے کتاب عاریتاً لایا تھا اور وہ گم ہو گئی تھی اس سے کہا کہ اے خواجہ میں نے فلاں کتاب تم سے مستعار لی تھی وہ میرے پاس سے کھوئی گئی اب میں اس نسخہ کی تلاش میں ہوں بعد دستیابی ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی نقل

کرا کے آپ کر دوں گا۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے بھی کہا کہ جس جگہ سے تم آئے ہو وہاں کا یہی ثمرہ ہے یہ کہہ کر وہ کتاب بخش دی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ گناہ کرتے وقت گناہ کرنے والے کا منہ بجانب معصیت ہوتا ہے اور پیٹھ بجانب حق ہوتی ہے اور جب توبہ کرتا ہے۔ منہ بطرف حق تعالیٰ اور پیٹھ بجانب معصیت کرتا ہے اب لازم ہے کہ ہمیشہ منہ اللہ تعالیٰ کی جانب کیے رہے۔

اس وقت حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ صدق دل سے تائب کو ذوق عبادت حاصل ہوتا ہے اور یہی نشانی صدق توبہ کی ہے لیکن توبہ شکن کو ذوق طاعت حاصل نہیں ہوتا کہ وہ معصیت کی جانب پھر الٹا پھر جاتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو نفقہ کرنے کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین و امام المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اپنے رفیقوں میں ایک روپیہ خرچ کرنا دس روپیہ خیرات کرنے سے افضل ہے اور دس روپیہ کا خرچ کرنا فقیروں کو سو روپیہ دینے سے افضل ہے اور اپنے دوستوں میں دو سو روپیہ خرچ کرنے سے ایک بردہ آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۷ ہر ماہ شعبان ۷۱۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو معاملہ حق کے بارے میں ہو رہی تھی کہ نیک اور بد کون کون ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے عہد میں اگر کسی شخص کی نسبت کہا جائے کہ وہ بد نہیں ہے۔ بس اسی قدر وہ نیک بھی ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو جو کسی کے عیب کا متلاشی نہ ہو اور کسی کو برا نہ کہے اس کو نیک کہنا چاہیے بد نہ کہنا چاہیئے۔ اسی وقت یہ دو مصرعے زبان مبارک سے ارشاد فرماتے ہے

گر با مبی عیب نہ جوئی نیکی

ور بد باشی و بد نگوئی نیکی

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک شخص بد ہو اور وہ خلق خدا کو برا کہے اس کی بدی کا کیا ٹھکانا ہے یہ فرما کر مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ لشکر میں رہتے ہو میں نے ایجاب کیا آپ نے فرمایا کہ شہر میں اب راحت نہیں رہی اور پہلے بھی کچھ آرام نہ تھا۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ قبل ازیں میرے دل میں تھا کہ شہر سے چلا جاؤں ان ہی ایام میں ایک روز حوض قتلغخاں پر بیٹھا ہوا نکات علم قراءت یاد کر رہا تھا مجھے ایک درویش کا مجھ پر اد کھائی دیا میں ان کے پاس گیا اور سلام کے بعد دریافت کیا کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ میں نے دوبارہ پوچھا کہ آپ اپنی مرضی سے اس جگہ رہتے ہیں اس نے کہا نہیں۔

اور یہ حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ میں اس خندق پر جو دروازۂ کمال کے باہر ہے ایک مرد عزیز سے ملاقی ہوا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم کو سلامتی ایمان مطلوب ہے اس بستی سے چلے جاؤ میں نے اسی وقت اس شہر سے چلے جانے کی نیت کی لیکن کئی موانعات پیش آئے اس معاملہ کو پچیس برس ہو گئے کہ عزیمت مصمم ہے مگر جانا نہیں ہوتا ہے۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات اس درویش کی زبان سے سن کر میں نے بھی ارادہ کیا کہ اس شہر سے چلا جاؤں کبھی دل چاہتا تھا کہ پٹیالی جاؤں ان ایام میں تحرک (مراد امیر خسرو رہ سے ہے) وہیں تھے اور کبھی خیال آتا تھا کہ موضع بسنالہ میں جا رہا ہوں۔

الغرض میں بسنالہ کو گیا اور تین روز وہاں ایک دوست کے گھر مقیم رہا کیونکہ سکونت کے لیے مکان بکرایہ خواہ بطریق رہن و بیع نہ ملا تھا بعد تین روز کے وہاں سے لوٹ آیا لیکن دل کو بدستور دلی سے چلے جانے کا خیال تھا اسی پریشان خاطری میں حوض رانی کو گیا رانی

کے حوض کے پاس ایک باغ حسرت نامی تھا میں نے وہاں جاکر اللہ تعالیٰ سے مناجات
کہ الٰہی میرا دل اس شہر سے جانے کے واسطے چاہتا ہے اور میں بے اختیار خود کہیں نہیں
جا سکتا ہوں جہاں تیری مرضی ہو مجھے جانے کے واسطے حکم فرما اسی وقت آواز غیاث
پور کی آئی میں نے کبھی غیاث پور کا نام نہ سنا تھا نہ دیکھا تھا اور کہ راہ و رسم میں یہ جانتا تھا کہ
غیاث پور کدھر ہے خیر میں یہ آواز سن کر ایک دوست کے گھر کو گیا جن کو نقیب نیشاپوری
کہتے تھے اندر سے آواز آئی کہ وہ غیاث پور گئے ہیں میں یہ سنتے ہی خوش ہوا کہ بارے
غیاث پور کا نشان تو ملا۔ الغرض اس روز سے غیاث پور میں ہوں جس وقت میں یہاں
آیا تھا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جب نوبت سلطنت دہلی کیقباد کو پہنچی اس نے کیلوکھڑی
آباد کی پھر غیاث پور میں بھی خلق کا انبوہ ہوا۔ امراء و ملوک کیلوکھڑی میں ساکن ہوئے میرے
پاس بھی آنے لگے۔ میرا دل غیاث پور میں رہنے سے تنگ ہونے لگا اور اپنے دل میں یہاں
سے بھی چلے جانے کا عزم کیا کہ ان کی فاتحہ سوم کے بعد چلا جاؤں گا۔ اسی روز بعد نماز
عصر ایک جوان صاحب حسن جمال لیکن بنہایت نحیف و ضعیف الجثہ میرے پاس آیا واللہ
اعلم وہ مردان غیب میں تھا یا کوئی اور تھا۔ اور آتے ہی اول انہوں نے یہ
شعر پڑھا۔ بیت

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی — کانگشت نمائے عالمے خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بربود — در گوشہ نشست نمیدارد سود

یہ فرما کر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کے اس کلام کو
کسی جگہ لکھ بھی لیا ہے۔

القصہ بعد پڑھنے ان اشعار کے یہ بات کہی کہ مرد کو لازم ہے کہ اول مشہور نہ ہو
اور جب مشہور ہو گیا مستور ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ کل بروز حشر مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے شرمندہ ہونا ہوگا۔

اور اسی وقت یہ بھی کہا کہ یہ کس قدر پست ہمتی ہے کہ خلق سے گوشہ پکڑ کر حق سے
مشغول ہوں عالی ہمتی چاہیئے کہ خلق میں بھی رہیں اور خدا سے بھی مشغول ہوں۔

بعد اتمام اس کلام کے خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ میں نے ان کے سامنے کھانا رکھا
مگر انہوں نے نہ کھایا میں نے اسی وقت ارادہ کیا کہ میں اب کہیں نہیں جاؤں گا یہیں
رہوں گا میرے اس نیت کے ہوتے ہی انہوں نے کھانے میں ہاتھ ڈالا تھوڑا سا کھانا
کھایا اور چلے گئے اس دن سے آج تک پھر میں نے ان کو نہ دیکھا۔

بیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ دسویں ماہ رمضان المبارک

۷۱۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی گفتگو فضیلت سورۂ اخلاص کے بارے میں ہو رہی
تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۂ اخلاص قرآن شریف
کا تیسرا حصہ ہے اور ختم قرآن شریف کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے میں یہ حکمت
ہے کہ اگر تلاوت قرآن شریف میں کسی جگہ سقم ہو گیا ہو تو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے
سے وہ نقصان رفع ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو اس امر میں ہوئی کہ قرآن شریف ختم کرتے ہی سورۂ الحمد اور
چند آیت سورہ بقر پڑھنے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے دریافت کیا گیا من خیر الناس یعنی بہترین انسان کون شخص ہے آپ
نے ارشاد فرمایا الحال المرتحل حال منزل میں آنے والے اور مرتحل روانہ ہونے
والے کو کہتے ہیں یہ اشارہ اس امر کا ہے کہ قرآن شریف ختم کرنے والا منزل کو پہنچنے والا
ہے اور جب پھر شروع کرتا ہے روانہ ہوتا ہے پس بہترین مرداں وہ شخص ہے جو
قرآن شریف ختم کرتے ہی شروع کرے صفت الحال المرتحل اس کے لائق ہے۔

اس کے بعد گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ بعض اشخاص نماز جنازہ بصورت
عدم موجودگی جنازہ یعنی غائبانہ پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں آپ نے فرمایا
درست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبش کی نماز جنازہ غائبانہ

پڑھی تھی اور امام شافعی کے نزدیک بھی روا ہے۔ اور میت کے کسی عضو کی بھی نماز ہو سکتی ہے مگر وہ نماز جنازہ ہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت درباره شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمائی کہ آپ کی شیخ الاسلام دہلی نجم الدین صغریٰ سے ناچاقی ہو گئی تھی شیخ الاسلام نے مع ایک مخبر کو ایسا برانگیختہ کیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی چھوڑنا پڑا اور بدایوں چلے گئے۔ الغرض ایک روز بدایوں میں سوتھ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے یکایک اُٹھ کھڑے ہوئے وضو کیا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ آؤ شیخ الاسلام دہلی کے جنازے کی نماز پڑھیں اس وقت ان کا انتقال ہوا ہے بعد ادائے نماز فرمایا کہ شیخ نجم الدین صغرا نے مجھے دہلی سے نکالا تھا میرے مرشد نے اسے اس جہاں سے نکال دیا۔

اس کے بعد گفتگو متحیران بحر شہود کے بارے میں ہوئی کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اس قدر مشغول ہیں کہ ان کو کسی امر کی مطلق خبر نہیں۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ میں نے ایک جگہ سات آٹھ متحیر دیکھے تھے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی بجانب آسمان نگراں تھیں شب و روز عالم تحیر میں کھڑے ہوئے تھے لیکن وقت نماز ان کو ہوش آتا تھا نماز ادا فرماتے اور پھر عالم تحیر میں چلے جاتے۔

یہ سن کر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ بے شک انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں اگرچہ شب و روز متحیر رہتے ہیں مگر وقت نماز ان کو ہوش آ جاتا ہے نماز ان سے فوت نہیں ہوتی۔

اسی امر کے متعلق یہ حکایت حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اودہی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ ان کو بھی وقت نقل چار روز تحیر رہا تھا اور اس کا قصہ اس طرح ہے کہ خانقاہ شیخ علی سنجری میں سماع ہوا تھا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے قوالوں نے یہ غزل

سہ

منزل عشقت مکانے دیگر است
مرد ایں رہ را نشان دیگر است

شروع کی جب اس شعر پر پہنچے سہ

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

آپ کو رقت ہوئی وہاں سے جب مکان کو تشریف لائے متحیر و بیہوش تھے اور اسی بیت کے گانے کے واسطے فرماتے تھے۔ قوال آپ کے ساتھ ساتھ آئے تھے وہ یہی بیت گاتے تھے تحیر آپ کا ہر لحظہ افزوں ہوتا جاتا تھا۔ لیکن وقت نماز ہوش میں آتے تھے اور بعد ادائے صلوٰۃ پھر مدہوش ہو جاتے تھے۔ چار شبانہ روز اسی حالت میں رہے پانچویں شب انتقال فرمایا۔ شیخ بدر الدین غزنوی فرماتے تھے کہ میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب آپ کے انتقال کا وقت آیا وعدہ متصل ہوا مجھے غنودگی آ گئی تھی اسی حالت میں خواب دیکھا کہ شیخ قطب الدین اپنے مقام سے آسمان کو جا رہے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اے بدر الدین دیکھا اولیاء اللہ کی موت نہیں ہوتی وہ اس طرح ایک مقام سے دوسرے مقام کو چلے جاتے ہیں۔ یہ خواب دیکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الاسلام کا انتقال ہو گیا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

اکیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۵ ماہ شوال ۶۱۵ھ ہجری

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو رغبت خلق بخدمت مشائخ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے پیشتر میں شہر میں تھا جمعہ کے روز برائے ادائے نماز جمعہ جب مکان سے باہر نکلتا راستہ میں خلق میری مزاحم ہوتی اور اسی طرح مسجد سے واپسی کے بعد سخت دقت پیش آتی ایک روز مسجد سے نکل کر آدمیوں سے چھپتا ہوا ہوا ایک کوچہ کی راہ سے اپنے مسکن کو آتا تھا۔ گلی میں ایک شخص مجھ سے ملا بعد تکبیر

ہونے کے کہنے لگا کہ آپ لوگوں کی عقیدت سے تنگ آتے ہیں۔ میں نے اس امر کو قبول کیا یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ میرا خسر شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کا مرید تھا جس وقت شیخ الاسلام دہلی میں رہتے تھے اور نماز جمعہ کے واسطے جاتے تھے ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہتا تھا۔ اگرچہ شیخ الاسلام وقت سے بہت پیشتر جاتے تھے لیکن پھر بھی راستہ میں لوگ اس کثرت سے اظہار عبودیت کرتے تھے کہ آپ تنگ ہو جاتے۔

ایک روز میرے خسر نے آپ سے معانقہ کیا اور آثار تنگی آپ کے چہرہ سے ہویدا دیکھ کر کہا کہ یہ نعمت خدا ہے اس سے تنگ نہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ بروقت عزیمت سلطان ناصرالدین بجانب ملتان دار یخ اجودھن راستہ میں آئی۔ حضرت شیخ شیوخ العالم ان دنوں میں اجودھن چلے آئے تھے۔ جملہ لشکر نے آپ کی زیارت کرنی چاہی شیخ اس انبوہ کثیر سے حیران ہو گئے اور اپنے مریدوں سے ارشاد فرمایا کہ میرے گرد حلقہ کر لو۔ چنانچہ حلقہ قوی کیا گیا اس وقت ایک فراش سلطانی آیا اور حلقہ کو چیرتا ہوا آپ کے قدموں میں جا پڑا اور پیر چوم لیے شیخ الاسلام کو اس کی یہ حرکت بغایت دشوار معلوم ہوئی اس نے آپ کا چہرہ متغیر دیکھ کر کہا کہ اے فریدالدین کیوں تنگ ہوتے ہو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو کہ تم کو اس لائق کیا ہے۔ اس کی زبان سے یہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری رونے لگے اور اس فراش سے بہت معذرت کی۔

اس کے بعد آپ ایک جگہ کھڑے ہو گئے کہ خلق کو پاس آنے میں دقت نہ پڑے دور سے سلام کر لیں اور آستین مبارک ہاتھ سے نکال کر نیچے لٹکا دی تھی۔ اہل لشکر جوق جوق آتے تھے سلام کر کے آستین مبارک کو بوسہ دیتے اور چلے جاتے آخرالامر صبح سے وقت نماز مغرب آ گیا اور پیراہن آپ کا پارہ پارہ ہو گیا لیکن انبوہ خلایق کم نہ ہو۔

اس کے بعد گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ خلق کے ساتھ نرم دل رہنا اور خلق

کے ساتھ خلق سے پیش آنا چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی شان میں لفظ اسف فرمایا ہے۔ اور اسف کے معنی سریع البکا ہیں۔

اور اسی وقت خلق خوش و تواضع کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ عمرو عاص ایام جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال معلوم کر کے بدرگاہ جناب باری التجا کی کہ الٰہی میں شاعر نہیں ہوں جو بدرجہ اشعار اس کی ہجو کروں تو میری طرف سے اس کا بدلہ دے۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عاص کو جتنا ہجو بالفاظ مکاری حیلہ گری دی کہ وہ عوام میں مکار و حیلہ گر مشہور ہو گئے۔ اگرچہ بعدہٗ ایمان لے آئے مگر یہ واقعہ ان کے لیے قیامت تک یاد رہے گا۔ اللھم ارزقنا حسن الخلق ولسان الصدق آمین۔

بائیسویں مجلس

روز دو شنبہ تاریخ ۲۷ر ماہ ذیقعدہ [illegible]

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی اس روز ایک شخص کسی امیر کا معذرت نامہ لے کر آیا تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے کسی شخص کی سفارش کی تھی اور اس نے تعمیل ارشاد عالی میں توقف روا رکھا تھا۔ الغرض آنے والے شخص نے عریضہ پیش کیا اور زبانی معذرت کی آپ نے ازراہ کرم معاف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مجھ کو تنگی پیدا ہوئی تھی اور معاملہ بھی اسی لائق تھا لیکن میں معاف کرتا ہوں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہوتا ہے اور ارادت لاتا ہے اس کو تحکیم کہتے ہیں یعنی پیر کو اپنا حاکم قرار دیتا ہے۔ پس اگر پیر کچھ حکم دے اور مرید اسے نہ بجا لائے یہ تحکیم نہ ہوگی۔ اس وقت میں نے عرض کیا کہ اگر پیر اپنے مرید کی خطا معاف فرمائے لیکن حضرت عزت اس امر کو روا نہ رکھے گا اور کیونکر معاف فرمائیگا

کو خلاف احکام عمل کیا ہے اور سخت بے ادبی کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عفو پیر ہمیشہ باذن حق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی معاف فرما دیتا ہے یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ مرید کو پیر کا ہر ایک حکم بجالانا چاہیئے۔

اس کے بعد تذکرہ اس امر کا ہوا کہ اگر پیر کوئی امر نا مشروع مرید کو ارشاد کرے وہ بھی بجالانا چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اول فرائض شیخی میں یہ امر ہے کہ پیر واقف جملہ شریعت و احکام طریقت و حقیقت ہو جبکہ وہ خود عالم ہوگا کس طرح نا مشروع حکم دے گا یا وہ حکم مسئلہ مختلف فیہ کا ہوگا۔ یعنی ارشاد نزدیک بعض ائمہ مجتہدین جائز ہوگا۔ اور بعضوں کے نزدیک نا جائز ہوگا ایسے مسئلہ میں جو فرمان مرشد ہو اس کو بجالانا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص سے کوئی بات کہے یا سفارش کرے اور وہ شخص اس کو قبول نہ کرے یا اس کے بجالانے میں تامل کرے اس امر کو وقت کے نہ ہونے یا اس شخص کے نہ سمجھنے پر عمل کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ اجودھن میں ایک عامل تھا جسے والی اجودھن بہت تکلیف دیتا تھا اس عامل نے حضرت خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا اور سفارش چاہی آپ نے کسی شخص کی معرفت والی اجودھن سے عامل کی سفارش کی لیکن والی اجودھن نے مطلق خیال نہ کیا۔ عامل نے دوبارہ حاضر ہو کر التماس کیا آپ نے ارشاد کیا کہ میں نے سفارش کی تھی شاید موقع نہ ہو یا کسی دوسرے شخص کی اس سے پہلے بھی سفارش ہو چکی ہو اور تم کو اس کا حال معلوم ہوا ہو اسی روز والی اجودھن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر تقصیر و تساہل بہت کیا آپ نے معاف فرمایا اور والی عامل کو آرام و نفع پہنچانے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

اس کے بعد عفو جرائم کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نواسا محمد نام عرف ممن کسی گاؤں میں رہتا تھا چند آدمیوں نے خدمت حضرت شیخ الاسلام میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ ممن مذکور نے شراب پینا شروع کیا ہے

القصہ جس وقت ممن آپ کی زیارت کو آئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان سے دریافت کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم شراب پیتے ہو وہ سنتے ہی چونک اٹھے اور کہنے لگے حاشا وکلا میں اس تہمت سے بالکل بری ہوں۔ کسی نے آپ کی جناب میں یہ غلط بیان کیا ہے شیخ الاسلام یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ مجھے شاید غلط کہا ہوگا۔ الغرض آپ ممن سے بہت خوش ہو کر ملے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

اس کے بعد فرمانبرداری احکام پیر کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خانقاہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ میں ایک بڑھیا ہر روز صبح بلاناغہ جھاڑو دیتی تھی آپ نے اس کی یہ خدمت دیکھ کر پوچھا کہ تیرا کیا مقصود ہے جو تجھ کو دیا جائے بڑھیا نے کہا مجھے ایک آرزو ہے جب وقت آئے گا عرض کروں گی۔

القصہ وہ ہمیشہ خدمت خانقاہ کیا کرتی تھی ایک نوجوان نہایت حسین آپ کی خدمت میں آکر مرید ہوا۔ بڑھیا جوان کو دیکھتے ہی عاشق ہوئی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ نے میری مراد پوری کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس نوجوان کو حکم دیجئے کہ مجھ سے نکاح کرے شیخ متامل ہوئے اور سوچا کہ یہ بڑھیا نہایت بدصورت کریہہ المنظر ہے اور وہ نوجوان صاحب جمال ہے یہ جوڑ درست نہیں۔ آپ تین شبانہ روز اسی فکر میں رہے۔ بڑھیا اصرار کرتی تھی قصہ مختصر آپ نے بعد تین روز کے جوان کو بلایا اور ارشاد کیا کہ اس بڑھیا سے نکاح کر لو اس نے آپ کا حکم سنتے ہی قبول کیا بڑھیا نے عرض کی کہ میری تمنا ہے کہ جس طرح نوجوان باکرہ لڑکیوں کا بیاہ ہوتا ہے اسی طرح میرا بھی کیا جائے یہ جوان جلوہ بھی کرے اور مجھے زمین سے اٹھا کر خود ڈولی میں بٹھائے اور آپ مجھ کو جہیز بھی دیں۔ شیخ نے سب باتیں قبول کیں اور رسم سے دوگنا جہیز دیا جوان نے خود ڈولی میں بٹھایا اس وقت بڑھیا نے عرض کی کہ آپ اس سے فرما دیں کہ جس طرح اس نے مجھے زمین سے اٹھا کر ڈولی میں بٹھایا ہے اسی طرح چارپائی سے خاک میں ڈالے یعنی مجھے دفنا دے اور بعد مردن قبر میں رکھے آپ نے اس نوجوان سے فرمایا اس نے برغبت تمام آپ کے جملہ ارشادات قبول کیے۔

یہ فرماکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حکایت دربارہ بجا آوری فرمان پیر تھی۔ مریدوں کو اس دوران کا ساتابع فرمان پیر رہنا چاہیئے۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و کمالات کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تقریباً بارہ برس کا ہوں گا۔ کتب لغت پڑھتا تھا ان ایام میں ایک شخص جس کا نام ابوبکر قوال تھا میرے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے سفر کا حال بیان کرنے لگا کہ میں ملتان سے آیا ہوں اور شیخ بہاؤالدین ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں راگ گایا تھا اور وہ قول گاتے تھے ؎

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی   فلا طبیب لھا ولا راق

اور دو مصرعہ شاید یہ بھی گاتے تھے جو اس طرح یاد ہیں ؎

عل صبح و کل اشراق   وجھک عینی بدمع مشتاق

اور دو مصرعے اور بھی تھے وہ مجھے یاد نہیں آتے ہیں نے (خواجہ ذکر اللہ بالخیر اپنی ذات سے مراد لیتے ہیں) اس کو یاد دلاتے کہ آگے کا یہ شعر ہے ؎

الا الحبیب الذی شغفت بہ   فانہ رقیتی و تریاقی

ترجمہ اس کا یہ ہے نظم

از مار عشق گزیدہ دارم جگرے   کو رانہ کند ہیچ فسونے اثرے

جز دوست کہ بر شیفتہ عشق ورم   افسوں علاج من چہ داند دگرے

اس کے بعد ابوبکر قوال نے مناقب حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا بیان کیے کہ وہاں خانقاہ کے رہنے والے بڑے مجاہدے اور ریاضات کرتے ہیں حتیٰ کہ آٹا گوندھنے والی لونڈیاں بھی ذکر و فکر سے خالی نہیں اسی طرح کی بہت سی باتیں کہیں مگر میرے دل پر ان کا اثر نہ ہوا۔

اس کے بعد ابوبکر مذکور نے کہا کہ میں ملتان سے روانہ ہو کر اجودھن آیا وہاں ایک درویش کامل شیخ فریدالدین کو دیکھا کہ دنیا ان کی نگاہ میں موافق پشک شتر بھی نہ تھی عجب شان اور عجب احوال رکھتے ہیں مجھے نام حضرت کا سنتے ہی ایک خاص محبت سی

ہو گئی۔ چنانچہ بعد ہر نماز کے جب تک دس بار یا شیخ فریدالدین اور یا مولانا فریدالدین ذکر لیتا مجھے کل نہ پڑتی تھی اور یہ محبت اس درجہ بڑھی کہ یہ راز طشت از بام ہو گیا کہ مجھے جب میرے احباب سوگند دلانا چاہتے تھے کہ سوگند شیخ فریدالدین کی کھاؤ۔

القصہ بعد چند روز کے میرا ارادہ دہلی جانے کا ہوا۔ اس سفر میں ایک بڈھا شخص عوض نام میرے ساتھ تھا راستہ میں جس جگہ درندہ جانوروں یا ڈاکوؤں کا خوف ہوتا وہ کہتا کہ "اے پیر حاضر باش" "اے پیر دستگیر پناہ تو ایم" میں نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے پیر کا کیا نام ہے اس نے جواب دیا کہ میرے مرشد کا نام شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز ہے۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر فرماتے تھے کہ یہ امر سمند ناز پر اک اور تازیانہ ہوا کہ عشق حضرت کا دو چند ہو گیا اور اسی سفر میں ایک اور شخص مولانا حسین نامی ہمراہ تھے وہ بھی نہایت نیک و صالح تھے۔

الغرض دہلی پہنچے اور حسن اتفاق سے شیخ نجیب الدین متوکل کے مکان کے پاس ٹھہرے اور وہاں حضرت شیخ الاسلام کے حالات اور زیادہ معلوم ہوئے۔ مقصود اس حکایت سے یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے ایسے ہی اسباب کھڑے کر دیتا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز کی ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو سماع میں بہت ذوق حاصل ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے سماع سننا چاہا۔ قوال موجود نہ تھے۔ آپ نے مولانا بدرالدین اسحاق سے فرمایا کہ خیر وہ مکتوب ہی نکالو جسے قاضی حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے ناگور سے بھیجا ہے مولانا بدرالدین اسحاق تشریف لے گئے۔ اور وہ تھیلہ جس میں خطوط رکھے جاتے تھے نکال لائے اگرچہ اس خط کو آئے بہت عرصہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد اور بہت سے عرائض وصول ہوئی تھیں اور وہ سب اسی تھیلی میں ڈالی گئی تھیں۔ لیکن حضرت شیخ الاسلام کی کرامت سے سب سے پہلے وہی قاضی صاحب والا خط ہاتھ میں آیا مولانا بدرالدین اسحاق خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے کھڑے ہو کر پڑھنے کے واسطے

ارشاد فرمایا مولانا نے تعمیل حکم کی اس خط میں لکھا تھا کہ فقیر و حقیر ضعیف و نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشاں است از سر تا قدم خاک قدم ایشاں" حضرت شیخ الاسلام کو یہ سنتے ہی ایک حال ہوا اور ذوق تمام میسر ہوا۔ اس خط میں یہ رباعی بھی تحریر تھی۔ رباعی

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد — واں روح کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال — آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک خط میں کسی قدر نظم تعریف حضرت شیخ الاسلام میں تحریر کی تھی۔ بہت سے اشعار تھے لیکن مجھے دو چار یاد رہ گئے اور وہ یہ ہیں سہ

فریدیں ہست یا معتبر — کہ یادش در کرامت مند کاق
در نیا خاطرم گر جمع بودی — بدرش کردمے شکر فشانے

اس کے بعد یہ حکایت ملاقات حضرت خواجہ قطب الدین و جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے جس وقت حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز کا مہمان ہونا چاہا آپ کو کہلا بھیجا۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے منظور فرمایا اور اپنے مکان سے باہر استقبال کو نکلے اور کوچہ میں شیخ جلال الدین تبریزی سے ملاقی ہوئے اور ایک مرتبہ مسجد ملک اعز الدین بختیار میں یہ دونوں بزرگ ملاقی ہوئے تھے۔

تیئیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ ذوالحجہ [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی یہ روز مخلہ ایام تشریق تھا۔ بندگی مخدوم عالم و عالمیان کی اور زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے دوبارہ نماز عید فرمایا کہ کل کے روز بارش بکثرت تھی اور اولے بھی پڑے تھے بہت سی خلق نماز سے رہ گئی میں بھی

عید گاہ نہ جا سکا۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ فی الواقع بکثرت بارش و ژالہ باری کی وجہ سے بندہ بھی عیدگاہ نہ جا سکا اور سننے میں آیا ہے کہ عیدگاہ میں متعدد آدمی تھے۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ جہاں میں نے نماز پڑھی وہاں بھی پانی نے نہ چھوڑا ایک رکعت با آسانی تمام ہوئی۔ دوسری رکعت میں تھا کہ پانی برسنا شروع ہوا۔ امام نے نماز مختصر کر کے تمام کی اور خطیب نے بغیر خطبہ صرف دعا مانگی اور خلق بھیگتی ہوئی اپنے گھر گئی۔

میں نے سوال کیا کہ اگر کسی وجہ سے روز اول نماز عید نہ پڑھ سکے تو دوسرے روز ادا کرنے میں حرج کچھ ہے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا بالکل نہیں بلکہ اس عید کی نماز تین روز تک ہو سکتی ہے اور عید فطر کی نماز صرف دوسرے روز ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قبل از نماز کل میرے دل میں خیال آیا تھا کہ اگر کافی تعداد دوستوں کی جمع ہو تو دوسرے روز نماز ادا کی جائے لیکن خلق کثرت سے آگئی تھی اس لیے اسی وقت پڑھی گئی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ نماز استخارہ ہر روز اس روز کی خیریت کے واسطے اور ہر ماہ اس مہینہ کی خیریت سے گزر جانے کی جہت سے ہر سال وہ سال امن سے گزرنے کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نماز استخارہ سالانہ روز عید الفطر یا عید الضحےٰ میں پڑھنا چاہیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں کوئی تخصیص نہیں جس عید کو میسر ہو سکے پڑھ لے واللہ اعلم بالصواب۔

چوبیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۶ ماہ محرم الحرام [illegible] ہجری

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ بندہ اس روز اپنے ساتھ ایک چھوٹے لڑکے کو جس کی اسی روز بسم اللہ ہونے والی تھی لے گیا تھا۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ اس کو مکتب قرآن خوانی میں بٹھانا چاہتا ہوں اس لیے اول آپ کی خدمت

میں لایا ہوں کہ برکت نظر آن مخدوم اور نفس مبارک سے اللہ تعالیٰ اس کو قرآن شریف اور علم رحمت فرمائے آپ نے از راہ شفقت اپنے پاس اس چھوٹے لڑکے کو بلایا اور دعائے خیر کی اور اس کے بعد ایک سفید کاغذ پر اپنے قلم مبارک سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رب یسر ولا تعسر اور حروف ا ب ت ث ج لکھے اور خود اپنی زبان مبارک سے تلقین فرمائے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک گروہ کو زنجیروں سے کھینچتے ہوئے بہشت بریں میں لے جائیں گے اور اس گروہ کے بارے میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ فرقہ اطفال کا ہوگا کہ ان کو بجبر معلم کے پاس لے جاتے ہیں اگرچہ یہ امر لڑکوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے مگر ان کے ساتھ زبردستی کی جاتی ہے۔ اور وہ مسجد میں بتدریج حروف پہچاننے لگتے اور بعدہٗ ایک عرصہ کے بعد ان کو معانی الفاظ پر عبور ہو جاتا ہے اور پھر مغز معانی کو پانے لگتے ہیں اور اسی طرح ان کا علم زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ یہ گروہ غلاموں کا ہوگا کہ ان کو دار حرب سے بزنجیر کشاں کشاں اسلام میں لاتے ہیں۔ اس کے بعد آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ کل بروز قیامت آمنا و صدقنا طائفہ محبان کو بہشت بریں میں جانے کا حکم ہوگا وہ عذر کریں گے کہ ہم نے تیری بہشت کی آرزو اور دوزخ کے خوف سے عبادت نہیں کی ہے صرف تیری محبت کی وجہ سے تیری عبادت کی ہے ہم کو دوزخ یا بہشت سے علاقہ نہیں دوبارہ حکم ہوگا کہ بہشت میں جاؤ کہ وعدہ دیدار و وصال اسی جگہ مقرر کیا گیا ہے اور یہ وعدہ وہیں ایفا کیا جائے گا وہ پھر بھی نہیں جائیں گے آخر الامر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کی گردنوں میں نور کی زنجیریں ڈال کر کھینچو اور کشاں کشاں بہشت میں لے جاؤ۔

پچیسویں مجلس

روز سہ شنبہ سیوم ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر

سنہ ۶۱۶ ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو قناعت اور دنیا کے طالب ہونے کے بارے

میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا حافظ الدین بہت بڑے درویش و عارف گزرے ہیں۔ کتاب کافی اور شافی آپ کی تصنیفات سے مشہور ہیں انہوں نے کتاب شافی میں تحریر فرمایا ہے کہ کتے کو شکار کرنا سکھلاتے ہیں اور جب وہ پیہم شکار کرتا ہے اس کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ کتا بڑا شکاری ہے اور چیتے کو شکار کے واسطے پالتے ہیں۔ لیکن اس کو شکار کی رو آمد میں بٹھاتے ہیں جب شکار موقع کی زد میں آتا ہے چیتا اوچک کر اس کو پکڑ لیتا ہے۔ برخلاف اس کے کتے کو حصول شکار کے لیے بہت زیادہ دوڑنا اور سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

القصہ نتیجہ مولانا حافظ الدین نے اس حکایت کا یہ نکالا کہ بنی آدم کو چاہیئے کہ چند خصائل چیتے سے سیکھے اول رزق کے پیچھے کتے کی طرح مارا مارا نہ پھرے اگر کوئی شے اس کے سامنے بمثال چیتے کے آ جائے اس پر قبضہ کرلے اور اگر نہ آئے صبر سے بیٹھا رہے بمقدار کفاف طلب دنیا کرے زیادہ کی ہوس نہ بڑھائے اور ایک نصیحت کتے سے حاصل کرے جب کتا کاہلی کرنے لگتا ہے دوسرے کتے کو لاتے ہیں اور اس شکاری کتے کے سامنے اس کو مارتے ہیں کہ شکاری کتا کانپ اٹھے اور جان لے کہ یہ کاہلی کی سزا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی چاہیئے کہ دوسرے شخص کے حال سے متنبہ ہو کر اپنا فکر کرے۔ اور گناہ سے تائب ہو۔

چھبیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۳ ماہ ربیع الاول سنہ ۶۱۶ھ

کو دولت دست بوسی حاصل ہوئی اس روز جماعت خانہ میں ایک مدعی عقیدہ کو جو بہ نیت ضرر رسانی چھری لے کر آیا تھا۔ پکڑا تھا اور خدمتگار چاہتے تھے کہ اس نامعقول کو کسی جگہ تنہائی میں لے جا کر خوب زدوکوب کریں۔ خدمت حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر کو یہ معلوم ہوا آپ نے اپنے روبرو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس خیال بیہودہ سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد واثق کرے کہ آئندہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچانے کا

اس نے یہ عہد کیا آپ نے اس کو خلاص فرمایا اور خرچ بھی عطا فرمایا۔

جس وقت بندہ حاضر ہوا آپ نے یہ قصہ بیان فرمایا۔ اور اسی خیال کے موافق یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز نماز صبح کے بعد حسبِ معمول سر زمین پر رکھے ہوئے مشغول بیادِ الٰہی تھے یہ موسم سرما تھا نہایت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میں نے سردی کا خیال کر کے ایک پوستین لا کر حضرت کے جسم اطہر پر ڈال دیا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں سوائے میرے اور دوسرا خادم موجود نہ تھا۔ اس وقت ایک شخص آیا اور بلند آواز سے سلام کیا کہ شیخ کی مشغولی میں فرق آیا لیکن آپ اسی طرح سر زمین پر رکھے ہوئے تھے اس آنے والے شخص نے پوچھا کہ اس جگہ اور کون کون ہیں۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ میں نے کہا صرف میں ہی خادم موجود ہوں۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ شخص ترک ہے اوسط قد زرد رنگ میں نے اس شخص کو دیکھا آپ کے فرمانے کے موافق تھا میں نے یہ حال شیخ الاسلام سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اس کی کمر میں زنجیر ہے میں نے دیکھا تو فی الواقع اس کی کمر میں زنجیر ہے پھر دوبارہ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس کے کانوں میں کوئی چیز ہے میں نے دیکھ کر عرض کیا کہ اس کے کانوں میں مرکیاں ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام بغیر دیکھے اس کا لباس ہیئت وغیرہ بیان فرماتے اور میں دیکھ کر تصدیق کرتا تھا اور اس آنے والا کا رنگ رو متغیر ہوتا جاتا تھا آخر الامر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ چلا جائے۔ ورنہ فضیحت ہوگا اور راز اس کا فاش ہو جائے گا۔ میں نے منہ پھیر کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص خود بخود چلا گیا ہے۔

اس کے بعد اس مجلس میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ غزنین میں شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے خواجہ اجل شیرازی کے مرید مولینا حسام الدین نامی رہتے تھے ایک روز وہ مع ایک اور شخص کے خدمتِ خواجہ اجل شیرازی میں حاضر تھے دفعتاً خواجہ اجل شیرازی نے آسمان کو دیکھا اور پھر ان دونوں شخصوں پر نگاہ ڈالی اور پھر آسمان کی جانب نگاہ کی اور ان دونوں شخصوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک

شخص کو دولت شہادت میسر ہوگی۔

بعد برخاستگی مجلس مولانا حسام الدین اس شخص سے کہنے لگے کہ دیکھئے یہ سعادت تمہارے نصیب میں ہے یا میرے حصہ میں ہے الغرض ایک عرصہ کے بعد مولانا حسام الدین نے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کہا اور یہ طریقہ ان کا معمول تھا کہ آپ جمعہ کو وعظ فرماتے تھے۔

قصہ مختصر اس روز بھی وعظ فرما کر منبر سے نیچے اترے خلق خدا نے دست بوسی اور پابوسی شروع کی ان ہی آدمیوں میں سے ایک شخص نے آپ کے سینے میں بغل گیر ہوتے ہوئے خنجر مارا زخم کاری لگا لوگ چارپائی میں ڈال کر مکان مسکونہ میں لائے۔ اس وقت تھوڑی ہی جان باقی تھی۔ آپ نے اس دوست کو جو آپ کے ساتھ تھا استماع اس بشارت کے وقت مجلس خواجہ اجل شیرازی رح میں حاضر تھا کہلا بھیجا کہ یہ خلعت شہادت مجھے مرحمت ہوا۔

ستائیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۹ ماہ صفر المظفر سنہ ۶۵۵ھ کو

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو برکت قرآن اور اس کے حفظ کرنے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بدایوں میں ایک شخص بنہایت صاحب صلاحیت و صاحب کرامت رہتے تھے۔ ان کو قرآن شریف ساتوں قراءت کے ساتھ یاد تھا نام ان کا شادی مقری تھا ایک کرامت ان کی مشہور تھی کہ جو شخص ان کے پاس ایک تختی بھی پڑھ لیتا تھا اللہ تعالیٰ تمام قرآن شریف اس کو مرحمت فرماتا تھا۔ میں نے بھی شادی مقری سے ایک سیپارہ پڑھا تھا۔ یہ شادی مقری خواجگی مقری کے شاگرد تھے اور خواجگی مقری لاہور میں رہتے تھے بڑے بزرگ تھے۔ القصہ کسی وقت ایک شخص لاہور سے بدایوں میں آیا۔ شادی مقری نے اس سے اپنے استاد کی خیریت پوچھی اگرچہ خواجگی مقری کا انتقال ہو گیا تھا لیکن مسئول عنہ نے کہا کہ وہ بخیریت ہیں شادی مقری

تھا لاہور کا حال دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ وہاں بارش بہت زیادہ ہوئی ہے سیکڑوں مکانوں اور جانوروں کا نقصان ہوا۔ یہ حال سنتے ہی شادی مقری رونے لگے۔ اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے استاد کا اس واقعہ سے قبل انتقال ہو گیا ہوگا اس وقت آنے والے نے کہا کہ بیشک ان کا وصال اس واقعہ سے پیشتر ہو گیا تھا۔

اٹھائیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۲۰ ماہ ربیع الآخر ۱۱۸۶ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو در بارہ طائفہ جن کا اعتقاد سست ہوتا ہے ہو رہی تھی۔ اور ان لوگوں کا تذکرہ تھا جو حج کر کے واپس آتے ہیں اور پھر کاروبار دنیا میں مشغول و مالوف ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو آپ کی بیعت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ادھر اُدھر تلاش دنیا میں پھرتے ہیں۔ جس وقت میں نے یہ عرض کیا شیخ بیرا آنلا کردہ رفیق حاضر تھا مجھے اس کا کہنا یاد آیا اور میں نے اس سلسلہ سخن میں اس کو بھی عرض کیا کہ میں نے شیخ سے ایک سخن سنا ہے اور وہ میرے دل پر کارگر ہوا ہے۔ کہ حج کرنے وہ شخص جاوے جو کسی کا مرید نہ ہو۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور یہ مصرعہ زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا۔ مصرعہ

آں رو بسوئے کعبہ و ایں رو بسوئے دوست

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بعد انتقال فرما جانے حضرت شیخ فرید الدین رح کے مجھ کو اشتیاق ادائے حج بہت زیادہ ہوا میں نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اجودھن سے واپس آکر حج کو جاؤں گا۔ الغرض اجودھن حضرت شیخ الاسلام کے مزار کی زیارت کو گیا وہاں میرا مقصود مجھے مع شے زائد حاصل ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ پھر بہ نیت خانہ کعبہ کی زیارت کی ہوئی تھی اس مرتبہ بھی میں اجودھن روضہ مبارک حضرت شیخ الاسلام کی زیارت کو گیا اور عرض

مذکور مجھے حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

انتیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ ذوالحجہ ۱۱۸۶ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک کچا کنواں دیکھا ڈول رسی کنوئیں پر موجود تھی۔ آپ نے ڈول پانی میں ڈالا اور کئی ڈول کھینچے۔

اس کے بعد ابو بکر صدیق تشریف لائے اور وہ تین ڈول کھینچے زیادہ بسبب پیری کا و ضعف نہ کھینچ سکے۔

بعد ان کے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور دس بارہ ڈول کھینچے آپ کے زمانہ میں ڈول بہت بڑھ گیا کہ اس میں پانی بہت زیادہ آتا تھا۔ الغرض حضرت عمرؓ نے بہت زیادہ پانی کھینچا کہ اس سے ایک قطعہ زمین سیراب ہوا۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ غرض کنوئیں سے خواہ اسے پختہ بنائیں خواہ خام رکھیں پانی ہے یعنی ہر کام میں مقصود نتیجہ ہوتا ہے۔

اس وقت کسی شخص نے آپ کے مرید شیخ محمد گوالیری کا سلام عرض کیا حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے بعد جواب سلام ارشاد فرمایا کہ ہاں میں ان سے واقف ہوں نیک اور صالح شخص ہیں ایک مرتبہ مجھ سے دوبارہ تجرد و تاہل سوال کیا تھا جس کے جواب میں کہا گیا کہ عزیمت تجرید ہے اور رخصت تاہل کے واسطے ہے یعنی اگر کوئی شخص یاد حق میں اس درجہ مصروف ہو کہ اس کو اس معاملہ کا کبھی خیال بھی نہ آئے اور اس کی زبان آنکھ، ہاتھ، پیر اور دیگر اعضا بھی محفوظ رہیں اس کو مجرد رہنا مناسب ہے اور جس شخص کے دل میں وساوس شیطانی گزریں اور رجحان طبع بطرف کتخدائی ہو۔ اس کو نکاح کر لینا چاہیئے۔ الغرض اصل اس کام میں دل کا تعلق ہے جس شخص کی نیت

خالصۃً للہ ہو جاتی ہے۔ اس کے اعضا بھی موافقت کرنے لگتے ہیں۔ ورنہ معاملہ برعکس ہوتا ہے۔

اس کے بعد سلطان شمس الدین التمش کی تاریخ و سنہ وفات کا ذکر ہوا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ بیت

بسال شش صد و سی و سہ از ہجرت
نماز شاہجہاں شمس الدین عالمگیر

اس کے بعد گفتگو درباره آداب مریداں ہوئی کہ جب سفر کے واسطے اپنے مرشد کی خدمت سے رخصت ہو جائیں ان کو دوبارہ قبل از سفر حاضر نہ ہونا چاہیئے۔

اسی وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ شیخ علی نامی حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود کے مرید تھے۔ اُن کو سفر درپیش آیا خدمت حضرت شیخ الاسلام میں حاضر ہو کر رخصت طلب کی۔ آپ نے رخصت فرمایا۔ شیخ علی پاک پٹن سے روانہ ہوئے۔ لیکن اتفاق سے متصل اجودھن کسی گاؤں میں قیام ہوا۔ وہ دوسرے روز وہاں سے پھر زیارت شیخ الاسلام کے واسطے آئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کیسے آنا ہوا۔ کل ہی سفر کو گئے تھے انہوں نے جواب دیا کہ میرے ہمراہیوں نے فلاں موضع میں جو یہاں سے بہت قریب ہے قیام کیا تھا۔ میرے دل نے نہ چاہا کہ اتنا قریب ہو کر آپ کی زیارت سے مشرف نہ ہوں۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان کے اس حسن عقیدت و محبت کی آفرین کی الغرض وہ پھر رخصت ہوئے اور دوسرے روز اتفاق سے اسی گاؤں میں رہ کر پھر حاضر ہوئے تیسرے روز پھر یہی واقعہ ہوا۔ اس روز شیخ الاسلام نے کسی خادم کو فرمایا کہ دو روٹیاں لا کر ان کو دو۔ قصہ مختصر خادم نے دو روٹیاں لا کر شیخ علی کو دیں۔ آپ نے ان کو بار چہارم رخصت کیا اور اس رخصت کے بعد پھر کبھی حضوری خانقاہ شیخ الاسلام ان کو نصیب نہیں ہوئی۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ دوسری حکایت شیخ علی کی بیان فرمائی کہ شیخ علی بڑے بزرگ اور بابرکت تھے اکثر گڑگڑا کر دعا مانگتے کہ الٰہی مجھے ایسی جگہ وفات

آئے جہاں میرا تیرے سوا کوئی واقف حال نہ ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اپنے مکان جالیوں کو جاتے تھے۔ راستہ میں بیمار ہو گئے۔ قصبہ بھیلانہ میں زحمت ان کی صعب تر ہو گئی وہ اسی طرح رواں تھے کہ کسی غیر معروف جگہ انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت جو آپ نے شیخ علی کی زبانی سنی تھی بیان فرمائی کہ شیخ علی فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ ملک کرمان کی سیر کر رہا تھا کرمان میں ایک قاضی تھا اس نے مجلس سماع مرتب کی تھی اور کرمان کے ائمہ و مشائخ جمع کیے تھے اس مجلس کا حال سن کر ایک خستہ حال مگر صاحب کمال درویش بھی بے بلائے مجلس میں داخل ہوا۔ سماع شروع ہونے پر اس درویش کو جنبش ہوئی رقص کرنا چاہا یہ امر قاضی صاحب کو برا معلوم ہوا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اول کسی صاحب صدر یا معروف بزرگ اہل شہر کو وجد ہو انہوں نے زور سے چلا کر کہا کہ اے بے ادب درویش بیٹھ جا درویش اپنی جگہ بیٹھ گئے اور قاضی کے منع کر دینے سے اُن کی حاضرین مجلس میں نہایت سبکی ہوئی تھوڑی دیر بعد قاضی جی کو حالت ہوئی۔ درویش نے زور سے قاضی کو بیٹھ جاؤ کہا۔ یہ کلام ان کا ایسا با اثر تھا کہ قاضی صاحب مخوف ہو کر بیٹھ گئے۔

القصہ بعد اختتام مجلس ہر شخص اپنی اپنی جائے رہائش کو چلا گیا یہ صاحب کمال بھی چلے گئے۔ مگر قاضی صاحب بدستور اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے ہر چند اٹھنا چاہتے تھے مگر ہلنا دشوار تھا۔ سات سال تک اس جگہ بیٹھے رہے۔ بعد سات سال کے یہ درویش پھر آئے۔ قاضی صاحب کو دیکھا کہ زار زار ہو گئے اور بصورت تختہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سامنے آکر قاضی سے کہا اٹھیے۔ قاضی نے اغماض کیا۔ الغرض دوسری اور تیسری بار بھی اُٹھنے کے واسطے کہا مگر قاضی نہ اٹھا بالآخر مجبور ہو کر کہا کہ خیر یہیں بیٹھو اور اسی حالت میں مرو یہ فرما کر باہر چلے گئے اور ناپید ہو گئے۔ آپ کے جانے کے بعد قاضی نے اٹھنا چاہا مگر ہل بھی نہ سکا لاچار تلاش میں آدمی دوڑے مگر ان کا نشان تک نہ ملا اور قاضی اسی حال میں فوت ہوا۔

تیسویں مجلس

روز چہارشنبہ تاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاول
سنہ ۷۱۶ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے از راہ کرم بندہ سے دریافت فرمایا کہ نماز جمعہ کہاں پڑھا کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ مسجد جامع کیلو کھڑی میں پڑھتا ہوں حضور کی خدمت میں اس وجہ سے کہ اس روز عموماً عام ہوتا ہے مزاحمت نہیں کرتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا کرتے ہو۔ بلکہ میں نے کہہ رکھا ہے۔ کہ خاص احباب جو میرے قریب خانہ پر تشریف لاتے ہیں ان کو انبوہ کثیر میں مزاحم ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا برہان الدین نسفی بڑے بزرگ اور صاحب جمال تھے جب کوئی شخص ان کا شاگرد ہونا چاہتا۔ آپ اس سے تین شرطیں فرماتے۔ اگر وہ قبول کرتا آپ اس کو زمرہ شاگرداں میں داخل فرماتے ورنہ نہیں اور وہ تین شرطیں یہ ہیں۔ اوّل۔ اس امر کا اقرار لیتے کہ ایک وقت کھانا ہوگا مگر اس وقت کہ جو کھانا مرغوب طبع ہو کھاؤ دوسرے ناغہ نہ کرو روزانہ پڑھو اگر ایک روز بھی ناغہ ہوگا آئندہ سبق نہ دیا جائے گا۔ تیسرے جب راستہ میں مجھے ملو میری تعظیم مطلق نہ کرو صرف سلام سنت الاسلام کافی ہے۔ پیروں میں گرنے اور ہاتھ وغیرہ چومنے کی ضرورت نہیں۔

یہ حکایت ختم فرماکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے آدمی میرے پاس آتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں زمین پر سر رکھتے ہیں جو کہ یہ امر حضرت شیخ الاسلام شیخ شیوخ العالم اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہما کے سامنے بھی ہوتا تھا اور آپ اس کو روا رکھتے تھے۔ پس میں بھی کچھ نہیں کہتا اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور نہایت تعظیم سے سر زمین پر رکھتا ہے۔ اس میں

اس کو مزید حاصل ہوتا ہے کہ نفس پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ مخدوم کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف اور عزت دی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال بلند ہے اور حق بجا آوری احسانات و شکرگزاری ادا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ کی تعظیم بھی کما حقہٗ نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ کسی روز ہمارے ایک بزرگ زادہ سے روم و شام کی سیاحت کیے ہوئے آئے تھے۔ ان کے بیٹھے ہوئے پر حمید الدین قریشی آئے اور موافق رسم تعظیم بجا لائے اور زمین ادب چومی انہوں نے برا مانا اور زور سے کہ سجدہ ہوا ایسا نہ کرنا چاہیئے اور بھی بہت برا بھلا کہا میں جواب دینا نہیں چاہتا تھا لیکن جب ان کی درشتی و برہمی مزاج حد سے گزر گئی میں نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ شیخ صاحب جو امر فرض ہوتا ہے اس کی فرضیت جاتی رہنے کے بعد اس کا استحباب باقی رہتا ہے جیسے روزہ ایام بیض اور ایام عاشورہ کہ امم متقدمہ پر فرض تھا اور عہد رسول علیہ السلام میں جب روزہ ہائے ایام ماہ رمضان فرض ہوئے فرضیت ان کی جاتی رہی صرف استحباب باقی رہ گیا اسی طرح سجدہ بھی امم ماضیہ میں مستحب تھا کہ رعیت بادشاہ کو اور شاگرد استاد کو اور امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی عہد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سجدہ کا استحباب اٹھ گیا۔ لیکن اباحت اس کی باقی ہے سجدہ اگرچہ مستحب نہیں لیکن مباح ہے اور اس کی اباحت کی نفی کہیں کسی جگہ نہیں آئی اگر تم کو معلوم ہو مجھے بتلاؤ ورنہ محض انکار سے کیا ہوتا ہے انکار محض بیکار ہے میرے یہ کہتے ہی وہ بزرگ زادہ خاموش ہو گئے مطلق جواب نہ دے سکے۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر نے بعد اتمام اس حکایت کے فرمایا کہ گو میں نے ان کو یہ جواب دیدیا لیکن میرا دل مجھے بہت پشیمان ہوا کہ میں نے بیفائدہ اس کی دل آزاری کی لیکن سوائے جوابدہی کے اور چارہ بھی نہ تھا خواہ کچھ بھی ہوتا مگر مجھے یہ نہ کہنا چاہیئے تھا۔ میں اس واقعہ میں دو امر سے پشیمان تھا ایک یہی دل آزاری دوسرے وہ مسافر تھے کو دل سے ان کی تدارک کرنی چاہیئے تھی۔ روپیہ یا کپڑا تحفہ دینا چاہیئے تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص میرے پاس آئے مجھے اس کی تعظیم کے ساتھ اس کو کچھ دینا بھی چاہیئے۔

اور اسی ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد ضعیف تھے جن کے ساتھ ایک جوان مرد جار تھا حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ میں نے آپ کو مجلس مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت قطب الدین طاب اللہ ثراہ میں دیکھا تھا آپ نے اس کو نہ پہچانا۔ لیکن جب اس نے حالات اس مجلس کے بیان کیے آپ نے شناخت فرمایا اور اس سے باتیں کرنے لگے باتوں میں اس بوڑھے کا لڑکا زور سے بولا تھا اور بے ادب وار شیخ الاسلام سے بحث شروع کی حضرت شیخ الاسلام بلند آواز سے گفتگو فرماتے تھے۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر نے فرمایا کہ میں اور حضرت شیخ الاسلام کا صاحبزادہ شیخ شہاب الدین دروازہ میں بیٹھے تھے یہ شور سن کر اندر آ گئے بوڑھے کا لڑکا اسی طرح لڑ کر بات چیت کرتا تھا شیخ شہاب الدین کو غصہ آیا انھوں نے اس لڑکے کو جو ان کے ہاتھ میں تھی ماری وہ زیادہ خشمگیں ہوا اور چاہتا تھا کہ بیہودگی سے مولینا شہاب الدین سے ہاتھا پائی کرے میں پاس ہی تھا میں نے اس جوان لڑکے کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اسی وقت شیخ کبیر نے فرمایا کہ صفا کرو۔ مولانا شہاب الدین آپ کا فرمان سنتے ہی کہیں گئے اور تھوڑا کپڑا اور چند روپے لائے اور ان دونوں کو دیے وہ خوش ہو کر چلے گئے۔

حضرت شیخ الاسلام کی رسم تھی کہ ہر شب بعد افطار مجھے اور مولانا رکن الدین کو بلاتے تھے اور کبھی مولانا شہاب الدین بھی ساتھ چلے جاتے تھے مگر میں روز حاضر ہوتا آپ مجھ سے اس روز کا ماجرائے گزشتہ دریافت فرماتے تھے۔

الغرض اس روز بھی بعد افطار مجھے اور مولانا رکن الدین کو بلایا اور حال پوچھنا شروع کیا۔ میں نے حال ایک بوڑھے کے آنے کا اور اس کے جوان لڑکے کی بحث اور تند کلامی و ادب مولانا شہاب الدین کا بیان کیا۔ شیخ کبیر اس قصہ کو سن کر ہنسنے لگے اور جب آپ نے یہ سنا کہ اس بوڑھے کے بیٹے نے شہاب الدین سے ہاتھا پائی کرنا چاہی اور میں نے

اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا کہ مولانا نظام الدین تم نے اچھا کام کیا۔

اکتیسویں مجلس

بروز چہار شنبہ تاریخ ۱۳ ماہ مبارک رجب ۷۱۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی پچھلے دنوں بندہ کے پیر کا انگوٹھا پک گیا تھا سخت درد کرتا تھا اس وجہ سے حاضر خدمت نہ ہو سکا اب حاضر ہوا اور حال اس زحمت کا عرض کیا آپ نے دریافت فرمایا۔ ناسور تھا۔ یا اور کسی قسم کا پھوڑا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ ناسور نہ تھا۔ یکا یک انگوٹھا ورم کر آیا اور پک گیا خدا جانے کیا تھا آپ نے دوبارہ ازراہ کرم دریافت فرمایا کہ تم کو کبھی ناسور نکلا ہے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ پانچ سال سے پہلے بہت ناسور نکلا کرتے تھے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ دفع دنبل کے واسطے نماز سنت وقت عصر میں سورہ بروج پڑھنا از بس مفید ہے جو کہ ناسور بھی اسی قسم سے ہے ان شاء اللہ اس کو بھی فائدہ ہو گا میں اس روز سے برابر سورۂ بروج پڑھتا ہوں پانچ سال ہو گئے ناسور نہیں نکلا۔

بعد اس کے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ چار رکعت سنت عصر میں اذا زلزلت اور اس کے پاس کی تین سورتیں پڑھنا چاہئیں میں ان سورتوں کو پڑھتا ہوں لیکن رکعت اول میں پہلے سورۂ بروج پڑھتا ہوں اور اس کے بعد اذا زلزلت الارض پڑھتا ہوں۔

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ سن کر استحسان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ سنت نماز دیگر میں دس بار سورہ والعصر بھی پڑھنا مروی ہوا ہے کہ رکعت اول میں چار مرتبہ۔ رکعت دوم میں تین مرتبہ۔ رکعت سوم میں دو مرتبہ۔ اور رکعت چہارم میں ایک مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ نماز باجماعت پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ یہاں ایک امام صالح نیک حضرت کا مرید مل گیا ہے اس کی اقتدا میں پنجوقتہ نماز باجماعت

پڑھے۔ اول۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ محلوق ہے یا نہیں میں نے عرض کیا ہاں سر منڈاتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ بال سر منڈانا بہت اچھا ہے۔ کہ غسل جنابت میں جس شخص کے سر پر بال ہوتے ہیں اس کو سخت دقت ہوتی ہے اگر ایک بال کی جڑ بھی تر ہونے سے رہ جائے غسل جنابت ادا نہیں ہوتا اور محلوق اس تکلیف سے بری ہے وہ بلا دغدغہ غسل جنابت کرتا ہے اور اس کو مطلق شبہ نہیں رہتا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ سر منڈانے میں اور بھی کئی فائدے ہیں اور ایک ضرب المثل ہے کہ تین امر خود کرنا چاہیے اور دوسروں کو نہ بتلانا چاہیئے۔ اول یہی سر منڈانا دوسرے کھانے سے پیشتر شوربا پینا۔ تیسرے پاؤں میں تیل ملنا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بات بیجا ہے کہ جس امر سے خود فائدہ اٹھائے وہ دوسرے کو نہ بتلائے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک اعرابی پیوستہ کلمات اللھم ارحمنی و محمدا ولا ترحم معنا احدا کہا کرتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا وقد تحجرت واسعا۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس امر کی شرح بیان فرمائی ملک عرب میں صحرائی آدمی جنگل میں پتھروں کے گھروندے بناتے ہیں اور اس میں رہتے ہیں اور بدانست خود جانتے ہیں کہ تمام زمین ہم نے روک لی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بذریعہ اس تمثیل کے آگاہ کیا کہ رحمت اللہ تعالیٰ کی نہایت واسع ہے ایسا دعوا ایسا کہنے سے وہی تحجر ہوتا ہے تمام عالم کے لیے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تم پر بھی رحم کرے۔

بتیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۰ ماہ مبارک رمضان [illegible]ھ

کہ دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے عائشہ مقابل آفتاب نہ بیٹھو کہ اس سے طراوت چہرہ کی جاتی رہتی ہے۔

اس کے بعد ذکر شمس دبیر کا ہوا۔ مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے شمس دبیر کو دیکھا ہے بندہ نے عرض کیا کہ ہاں بلکہ مجھ سے اور ان سے قرابت بھی ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے اور انھوں نے لوائح قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام سے ایک ساتھ پڑھی تھی۔ شمس دبیر بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ کبیر افطار کے بعد مشغول ہوتے تھے اور یہ مشغولی آپ کی بڑی دیر تک رہتی تھی کہ وقت نماز عشا ہو جاتا تھا اور وقت افطار سے وقت نماز عشا تک جس قدر مسافت ہے وہ ظاہر ہے۔ القصہ شمس دبیر اس عرصہ میں کھانا پکاتے اور دو تین دوستوں کو بلاتے اور کھانا کھلاتے کہ وقت افطار حضرت شیخ الاسلام ہوتا میں بھی کبھی کبھی مدعو ہوتا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائے حال میں وہ غریب تھے جب روزگار ان کا بن گیا ان کو یہ بات حاصل نہیں رہی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دنیا کے حاصل ہونے سے بڑی خرابی ہوتی ہے۔ محبت الٰہی کو دنیا تباہ کر دیتی ہے۔

اس کے بعد نماز تراویح کے بارے میں گفتگو ہوئی آپ نے اس نیاز مند سے دریافت فرمایا کہ تم نماز تراویح مکان میں پڑھتے ہو یا مسجد میں میں نے عرض کیا کہ میں نماز تراویح مکان میں پڑھا کرتا ہوں ایک صالح حافظ قرآن امام میسر آ گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ بروز جمعہ بوقت شب مسجد جامع میں ختم قرآن شریف تھا اس وقت ایک خاکسار نے عرض کیا کہ مولانا شرف الدین صاحب امام تراویح میں ایک روز ایک سیپارہ پڑھتے ہیں۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ہاں بہت اچھی طرح با ترتیل پڑھتے ہیں مخارج حروف خوب ادا کرتے ہیں میں نے بھی ایک شب ان کی اقتدا میں نماز

پڑھی ہے۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ قصبہ سنام میں مولانا دولت یار نامی ایک درویش تھے وہ بھی بہت اچھا پڑھتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے شیخ کبیر سے چھ سیپارے قرآن اور تین کتابیں پڑھی ہیں۔ ایک کتاب کا سامع تھا اور دو خود پڑھی تھیں اور قرآن شریف پڑھنے کے واسطے میں نے عرض کیا تھا کہ میرا ارادہ قرآن شریف پڑھنے کا ہے اور آپ سے پڑھنا چاہتا ہوں آپ نے قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بوقت فرصت پڑھ لیا کرو۔ پس میں ہر جمعہ کو بعد جمعہ درمیان عصر پڑھا کرتا تھا۔ الغرض چھ سیپارے آپ سے پڑھے جب قرآن شریف شروع کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ پڑھو۔ میں نے شروع کی جب والضالین پر پہنچا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ضاد اس طرح ادا کرو جیسا میں کرتا ہوں میں نے ہر چند چاہا کہ آپ کی تقلید کروں مگر مجھ سے نہ ہو سکا۔ حضرت شیخ الاسلام نہایت فصیح و بلیغ تھے ضاد کو ایسا ادا فرماتے تھے کہ طاقت زبان انسان سے باہر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ضاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس وجہ سے آپ کو رسول الضاد کہتے ہیں اور یہ الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمائے رسول الضاد ای ارسل علیہ الضاد۔ واللہ اعلم۔

تینتیسویں مجلس

روز پنجشنبہ بتاریخ ۱۵ ماہ مبارک رمضان [illegible]

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو نماز تراویح کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز تراویح سنت ہے اور تراویح میں ایک ختم قرآن شریف ہے۔ خواہ یہ ختم ایک شب میں کیا جائے۔ خواہ تیس رات یعنی پورے مہینے میں ادا ہو۔ بہرحال تراویح میں ایک ختم قرآن ہونا چاہئے۔

اس کے بعد دوبارہ ارشاد فرمایا کہ نماز تراویح سنت ہے اور جماعت سنت ہے اور

ایک ختم قرآن تراویح میں سنت ہے۔ عرض کیا کہ یہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا سنت صحابہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سنت صحابہ ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین شب اور کبھی ایک شب تراویح پڑھی ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمر خطاب رضؓ نے اس سنت کی مداومت فرمائی۔

اس وقت حاضرین میں سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ سنت صحابہ بھی سنت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مذہب امام اعظم رحؒ میں سنت صحابہ بھی سنت ہے لیکن امام شافعی رحؒ فرماتے ہیں کہ سنت وہی ہے جو سنت رسول علیہ السلام ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ کوفی کی ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بماہ رمضان اکسٹھ قرآن شریف ختم فرماتے۔ تیس تیس دنوں میں اور تیس راتوں میں اور ایک تراویح میں پڑھتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ امام اعظم رحؒ نے چالیس سال عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑھی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں ہو سراج اُمتی فرمایا ہے۔ آپ کے مقامات نہایت عالی ہیں۔ دانشمندوں و علماء میں کوئی اس رتبہ کو نہیں پہنچا۔ یہ آپ کے کمال علم مجاہدہ اور حسن معاملہ کا سبب ہے کہ اتنی مدت سے آپ کا نام روشن ہے اور قیامت تک رہے گا اور اس کو حیات معنوی کہتے ہیں اور یہ آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

جنید رحؒ اور شبلی رحؒ کو لوگ ان کے حالات سن کر سمجھتے ہیں کہ وہ دیوانے ہوں گے۔ یہ غلط ہے۔ ان کا نام ان کے حسن معاملہ کے سبب سے روشن ہے۔

چونتیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۹ ماہ شوال ۷۲۱ ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ آپ نے اس خاکسار سے فرمایا کہ تم میرے کلمات کو کس طرح سے لکھتے ہو عرض کیا کہ میں آپ کے ارشادات کو حسب فہم خویش تحریر کرتا ہوں اور جو الفاظ مبارک و انفاس نفیسہ یاد رہتے ہیں بعینہٖ لکھتا ہوں اور جو یاد نہیں رہتا یا مشکل ہوتا ہے بجائے اس کے خالی جگہ چھوڑ دیتا ہوں کہ مجلس آئندہ میں استفسار کرکے یا آپ سے دریافت کرکے لکھ دیا جائے۔ چنانچہ مجلس گزشتہ میں حضور نے مذکرہ فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم سورج کی طرف منہ کرکے نہ بیٹھو اس سے طراوت منہ کی جاتی رہتی ہے میں نے اس کو نہیں لکھا اس کی جگہ سادی چھوڑ دی ہے کہ تصحیح کرکے لکھوں گا۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ حدیث کسی کتاب میں لکھی ہوئی دیکھی نہیں لیکن اپنے استاد مولانا علاؤالدین اصولی سے بدایوں میں سنا تھا وہ بہت بڑے بزرگ صاحب ذوق و شوق و صاحب کمال تھے لیکن کسی کے مرید نہ ہوئے تھے صرف یہی کسر تھی ورنہ صاحب حال ہوتے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا علاؤالدین اصولی بحالت طفل لڑکوں میں کھیل رہے تھے اور مولانا جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکان کی دہلیز میں تشریف فرما تھے جب نظر مولانا کی علاؤالدین پر پڑی آپ کو بلایا اور اپنے کپڑے پہنائے۔

یہ بیان فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ کرامت اور بزرگی جو مولانا علاؤالدین اصولی کو حاصل تھی اسی جامہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کی وجہ سے حاصل تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا علاؤالدین نے ایک لونڈی خریدی تھی وہ بڑھیا تھی ایک روز رونے لگی آپ نے دریافت فرمایا۔ کہنے لگی کہ میں قوم سے امیر کیشر دالی ہوں

میرا ایک لڑکا ہے مجھے اس کی بہت یاد آتی ہے اور یہی سبب رونے کا ہے یہ سن کر آپ کا دل بھر آیا اور اس لونڈی سے کہا کہ یہاں سے کوس بھر پر ایک تالاب ہے وہاں سے کیشر کو راستہ جاتا ہے اگر میں تجھے وہاں پہنچا دوں تو تو اپنے مکان کو جا سکتی ہے یا نہیں اس نے کہا اگر آپ مجھ پر ایسا رحم فرمائیں گے میں اپنے گھر چلی جاؤں گی۔ الغرض آپ نے اس کو وہاں پہنچا دیا اور وہ اپنے گھر چلی گئی۔

یہ حکایت بیان فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا یہ بات علماء ظواہر سے صادر ہوئی تعجبات سے ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت مولانا علاؤالدین اصولی کی دانشمندی اور انصاف پسندی کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نسبت صلاحیت رکھتے تھے جب کسی سے مباحثہ فرماتے اور وہ مغلوب ہوتا اس سے فرماتے کہ یہ میری رائے تھی تم اور بھی کہیں تحقیق کر لو کہ شبہ تمہارا رفع ہو جاوے۔

اس کے بعد آپ نے اور ایک حکایت بیان فرمائی کہ مولانا علاؤالدین میرے ساتھ ایک کتاب کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اصل ان کے ہاتھ میں اور نقل میرے ہاتھ میں تھی۔ کبھی وہ پڑھتے تھے اور کبھی میں پڑھتا تھا اور باہم مقابلہ کرتے جاتے تھے۔ الغرض ایک مصرعہ ناموزوں معلوم ہوا اور معنی بھی اس کے درست نہ تھے۔ بہت غور اس کے صحیح کرنے کے واسطے کیا گیا مگر وہ حل نہ ہوا۔

اسی وقت ایک شخص مولانا ملک یار پرانی آ گئے مولانا علاؤالدین نے ان سے مشکل بیان کی انہوں نے فوراً اس مصرعہ کو درست کیا کہ معانی بھی اس کے سمجھ میں آ گئے اسی وقت مولانا علاؤالدین نے مجھ سے کہا کہ مولانا ملک یار صاحب ذوق ہیں اور یہ مصرعہ انہوں نے سر ذوق سے کہا ہے میں نے ذوق کے معنی اسی روز سمجھے ورنہ اس سے پیشتر میں ذوق کو ذوق حسی سمجھتا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا ملک یار محض امی تھے بالکل پڑھے لکھے نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو علم باطنی کرامت فرما رکھا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا ملک یار جامع مسجد بدایوں کے امام مقرر کیے گئے لوگوں نے ان کی بابت تکرار کی کہ وہ اس لائق نہیں ہیں جس وقت یہ خبر مولانا علاؤ الدین اصولی کو پہنچی آپ نے مجمع عام میں فرمایا کہ اگر امامت مسجد بغداد و مکہ معظمہ مولانا ملک یار کے سپرد کی جائے وہ بھی ان کی اہلیت کے مقابلہ میں کم ہے واللہ اعلم بالصواب۔

پینتیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۲۰ ماہ شوال ۶۱۴ھ ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو صدقہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ مروت اور وقایہ ہے۔ صدقہ یہ ہے کہ کسی محتاج شخص کو کوئی چیز دی جائے اور مروت ایک دوست کا دوسرے دوست کو ہدیۃً اور تحفۃً کوئی شے دینا ہے کہ وہ بھی اس کے مبادلہ میں کوئی چیز دے۔ اور وقایہ بدزبان کی زبان بد سے بچنے اور مفسد کے فسادات سے پناہ میں رہنے کے واسطے اس کو کوئی چیز دینے کو کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین باتیں فرمائی ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلوب کے لیے اول مال بھی ہدیہ دیا ہے لیکن بعد تقویت اسلام آپ نے یہ رسم بند کر دی تھی ان دنوں شہرت لشکر کشی کی ہو رہی تھی بندہ نے عرض کیا کہ مصحف کو لشکر میں اپنے ساتھ لے جانے کے واسطے کیا حکم ہے کیونکہ اس کی حفاظت وہاں بنہایت دشوار ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ لے جانا چاہیئے۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ ابتدائے اسلام میں بعہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن شریف کو لشکر میں اس خیال سے کہ مبادا شکست ہو جائے۔ اور یہ کلام پاک کفار کے ہاتھ میں جا پڑے نہیں لے جاتے تھے مگر جب اسلام نے قوت پکڑی اور لشکر کا انبوہ ہوا برابر لے جانے لگے بندہ نے عرض کیا کہ خیمہ میں مصحف کو کس جگہ رکھنا چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سرہانے کی جانب رکھنا اولیٰ ہے۔

اس کے بعد حکایت سلطان محمود غزنوی کے بارے میں فرمائی کہ بعد وفات آں

کو خواب میں دیکھا گیا۔ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا انھوں نے جواب دیا کہ مجھے بخش دیا اور سبب میری بخشش کا یہ ہوا کہ ایک شب مجھے ایک مکان میں رہنے کا اتفاق ہوا وہاں طاق میں قرآن شریف رکھے ہوئے تھا جس وقت نیند کا غلبہ ہوا میرے دل نے چاہا کہ لیٹ جاؤں لیکن طاق میں قرآن شریف رکھا ہونے سے میں نے یہ امر خلافِ ادب جانا اور یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ اپنے آرام کے واسطے تبدیل جائے مصحف کروں الغرض اس شب تمام رات بیٹھا رہا۔ اور جاگ کر صبح کی۔ اللہ تعالیٰ نے ادب کی وجہ سے مجھے بخش دیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ اکثر مجھے اور بہت سے آدمیوں کو لشکر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کسی جگہ واقعہ ہو جائے اسی جگہ دفن کیے جائیں اور اس کی وصیت خدمت گزاروں کو بھی کر دیتے ہیں۔ کیونکہ مردہ کو دور دراز فاصلہ سے شہر میں لانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جائے موت پر دفن کیا جانا بہت اچھی بات ہے لیکن یہ امر بالکل نامستحسن ہے کہ جسم زمین کو امانت سپرد کریں۔ اور پھر لاش اٹھا کر لے جائیں کیونکہ جملہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔ ملک دیگر میں ایسا کرنا چاہیئے۔ لیکن کل زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص شہر سے لشکر کے ساتھ جائے۔ اور کسی جگہ مارا جائے اور وہاں دفن ہو پس جس قدر زمین اس کے گھر کے درمیان ہو گی اللہ تعالیٰ اس کو بہشت بریں میں اسی قدر آراضی مرحمت فرمائے گا۔

اس کے بعد گفتگو امراء صالح اور ملوک خوش اعتقاد کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ زادہ صاحب صلاحیت بزرگ اور صاحب کشف تھا ایک روز باغ میں تخت پر مع اپنے حرم کے بیٹھا تھا۔ ناگاہ منہ آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر اپنی بیوی کو دیکھا اور پھر تخت پر نگاہ ڈالی اور اس کے بعد رو پڑا۔ اس کی بیوی یہ حال دیکھ کر حیران ہو گئی اور دریافت حال بالحاح کیا بادشاہ زادہ نے تامل کیا لیکن جب اس

کا اصرار و الحاح حد سے زیادہ بڑھ گیا اُس نے بیان کیا کہ اس وقت جو میں نے نگاہ آسمان کی جانب کی نگاہ میری لوح محفوظ پر جا پڑی اس میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عمر میری تمام ہو گئی اس تخت کا مالک حبشی غلام ہو گا اور تو اس کے نکاح میں چلی جائے گی۔ یہ سن کر حرم نے کہا کہ آپ کا رونا بے فائدہ ہے یہ امر آپ کے اختیار میں نہیں ہیں۔ اس میں فکر کرنا بیجا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے وہی ہو گا۔

الغرض بادشاہزادے نے اسی وقت حبشی غلام کو بلایا اور خزانہ میں سے خلعت نکلوا کر دیا اور اپنا ولی عہد مقرر کر کے امراء سے نذریں دلوائیں اور ایک فوج کا امیر مقرر کر کے مع دیگر امراء کے کسی مہم پر بھیج دیا غلام نے جا کر وہ مہم سر کر لی اور اس ملک پر قبضہ کر کے فتح و فیروزی دارالسلطنت میں آ گیا۔ اس کے آنے کے دوسرے دن بادشاہزادے کا انتقال ہوا چونکہ بادشاہ نے اس غلام کو ولیعہد کر دیا تھا اور اس نے بھی لشکر کے ساتھ اچھا معاملہ اور بہت دلجوئی کی تھی۔ لوگوں نے اس کو بادشاہ مقرر کیا اور وہ عورت بھی اس کے نکاح میں آ گئی۔

اس کے بعد حکایت حکماء کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ فاریابی نام ایک حکیم تھا ایک روز وہ خلیفہ کی مجلس میں ترک بچہ کا سا لباس پہنے ہوئے ہاتھ میں چنگ لیے ہوئے آیا اور بیان کیا کہ اس کے بجانے میں تین وصف ہیں۔ ایک اس کے بجانے سے ہنسی بہت آتی ہے۔ دوسرے رونا بہت آتا ہے۔ تیسرے منوم ہے۔ حاضرین دربار یہ کلام سن کر حیران ہوئے کہ تین چیزوں کا ایک باجے میں جمع ہونا مشکل ہے۔ حکیم نے فرمائش کی اس نے اول مرتبہ اس طرح چنگ بجایا کہ جملہ حاضرین قہقہہ مار کر ہنسنے لگے اور دوسری مرتبہ اس طرح بجایا کہ ہر ایک زار زار روتا تھا۔ اور تیسری مرتبہ اس طرح بجایا کہ سب سو گئے اور حکیم یہ تحریر کر کے چلا گیا فاراب تھا حاضر تھا و غائب جب اہل مجلس ہوش میں آئے اور یہ تحریر دیکھی اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حکیم ظہیر فاریابی تھے۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حکیم ظہیر فاریابی عقیدہ اچھا نہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ کے پاس گئے اور ان کو بھی بد عقیدہ کرنا چاہا اور بیان کیا کہ حرکت فلک ارادی

ہے اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت کا نہیں ہے۔ ہمارے مذہب میں حرکت فلک قسری ہے۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح ان کے معاصر تھے جس وقت شیخ کو معلوم ہوا کہ حکیم بادشاہ کو دین سے پھیرنے گیا ہے۔ آپ بھی تشریف لے گئے اور یہ حال ان اوراق میں پہلے بھی تحریر ہو چکا ہے۔ الغرض شیخ نے بیان کیا کہ حرکت فلک قسری ہے اور ایک فرشتہ اس کو حرکت دیتا ہے اور آپ نے وہ فرشتہ بحکم خدا بادشاہ اور حکیم کو دکھلایا۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان فرما رہے تھے کہ اس وقت ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج شب کو میرے مکان میں لڑکا پیدا ہوا ہے آپ نام رکھ دیں۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام عمر رکھو اور لقب شہاب الدین۔ چونکہ میں اس وقت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا ذکر کر رہا تھا لیکن اس نام کو کبھی ساتھ تصغیر و تحقیر کے نہ لینا۔ اور اسی وقت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے دو لڑکے تھے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا احمد تھا۔ شیخ نجیب الدین اگر ان پر خفا ہوتے فرماتے کہ اے خواجہ محمد تم نے ایسا کیا۔ اور اے خواجہ احمد یہ کام تمہارے لائق نہ تھا گو آپ کو کیسا ہی سخت غصہ ہوتا لیکن ہر حال میں آپ نام کا ادب ملحوظ رکھتے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار آدمیوں کے نام تبدیل فرمائے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا نام عاصی بیان کیا آپ نے اس کا نام مطیع رکھا اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے اس کا نام پوچھا اس نے مضطجع بتلایا اور مضطجع کے معنی زمین پر پہلو رکھنے والے کے۔ آپ نے اس کا نام بدل کر منبعث رکھ دیا۔ جس کے معنی زمین سے اٹھنے والے کے ہیں اور اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے اس کا نام پوچھا جس نے اپنا نام شعب الضالۃ بتلایا آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نام شعب الہدیٰ رکھ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نام جمل عیلی اونٹ رکھ دیا تھا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ یہ شخص توانا تھا آپ سفر میں تھے لوگ آ کر اپنا اسباب

اس شخص کے سپرد اٹھا کر لے چلنے کے واسطے کر گئے تھے اور وہ قبول کرتا تھا تا آنکہ ایک انبار ہو گیا آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کر قبول ہے۔

اس کے بعد حکایت بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضہ کی پیدائش کا حال سن کر حضرت علی رضہ کے مکان کو مبارک باد دینے تشریف لے گئے اور حضرت علی رضہ سے مولود کا نام پوچھا انھوں نے جواب دیا کہ اس کا نام حرب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نام خوب نہیں اس مولود کا نام حسن رضہ ہے۔

اسی طرح بوقت ولادت امام حسین رضہ بھی آپ مبارکباد دینے کے لیے گئے تھے۔ اور حضرت علی رضہ سے مولود کا نام پوچھا فرمایا کہ اس کا نام حرب ہے آپ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام حسین ہے۔

اس کے بعد حکایت اس بارے میں ہوئی کہ بہت سے آدمی مرید ہوتے ہیں۔ لیکن مرید ہو کر چلے جانے کے بعد غیبت مرشد میں ان کا حال تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ زادہ کا فرمودہ ہے کہ اکثر شخص میرے پاس آتے ہیں۔ جب تک میں سامنے رہتا ہوں وہ مراسم عبودیت بجا لاتے ہیں اور میرے غائب ہوتے ہی اپنے اصلی حال پر رجوع کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ کا فرمودہ ہے کہ اگر مجھے اس امر میں مخیر کیا جائے کہ تم اپنی جان اپنے مکان میں نکلواؤ گے یہاں تم کو دولت ایمان ملے گی۔ اور فلاں جگہ دروازے کے باہر نکلوانے میں شہادت نصیب ہوگی۔ میں مکان میں جان نکلوانا قبول کروں گا کیونکہ مجھے امید نہیں کہ اس جگہ تک پہنچتے پہنچتے میرے اعتقاد کا کیا حال ہو اور میں کس اعتقاد سے مروں۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے زمانہ قدیم میں بھی یہی حال تھا چنانچہ مروی ہے کہ بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزارہا مسلمان مرتد ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ اگر زکوٰۃ معاف فرمائیں ہر آئینہ ہم مذہب اسلام میں رہیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصحاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور ان سے اس امر میں مشورہ کیا بعض کی رائے ہوئی کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ آپ یہ سنتے ہی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ حق خدا ہے اگر بمقدار عقال شتر کسی کے ذمہ ہو گا لیا جائے گا۔ ورنہ اس تیغ سے اس کی لڑائی و فیصلہ کیا جائے گا۔ جب یہ خبر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوئی آپ نے نہایت استحسان فرمایا اور ارشاد کیا کہ انھوں نے بہت اچھا حکم دیا اس وقت زکوٰۃ کا معاملہ تھا دوسرے خلیفہ سے نماز کے معاف کرانے کے واسطے کہتے اور یہ دین اسلام یونہی معافی میں جاتا رہتا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنجشکر باوجود حسن رہ اکثر فرماتے تھے کہ میرے مرید بہت صاحب اعتقاد ہیں تاہم بعد کسی قدر عرصہ کے ان کے مزاج میں بہت فرق آگیا ہے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ میرے پاس سے دور چلے گئے ہیں اور دیر تک مزاج ان کا درست رہا ہے مگر پھر کسی قدر منحرف ہو گیا ہے ایک مرتبہ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ یہ شخص ایک عرصہ سے میری بیعت میں داخل ہے لیکن اپنے پہلے مزاج پر قائم ہے اور ذرہ کے برابر بھی اس کی عبودیت و حسن اعتقاد میں فرق نہیں آیا ہے۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان فرماتے ہوئے رو پڑے اور اسی حالت گریہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے آج تک شیخ الاسلام کی محبت باقی ہے بلکہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

چھتیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۰ ماہ ذیقعد [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حکایت حضرت خواجہ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ کی ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رہ ان کو شاہی پوشش ضمیر کہتے تھے۔ جس روز ان کو خرقہ دیا کسی شخص کی معرفت حضرت خواجہ محمود موزہ دوز

کو کلاہ بھیجا کہ میں نے تاج خواجہ شاہی کو خرقہ دیا ہے آپ کی رائے میں یہ امر پسندیدہ ہوا ہے یا نہیں۔ خواجہ محمود نے جواباً کلاہ بھیجا کہ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا بہت درست فرمایا۔

اس کے بعد خواجہ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی خواجہ ابوبکر موئے تاب کی حکایت ہوئی۔ مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے فرمایا کہ خواجہ ابوبکر موئے تاب بڑے بزرگ تھے جس شب انتقال فرمائیں گے قبل از وفات اٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور جان جاں آفرین کے سپرد کی۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ارے اولیاء اللہ کما تعیشون و کما تموتون۔

اس کے بعد ذکر احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ احمد نہروانی بہت بڑے بزرگ تھے۔ خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کی عبادت کو کم پسند کرتے تھے۔ لیکن شیخ احمد کی نسبت فرماتے تھے کہ اگر دس صوفیوں کی عبادت ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے میں تنہا شیخ احمد کی عبادت رکھی جائے شیخ احمد والا پلڑا بھاری ہوگا اور ارشاد فرمایا کہ شیخ احمد کی عادت تھی کہ آپ جب مسجد کو جاتے یا راہ چلتے ایک دائرہ آپ کے گرد ہوتا تھا۔ ایک بزرگ علی شوریدہ نامی آپ کو اس امر سے بہت منع کرتے تھے کہ تم اس قدر جم غفیر اپنے ہمراہ نہ رکھا کرو۔ ایک روز شیخ احمد مسجد جا رہے تھے راستہ میں دیکھا کہ علی شوریدہ کو لوگوں نے پکڑ لیا ہے اور لات گھونسے مار رہے ہیں۔ آپ نے پہنچتے ہی چھڑا لیا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے علی میں اپنے ساتھ اس وجہ سے جمعیت سے آدمی رکھتا ہوں کہ تمہارے موافق کہیں لات گھونسے نہ کھاؤں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر سے کسی نے دریافت کیا کہ شیخ احمد نہروانی کس کے مرید تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایسا لکھا گیا ہے کہ آپ نے نعمت فقیر بادصوف سے پائی تھی اور فقیر بادصوف جامع مسجد اجمیر کے امام تھے۔ شیخ احمد نہروانی کا گلا بہت اچھا تھا اور

ہندی کلام اچھا گاتے تھے کہ لوگ عش عش کرتے تھے۔ فقیر بادصوف نے آپ کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنی آواز کو اس طرح ضائع نہ کرو۔ قرآن شریف یاد کر لو آپ نے قرآن شریف یاد کرنا شروع کیا۔ اہلیت رکھتے تھے چند روز میں حافظ کلام ربانی ہو گئے۔

یہ حکایت تمام فرما کر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ شیخ احمد نہروانی واقعہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے عہد میں موجود تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ عزیز بشیر نامی تھے اور وہ بدایوں سے دہلی حضرت مولانا ناصح الدین پسر قاضی حمید الدین ناگوری کی خدمت میں اس غرض سے آئے تھے کہ خرقہ خلافت حاصل کریں اور اس غرض کے حصول کے لیے حوض سلطان کے کنارے ایک مجلس مرتب کی تھی۔ اس مجلس میں بہت سے اصفیاء دہلی بھی حاضر ہوئے تھے۔

اس وقت اسی مجمع میں عزیز بشیر نے ذکر کیا کہ بدایوں کا حوض ساقر اس حوض شمسی سے بدرجہا بڑا ہے۔ محمد کبیر اس مجلس میں حاضر تھے انھوں نے یہ کلام سنتے ہی کھڑے ہو کر مولانا ناصح الدین سے کہا کہ یہ مرد فضول گو ہے اس کو خرقہ دینا مناسب نہیں مولانا ناصح الدین نے ان کی رائے مان لی اور عزیز بشیر کو خرقہ خلافت نہ دیا۔

اسی وقت حکایت خواجہ شاہی موئے تاب کی ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بدایوں میں ان کو رونق حاصل ہو گئی۔ چھوٹے بڑے پیر و جوان حاضر ہو کر آپ کے قدم چومتے تھے اور جس طرف آپ کا گزر ہوتا ایک جم غفیر زیارت کرنے والوں کا ہوا۔ حضرت خواجہ شاہی موئے تاب سیاہ رنگ۔ بدایوں میں ایک اور بزرگ محمود نجاشی نامی رہتے تھے۔ کسی وقت غلبات شوق میں خواجہ شاہی موئے تاب کو دیکھ کر یہ کلمات ان کی زبان سے نکل گئے کہ اے سیہ گر مایہ نیک گرم کردہ سوختہ خواہی شد۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ کلمات بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہوا کہ ان کا انتقال جوانی میں ہو گیا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں عزیز نامی کوتوال شہر حضرت خواجہ

ضیاء الدین کے مرید تھے آدمی صالح تھے اور درویشوں سے نیک عقیدت رکھتے تھے کبھی کبھی دعوت بھی کرتے تھے اور صوفیوں کے مکان پر جاتے اور دیر تک اُن سے مکالمہ کرتے افسوس کہ عالم جوانی میں بجوار بدایوں شہید ہوئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں بطرف کھمراؤ جہاں باغہائے درختاں انبہ بکثرت ہیں گیا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عزیز کوتوال شہر معہ چند دوستوں کے دستر خوان بچھائے ہوئے اور اس پر اطعمہ لذیذہ رکھے ہوئے بیٹھے ہیں مجھے دیکھتے ہی پکارنے لگے کہ یہاں آئیے۔ میں ڈرا کہ مبادا ایذا پہنچائیں اور ڈرتے ڈرتے ان کے پاس گیا آپ نے میری بہت تعظیم کی اور ساتھ کھانا کھلایا اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

اس وقت مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے عرض کیا کہ یہ حدیث من لیس له شیخ فشیخه شیطان درست ہے۔

حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث نہیں ہے۔ قول مشائخ ہے اور یہی آپ نے من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا کی نسبت ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک درویش تھے اگر کسی شخص کی نسبت آپ معلوم فرماتے کہ وہ کسی کا مرید نہیں ہے۔ ارشاد فرماتے کہ وہ کسی کے پلہ میں بیٹھا ہے میں نے عرض کیا کہ اس کے معنی و زبان نہ رکھنے کے ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہو جاتا ہے اس کے اعمال کو اس کے مرشد کے پلے میں رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں کے پلے میں یہ حاجت پلہ میں نہ بیٹھنا بے مرشد ہونے سے مراد ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ نے کرامت کے اظہار نہ کرنے کے بارے میں غلو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو اس کی خواہش بھی نہ کرنی چاہیئے۔

اور اسی وقت یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ خواجہ ابوالحسن نوری ایک روز دجلہ کے کنارے گئے وہاں ماہی گیر کو دریا میں مچھلی پکڑتے دیکھا آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تم دریا میں جال ڈالو اگر میں صاحب کرامت ہوں گا جال میں پورے ڈھائی من کی آئے گی۔ الغرض اس

ماہی گیر نے جال ڈال کر کھینچا بڑی مچھلی پھنسی تھی۔ جب وزن کیا پوری ڈھائی من کی نکلی جس وقت یہ خبر خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی آپ نے ارشاد فرمایا کاش اس جال میں سانپ پھنستا اور ابوالحسن کو ڈستا کہ ان کا خاتمہ اچھا ہو جاتا۔ اب نہ معلوم ان کا خاتمہ کس حال میں ہو گا۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش تھے جب کوئی درد شکم کا مریض آپ کے پاس آتا آپ اس کو شکنبہ کھانے کو کہتے اور درد سر والے کو سری بریاں کھانے کو ارشاد فرماتے۔ الغرض جو زبان سے فرما دیتے اس کے کہنے سے درد اچھا ہو جاتا۔ علی شوریدہ نے ان کو منع کیا کہ ایسا نہ کیجئے ورنہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائیں گے۔ عاقبت الامر ایسا ہی ہوا وہ ایک بلا میں مبتلا ہوئے۔ اور علی شوریدہ سے استمداد دعا چاہی۔ لیکن انھوں نے دعائے خیر نہ کی اور وہ درویش اسی حال میں مر گئے۔

سینتیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ ذوالحجہ ۷۱۳ھ ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ یہ دن منجملہ ایام تشریق تھا۔ خلق جوق در جوق زیارت کے واسطے آئی تھی اور شیرینی و طعام وغیرہ نذر گزرانتی تھی آپ نے اس وقت بر سبیل مطائبہ فرمایا کہ ایک درویش سے پوچھا گیا کہ تم کو کلام اللہ میں کونسی آیت زیادہ پسند ہے انھوں نے کہا کہ

یہ فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چار کلمے ہیں اکل و اکلا و اکلہ و اکلہ ہے۔ اس کے بعد بیان ان چار کلموں کا فرمایا کہ اکل مصدر ہے اور اکل کے معنی ہیں۔ جو کھائیں اور اکلہ بلبار سیاترۃ و احدۃ کھانے کی معنے رکھتا ہے اور اکلہ کے معنے ایک لقمہ کے ہیں اس وقت ایک شخص حاضر ہوا جس کے ہمراہ ایک چھوٹا سا لڑکا تھا اور عرض کیا کہ آج اس کی بسم اللہ ہے یہ تختی حاضر ہے۔ آپ اس کو پڑھنا شروع کرائیں کہ آپ کے نفس کی برکت سے علم اس کو نصیب ہو۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس سے تختی لے کر اپنے قلم مبارک سے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اب ت ث ج لکھا اور اس لڑکے کو تلقین فرمایا اور اسی وقت یہ فائدہ بیان فرمایا کہ اگر کسی حاجت کے بر آنے کے لیے کوئی اسم وغیرہ لکھیں۔ اگر وہ نوشتہ جلد لکھا جائے۔ بر آئندہ وہ کام جلد پورا ہو گا۔ اور اگر قلم میں روانی نہ ہو اور دشواری سے چلے بر آئند اس کام میں تاخیر در نگی پیدا ہو گی۔

یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ تجربے عقل کے ہیں شرع کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ اور ان کا بیان کرنا روا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ بیان کرتے تھے کہ میرا گزر ملک گجرات میں ہوا وہاں ایک ویرانہ سے میرا سابقہ ہوا دیوانہ واصل الی اللہ اور صاحب کشف تھا میں اور وہ دونوں ساتھ رہتے تھے۔ ایک روز میں حوض معروف کو گیا اس حوض پر پہرا متعین تھا۔ کہ کسی کو وہاں جانے اور پانی میں پیر ڈالنے نہ دیتے تھے میری اس حوض کے سے ملاقات ہو گئی تھی۔ انہوں نے مجھے جانے دیا۔ قصہ مختصر میں بسر حوض وضو کر رہا تھا۔ کہ ایک عورت مع سبو چہ گلی آئی اور مجھ سے پانی بھر دینے کے واسطے کہا میں نے پانی بھر دیا اس طرح اور دو چار خورد سال عورتیں آئیں اور میں نے ان کے سبو چہ ہائے گلی بھر دیے اور بعد از فراغت وضو اپنے حجرہ کو گیا دیوانہ اس وقت سو رہا تھا میں نے تکبیر نماز زور سے کہی کہ دیوانہ کی آنکھ کھل گئی اور مجھ سے کہنے لگے کہ کیا شور و شغب مچا رکھا ہے۔ اصل کام وہی تھا جو تو نے بر سر حوض کیا اور پانی بھر بھر دیا۔

اڑتیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۳ ماہ شعبان ۱۱۳۲ھ ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ اس مرتبہ بندہ آٹھ مہینے کے بعد حاضر ہوا تھا اور وجہ یہ تھی کہ خادم ہمراہ لشکر دیگر طرف چلا گیا تھا وہاں سے آتے ہی حاضر ہوا آپ نے شفقت و مرحمت بے اندازہ فرمائی اور سفر کی تکالیف کا تذکرہ فرماتے رہے مع میرا آزاد

کردہ غلام بھی میرے ساتھ تھا مگر کسی قدر بیمار تھا میں نے عرض کی کہ اس کے بیمار ہو جانے سے گو ندر دیر ہوئی۔ آپ نے غلام کی بیماری کا حال پوچھا میں نے مفصل عرض کیا اور یہی تعویق کا سبب بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا جو شخص اپنا دوست اور ہم سفر ہوا اور اس کو سفر میں زحمت ہو جائے لازم ہے کہ اس کی رفاقت کرے اور اس کے ساتھ رہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ بہت مسافرت کرتے تھے کسی شہر میں چالیس روز کامل نہ رہتے تھے ان کی تمام عمر اسی طرح صرف ہوئی ایک جوان نے ان کی صحبت میں رہنے کی خواہش کی آپ نے فرمایا کہ میں خانہ بدوش ہوں چالیس روز کامل کسی جگہ نہیں ٹھہرتا۔ تمہارا اور میرا ساتھ کس طرح نبھ سکتا ہے۔ اس جوان نے کہا کہ جب میں آپ کی مصاحبت میں رہوں گا۔ پھر مجھے ٹھہرنے سے کیا علاقہ ہے۔ جہاں آپ تشریف لے جائیں گے میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں گا۔

القصہ آپ نے اس کا اصرار بسیار اور جد و جہد تمام دیکھ کر اجازت ساتھ رہنے کی دی ابراہیم خواص اور وہ دونوں شہر بشہر قریہ بقریہ مسافر تھے اتفاقاً کسی جگہ وہ جوان بیمار ہو گیا اور آپ کو اس کی وجہ سے تین ماہ کامل اس جگہ ٹھہرنا پڑا۔ دوران بیماری میں ایک روز اس نوجوان کو آرزو کباب ماہی اور نان کھانے کی ہوئی ابراہیم خواص کے پاس ایک گدھا تھا کہ ہنگام سفر آپ اس پر زاد راہ رکھتے اور بصورت تکان خود بھی بیٹھ جاتے تھے۔ آپ نے اس کو فروخت کر کے اس جوان کی خواہش پوری کی۔ چند روز بعد یہ شخص اچھا ہو گیا اور آپ نے سفر کا ارادہ کیا بیمار کہنے لگا کہ مجھے گدھا حوالہ کیجئے کہ میں اس پر چڑھ کر آپ کے ساتھ چلوں۔ آپ نے صورت واقعہ عرض کی اور اس کو تین روز تک اپنی گردن پر بٹھا کر سفر کیا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے بعد اتمام حکایت ہذا بیان فرمایا کہ مقصود اس حکایت سے جس حیثیت در باب ہم صحبتاں تھا۔

اس کے بعد آپ نے اپنی بیماری کی حکایت بیان فرمائی میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ خبر ناخوش لشکر میں سنی تھی مشہور تھا کہ کسی شخص نے جادو کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

ہاں میں دو مہینے سخت بیمار رہا اور بڑی تکلیف اٹھائی۔ اس وقت ایک شخص جو جادو کے
اتارنے اور جس جگہ جادو گڑا ہوا اس کے نکالنے میں مہارت کامل رکھتا تھا لایا گیا الغرض وہ
شخص دروازہ کے سامنے بیٹھا اور اُٹھ کر مکان کے چاروں طرف پھرا لیکن کسی کسی جگہ
مٹی اٹھا کر سونگھا جاتا تھا۔ بالآخر کہا اس جگہ کو کھودو کہ یہاں جادو گڑا ہوا ہے۔ چنانچہ
وہ جگہ کھودی گئی اور وہاں سے اسباب سحر برآمد ہوا اور مرض میں ایک تخفیف ہوئی
اس وقت اس شخص نے کہا کہ مجھے اس قدر مہارت ہے کہ اگر آپ فرمائیں تو جس نے جادو
کرایا ہے اس کا نام بھی بتلادوں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ اس کو منع کردو کہ
کسی کا راز فاش نہ کرے جس نے جادو مجھ پر کیا اور کرایا۔ میں نے ان دونوں کو معاف کر
دیا۔ اس وقت میں نے عرض کیا کہ لوگوں نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز پر بھی
جادو کرایا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اُن پر بھی کسی نے جادو کرایا تھا اور وہ طائفہ
جس نے یہ حرکت نامعقول کی تھی پکڑا گیا۔ حاکم اجودھن چاہتا تھا کہ ان نالائقوں کو ان
کے کردار کو پہنچائے۔ لیکن باوا صاحب نے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اُن
کو معاف کردیا ہے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کرایا
گیا تھا کہ سورۂ معوذتین اسی بارے میں نازل ہوئیں ان کے ورد سے وہ سحر نفاثات جاتا
رہا امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیویں تو ان عورتوں
کی جنہوں نے آپ کی ذات پر جادو کیا ہے گردن ماردی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمائی میں نے بھی
اس کو معاف کردیا۔

اس کے بعد یہ حکایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیان فرمائی۔ کہ ایک روز جمعہ کے
دن اثنائے خطبہ میں بیان فرمایا کہ اب میرے ایام زندگی چند باقی ہیں اور میں یہ سخن کرامت
سے نہیں کہتا ہوں بلکہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے میرے سر میں دو تین چونچیں
ماری ہیں اور مرغ کا دیکھنا ملک الموت علیہ السلام کا ظاہر کرتا ہے یہ دلیل میری جلد تر وفات

پانے کی ہے۔ چنانچہ دوسرے ہفتہ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ مغیرہ کے ملازم ابن لولو نے آپ
کو شہید کیا عین محراب مسجد میں تلوار ماری تھی۔ حضرت عمرؓ ضرب لگتے ہی گر پڑے غلام
اس مجمع میں سے باہر نکل آیا تھا اور وہاں بھی آٹھ نو آدمیوں کو شہید کیا اور آخر وہ
مردود ازلی خود بھی اپنے ہاتھ سے آپ کو تلوار مار کر مرگیا جس وقت یہ فی النار ہوا جسم
مبارک میں کسی قدر جان باقی تھی۔ لوگوں نے یہ خبر آپ کو پہنچائی آپ نے خدا کا شکر ادا
کیا کہ یہ خوب ہوا کہ میرے بدلہ کوئی شخص نہ مارا گیا۔

اس کے بعد حکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیان فرمائی کہ آپ کسی جگہ جاتے
تھے۔ ابن ملجم عبدالرحمٰن نامی مردود ہتھیار لگائے ہوئے آپ کے دنبال میں روانہ ہوا۔
آپ بالکل خالی ہاتھ تھے دریا کے کنارے پہنچے اور پار اترنا چاہا۔ وہاں ایک قبرستان بھی
تھا حضرت علی نے کسی شخص کا نام لے کر آواز دی اس قبرستان میں سے ستر آدمیوں نے
جواب دیا آپ نے نام مع باپ کا لے کر پکارا اب بھی سات شخصوں نے جواب دیا آپ نے
اس نام کے ساتھ سات پشت کے اسماء ملائے اس وقت ایک شخص نے جواب دیا حضرت
نے پایاب جگہ پوچھی اس قبر میں سے فلاں جگہ یعنی نشان کی آواز آئی آپ اسی پتہ سے روانہ
ہو کر دریا پار اتر گئے۔ عبدالرحمٰن نے کل معاملہ دیکھا تھا۔

سوال کیا کہ جب آپ کو اہل قبر کا نام اور ان کے باپ دادا کے اسماء معلوم ہو گئے تھے
تو پھر آپ کو جگہ کا معلوم کر لینا کیا دشوار تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مجھے پایاب جگہ
معلوم تھی لیکن میں نہ چاہتا تھا کہ میرا پردہ فاش ہو۔

الغرض امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مقام پر پہنچ کر بوقت نماز نماز پڑھتے
کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون نے آکر عقب سے تلوار ماری۔ حضرت کو زخم کاری
لگا اس وقت آپ نے فرمایا فزت ورب الکعبۃ اور آخرین سخن حضرت علیؓ کا یہی
تھا۔ اس حکایت کے تمام ہونے پر بندہ نے عرض کیا کہ کیا ابن ملجم مسلمان تھا مگر
معاویہ رضؓ کی طرف ہو گیا تھا۔

اس وقت بندہ نے دوبارہ عرض کیا کہ دربارۂ امیرالمومنین معاویہ رضؓ کیسا عقیدہ

رکھنا چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مسلمان تھے اور مکرم اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ آنحضرت کے خسر پورہ ہیں۔ امیر معاویہ رضی کی بہن جن کا نام ام المومنین ام حبیبہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف زوجیت سے مشرف تھیں بعد اتمام اس حکایت کے میں نے اپنا بشت ما بہ طبیعت کا حال عرض کیا اس روز لشکر سے بیشمار احباب حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر کی زیارت کے واسطے آئے تھے اور آجاتے جاتے تھے۔ ذکر فراق و اشتیاق ملازمت بحکام گفتگو درمیان میں لاتے تھے۔

اس کے مناسب حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کو ایک عریضہ ادب لکھا تھا اور اس میں ایک رباعی تحریر تھی۔

زاں روی کہ بندۂ تو خوانند مرا   ہر مردمک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایت فرمودست   ورنہ کیم واز چہ خوانند مرا

اس کے بعد فرمایا جب میں شرف زیارت حضرت شیخ شیوخ العالم سے مشرف ہوا آپ نے یہ رباعی ارشاد فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارا خط دیکھ کر یاد کر لی تھی۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک۔

انتالیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۳ ماہ مبارک شعبان ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی دیگر حضرمیں ایک پیر بھائی نے تین جتیل ششگانی حضرت مخدوم کے نذر گزراننے کے واسطے دیے تھے اور طلب دعائے خیر کے واسطے بھی کہا تھا میں ان کے حسب الارشاد وہ زر نقد لے گیا اور آپ کی خدمت میں پیش کر کے ان کا معروضہ عرض کیا۔

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے وہ نذر قبول کی اور مناسب موقع پر یہ حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی حج سے واپس بغداد تشریف لائے

اہل شہر آپ کی زیارت کو آتے تھے اور حسب مقدور خود نذرانہ لاتے تھے کہ ایک انبار زر و زیور شیرینی جمع ہو گیا تھا۔ اسی میں ایک بڑھیا تھی کہ وہ بھی زیارت کو آئی تھی اس نے اپنی پھٹی ہوئی چادر سے ایک درم کھول کر آپ کی نذر کیا حضرت شیخ شہاب الدین نے اس درم کو خود اٹھا لیا اور تمام بلا یا کے اوپر رکھ کر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ ان اشیاء نادرہ سے جس شخص کو جو شے مطلوب ہو بلا تکلف اٹھا لیوے۔ لوگ اٹھتے تھے اور عمدہ عمدہ اشیاء چھانٹ کرے جاتے تھے۔

شیخ جلال الدین تبریزی رح بھی اس جلسہ میں موجود تھے حضرت شیخ الاسلام نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم بھی کوئی چیز لے لو وہ اٹھے اور اس درم کو جس کو بڑھیا نے نذر کیا تھا اٹھا لیا یہ واقعہ دیکھ کر حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح نے ارشاد فرمایا کہ تم نے سب اشیاء سے بہتر شے لی۔

بندہ نے بعد استماع اس حکایت کے عرض کیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی بھی شیخ الاسلام شہاب الدین عمر سہروردی رح کے مرید ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شیخ شہاب الدین کے مرید نہ تھے بلکہ شیخ ابو سعید تبریزی رح کے مرید تھے۔

اپنے مرشد کے انتقال کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور شیخ الاسلام کی ست خدمات ادا کرتے تھے کہ دوسرے مریدوں کو وہ شرف میسر نہ تھا۔ منقول ہے کہ شیخ الاسلام شہاب الدین کی رسم تھی کہ ہر سال پا پیادہ حج کے واسطے بغداد سے روانہ ہوتے تھے بوجہ ضعیفی ٹھنڈا کھانا ان سے کھایا نہ جاتا تھا۔ اس لیے ہر وقت گرم کھانا رکھنے کی ضرورت تھی۔ شیخ جلال الدین تبریزی ہمیشہ آپ کے ہمسفر ہوتے تھے۔ اور اپنے سر پر چولہا جس میں آگ جلتی تھی اٹھا کرے چلتے تھے۔ ایک شے ایسی بنا رکھی تھی کہ چولہا اس پر رکھ لیا جاتا تھا کہ سر کو گرمی اور آگ کا اثر نہ پہنچے۔ الغرض ہر وقت گرم کھانا تیار رکھتے تھے۔

اس کے بعد شیخ ابو سعید تبریزی کی بزرگی کا ذکر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بہت بڑے بزرگ اور تارک الدنیا تھے ان کی خانقاہ میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔ کہ وہ نذر و ہدیہ

قبول نہ فرماتے تھے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تین روز پیہم اہل خانقاہ کو فاقہ کھینچنا پڑا غلہ موجود نہ تھا۔ روزہ خربوزہ یا تربوز کی پھانکوں سے افطار کیا جاتا تھا۔ یہ خبر اس شہر کے والی کو پہنچی جو کہ اس کو معلوم تھا کہ شیخ نذر قبول نہیں کرتے ہیں ان سے اپنے خادم کو کچھ زر نقد دے کر کہا کہ تو چپکے سے یہ روپیہ لنگری کو دے دے اور فہمائش کر دینا کہ درویشوں پر جس طرح مناسب سمجھے نفقہ کرے۔ خادم روپیہ لے کر لنگری کے پاس گیا اور اس کو دے کر والی کا کہنا سمجھا دیا اس نے اس روپیہ سے غلہ خرید اروٹی فقرا کو تقسیم کی اور شیخ کو بھی دی۔ شیخ نے کھانا تناول فرمایا مگر بوقت شب مشغولی حق میں کیفیت نہ آئی صبح لنگری کو بلا کر دریافت حال کیا وہ چھپا نہ سکا اصل ماجرا عرض کر دیا آپ نے اسی وقت خادم کو مع زر غلہ کے خانقاہ سے نکلوا دیا اور دریافت فرمایا کہ وہ شخص جو روپیہ لایا تھا کس طرح آیا اور کہاں اس نے پاؤں رکھے۔ اہل خانقاہ نے کل نشان بتلایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کی جہاں جہاں اس کے قدم پڑے ہیں مٹی کھود کر پھینک دو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح نذر قبول فرماتے تھے اور آپ کے پاس بہت زیادہ فتوح آتی تھی۔ اور آپ کل خرچ فرما دیتے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا آپ کے لڑکے عماد نامی نے جس کی عمر تیس برس کی تھی اور اس کا حال آپ کے حال سے بالکل موافقت نہ رکھتا تھا۔ خادم خانقاہ سے خزانہ کی کنجیاں مانگنی شروع کیں۔ خادم نے دینے میں مضائقہ کیا کہ یہ وقت ارتحال شیخ ہے ایسی حالت میں دینا مناسب نہیں آپ اس وقت حالت نزع میں تھے۔ آپ کے کان میں بھی آواز گئی آپ نے خادم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ تالیاں دے دو اور حجت نہ کرو۔ لڑکے نے تالیاں لیں اور خزانہ کو جاکر کھلوایا صرف چھ دینار دستیاب ہوئے کہ وہ بھی تجہیز و تکفین حضرت شیخ الاسلام میں خرچ ہو گئے۔

چالیسویں مجلس

روز پنجشنبہ ماہ مبارک رمضان سنہ [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی اس روز ایک طالب علم حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کا حال دریافت فرمایا اس نے عرض کیا کہ میں تحصیل علم سے فارغ ہو گیا ہوں آج کل دربار سلطانی میں جاتا ہوں کہ مجھے روٹی اور فراغت حاصل ہو جس وقت یہ طالب علم چلا گیا۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی بیت

علم در وصف خویش سرہ ایست

چوں بخواہش رسید مسخرہ ایست

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شعر ایک لطیف چیز ہے لیکن جب کسی کے بیہودہ مدح میں صرف ہوتا ہے سخت بے ذوق ہو جاتا ہے اور بہت برا معلوم ہوتا ہے علم بھی اپنے نفس میں اچھی شے اور نہایت شریف ہے۔ لیکن جب لوگ اس کو حاصل کر کے طلب دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں اور اس کو وسیلہ حصول دنیا بنانا چاہتے ہیں اس کی عزت کو کھو دیتے ہیں۔ اس وقت ایک غلام جو آپ کا مرید تھا مع اپنے ہندو بھائی کے حاضر ہوا اور اس کو سامنے کر کے عرض کیا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ مگر ہندو ہے۔ جب دونوں بیٹھ گئے حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے مسلمان سے دریافت فرمایا کہ تیرے بھائی کو اسلام سے رغبت ہے یا نہیں اس نے عرض کیا بالکل نہیں میں آپ کی خدمت میں اس لیے لایا ہوں کہ آپ کی نظر کی برکت سے یہ شخص مسلمان ہو جائے

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ قوم نہایت سخت دل ہوتی ہے کہنا ان پر بہت کم اثر کرتا ہے البتہ اگر صحبت نیک حاصل ہو جائے اس کا اثر ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ حضرت عمر کے عہد میں بادشاہ عراق گرفتار ہو کر آیا۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر اسلام قبول کرو گے مملکت عراق تم کو دی

جائے گی ورنہ قتل کیے جاؤ گے۔ اسلام لانا یا قتل ہونا منظور کرو۔ بادشاہ نے مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا یہ جواب پا کر جلاد کو بلایا کہ اس کو قتل کرے۔ یہ بادشاہ نہایت دانا تھا جب سوائے مارے جانے کے چارہ نہ دیکھا حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ میں پیاسا ہوں اور پانی منگوا دیجیے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پانی لاکر پلاؤ خادم کانچ کے آبخورے میں پانی لایا۔ بادشاہ نے اس آبخورے میں پانی پینے سے انکار کیا حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بادشاہ ہے مزاج عالی رکھتا ہے اس کے واسطے سونے یا چاندی کے آبخورے میں پانی لاؤ۔ لوگ سونے کے آبخورے میں پانی لائے بادشاہ نے پینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرے واسطے مٹی کے آبخورے میں پانی منگوا دیجیے قصہ مختصر مٹی کے آبخورے میں پانی لایا گیا۔ بادشاہ نے ہاتھ میں لیا اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے جب تک یہ پانی نہ پی لوں قتل سے امان دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے قبول کیا بادشاہ نے یہ سنتے ہی آبخورہ زمین پر دے مارا کہ آبخورہ ٹوٹ گیا اور پانی زمین پر گر گیا اور کہا کہ آپ نے مجھے اس پانی کے پی لینے تک امان دی ہے جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں آپ مجھے نہ ماریں۔ حضرت عمرؓ اس کی اس دانشمندی سے بہت متعجب ہوئے۔ آخر الامر ایک بہت بڑے مشفق کو جو بدرجہ غایت متقی تھے بلایا اور بادشاہ کو ان کے سپرد کیا ان کی صحبت میں چند روز رہنے سے بادشاہ کا مزاج بدل گیا اور حضرت عمرؓ کو پیغام بھیجا کہ مجھے بلوا لیجیے میں ایمان لانا چاہتا ہوں۔ آپ نے بلایا اور اسلام عرض کیا کہ وہ صدق دل سے مسلمان ہوا۔

اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مملکت عراق موجود ہے آپ بادشاہی کیجیے۔ بادشاہ نے انکار کیا اور عرض کیا کہ مجھے ایک اجاڑ قریہ مرحمت فرما دیجیے کہ میں اس کو آباد کر کے اپنی بسر اوقات کروں۔ حضرت نے قبول فرمایا اور اپنے آدمی درجہ مطلوبہ کی تلاش میں روانہ کیے چند روز کے بعد انہوں نے آکر عرض کیا کہ مملکت عراق سرسبز و شاداب اور آباداں ہے اس میں خراب اور اجاڑ گاؤں کا نام و نشان تک نہیں۔ بادشاہ عراق نے اس وقت دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ مقصود میرا اس تلاش کرنے سے حضرت یہ تھا کہ میں مملکت عراق سرسبز و شاداب

آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ بادشاہ کا فرض ہے کہ اپنی رعیت کو خوش اور آباد رکھے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوا آپ جانیں اور مملکت عراق۔ اب روز قیامت کی جوابدہی آپ کے ذمہ ہے مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ حکایت بیان فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور اس بادشاہ کی دانائی پر بہت استحسان فرمایا۔

اور اس کے بعد صدق و دیانت اسلام و مسلمانان کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک یہودی حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ بعد انتقال حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا۔ یہودی نے جواب دیا کہ اگر اسلام ایسا ہے جیسے حضرت بایزیدؒ تھے۔ میرے امکان سے باہر ہے۔ اور اگر مسلمانی یہ ہے جیسے تم مسلمان ہو مجھے اس مسلمانی سے خود شرم آتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اکتالیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۷ ماہ مبارک رمضان [illegible]ھ

دولت قدم بوسی میسر ہوئی شیخ میرا آزاد کردہ خدمتگار میرے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ اس نے تھوڑی سی مصری نذر گزرانی کہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا تھا۔ شیخ کی چار لڑکیاں تھیں اور یہ حال حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر کو معلوم تھا آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ مصری کیسی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا تھا۔ چھوہارے اور مصری مجلس نکاح میں بانٹے گئے تھے یہ اس کا بقیہ ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے شیخ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس شخص کے ایک لڑکی ہوتی ہے اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہوتا ہے اور تیری چار لڑکیاں ہیں پس چار حجاب ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ لڑکیوں کے باپ کو اللہ تعالیٰ زیادہ رزق دیتا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو بموجب حکم موسیٰ علیہ السلام کے مارا تھا اور موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام پر خفا ہوئے تھے کہ تم نے کیوں اس طفل معصوم کو مار ڈالا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو اس لڑکے کی سوء خاتمت کا حال معلوم تھا آپ نے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا الغرض اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے مارے جانے کے بعد اس کے ماں باپ کو ایک لڑکی عنایت فرمائی کہ وہ بہت بزرگ ہوئی اور اس کی اولاد میں سات لڑکے صاحب ولایت متولد ہوئے۔

اس کے بعد ازراہ کرم آپ نے بندہ سے دریافت فرمایا کہ تم نماز تراویح کہاں پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ اپنے مکان میں پڑھتا ہوں۔ امام میسر آگیا ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ نماز میں کون کون سی سورتیں پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قاتحہ اور اخلاص آپ نے یہ سن کر نہایت تحسین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی نماز تراویح میں یہی سورتیں پڑھتے تھے کہ آپ ضعیف ہو گئے تھے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتے تھے بیٹھے بیٹھے ادا فرماتے تھے۔ صرف فرض کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ایک لقمہ کم کھانے بہتر ہے کہ پیٹ بھر کر کھائے مست رہے اور عبادت نہ کرے کم کھانا افضل ہے اور قیام شب میں کم خوری سے بہت بڑی امداد ملتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ کبیر اکثر روزہ رکھتے تھے۔ آپ کا افطار کسی عارضہ کے سبب سے ہوتا تھا کبھی فصد کھلواتے یا تپ آتی اس صورت میں روزہ نہ رکھتے تھے۔ باقی ہمیشہ صائم رہتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی روزہ ہائے مفروضہ کے سوا اور روزے بہت کم رکھتے تھے۔ عمدہ کھانا کھاتے تھے لیکن عبادت بہت کرتے تھے اور اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ کلوا من الطیبات و اعملوا صالحا یہ ارشاد فرما کر آپ نے بیان فرمایا کہ یہ آیت ان کے حق میں صادق تھی اور یہ مرتبہ ان کو حاصل تھا۔

بیالیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۴ ماہ شوال سنہ ۷۱۵ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو لڑکوں سے بچوں سے محبت کرنے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں بچوں سے بہت محبت رکھتے تھے اور ان کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے تھے۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو کھیلتے ہوئے دیکھا آپ اُن کے پاس گئے اور ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور ایک سر پر رکھا اور منہ اوپر کر کے چوم لیا اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ سنا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کو خوش کرنے کو اونٹ کی سی آواز نکالی تھی اور آپ نے ارشاد فرمایا یہ امر صحیح ہے اور یہ حکایت معروف ہے اور یہ الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمائے۔ نعم الجمل جملکما۔

اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں کسی شخص کو ایک ولایت کا والی مقرر کیا تھا۔ اور پروانہ ولایت دے کر روانہ کیا تھا اسی اثنا میں امیر المومنین عمرؓ ایک لڑکے کو لیے ہوئے باہر آئے کہ اس کا سر پیشانی چومتے تھے اور اس پر نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ اس شخص نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں مگر مجھے اُن سے اس قدر زیادہ محبت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس سے مثال ولایت طلب کی اور لے کر پھاڑ ڈالی اور ارشاد فرمایا کہ جب تجھ کو بچوں سے محبت اور تعلق نہیں ہے تو بڑوں کے ساتھ کیا حسن معاملہ اور شفقت کرے گا۔

تینتالیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ دہم ماہ ذی الحجہ سنہ ۷۱۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس روز ایک نیا شخص آیا تھا۔ حضرت خواجہ

ذکراللہ بالخیر نے اپنے کرم عیم سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو۔ اس نے
عرض کیا کہ دارالخلافہ اور لشکر سے آتا ہوں۔ پہلے اس جگہ ایک گاؤں آباد تھا۔ لیکن جیسے
چھاؤنی پڑی اور بادشاہ نے سکونت اختیار کی اس کا نام دارالخلافہ ہو گیا ہے۔

آپ نے اس کے متعلق یہ حکایت بیان فرمائی کہ بغداد کا نام پہلے مدینہ منصور تھا کہ
اس نے بغداد کو آباد کیا تھا کچھ عرصہ کے بعد بغداد کا نام مدینۃ الاسلام ہو گیا۔

اسی وقت گفتگو اولیاء اللہ اور ان کی محبت اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے
ارشاد فرمایا کہ کل روز قیامت حضرت معروف کرخی رہ کو میدان حشر میں لائیں گے اور وہ اس کی
محبت سے مست ہوں گے کہ خلق کو ان کی ربودگی دیکھ کر حیرت ہوگی اور آپس میں دریافت
کریں گے کہ یہ کون بزرگوار ہیں۔ ناگاہ غیب سے آواز آئے گی کہ یہ معروف کرخی ہیں اور میری
محبت سے مست ہو رہے ہیں اس وقت معروف کرخی کو حکم ہوگا کہ بہشت بریں کو جاؤ وہ
انکار کریں گے کہ بار الٰہ العالمین میں نے تیری عبادت بہشت کے واسطے نہیں کی۔ اس وقت
ملائکہ کو فرمان ہوگا کہ ان کی گردن میں نور کی زنجیر ڈال کر کھینچو اور بہشت میں لے جاؤ
اس وقت کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت عزوجل وعلا کی ذات نہایت صاحب
عظمت اور غایت بزرگی میں لاثانی ہے۔ انسان ضعیف البنیان کا کیا حوصلہ ہے کہ اس کی
محبت اور قربت میں دم مارے۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ہاں اور یہی معاملہ ہے بحث طلب نہیں
ہے بندہ نے عرض کیا کہ مجھے ایک نظم متعلق بدیں معنے یاد آئی اور وہ یہ ہے۔

عشق را بو حنیفہ درس نگفت

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے اسی وقت یہ دوسرا مصرعہ زبان مبارک
سے ارشاد فرمایا۔ مصرعہ

شافعی را در و روایت نیست

چالیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۸ ماہ ربیع الاول [illegible]

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو فضیلت علم کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ
نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ بڑے صاحب علم تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ نعمت
کہاں سے حاصل ہوئی ہے انھوں نے جواب دیا کہ مجھے یہ نعمت اپنے استاد عاصم صاحب
قراءت سے ملی ہے وہ بہت بڑے صاحب علم تھے یہ تصدق ان کے ادنیٰ علم کا ہے کہ ایک روز
مجلس میں اس حیثیت سے کہ دامن پیراہن اپنی کمر سے لپیٹ کر زیر زانو رکھا اور بہ حیثیت قعود
تشہد بیٹھے تھے شاگردوں کا ان کی چاروں طرف جمگھٹ تھا۔ شاگرد تھوڑی سی عبارت
قرآن شریف کی پڑھتے تھے اور حضرت عاصم اس کے فوائد بیان فرماتے تھے کہ ہم سب کو
افادہ حاصل ہوتا تھا۔

اس وقت ایک شخص آیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ کا لڑکا مارا گیا آپ
نے دریافت فرمایا کس نے مارا جواب دیا کہ تمہارے چچا کے لڑکے سے لڑائی ہوتی تھی اس
نے مار ڈالا حضرت عاصم نے یہ سن کر اس شخص سے فرمایا کہ اچھا ان کی تجہیز و تکفین کرو فلاں
شخص نماز جنازہ پڑھاوے اور فلاں قبرستان میں دفن کر دو یہ کلمات اس شخص سے تین مرتبہ
کہے اور پھر شاگردوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہاں اور شروع کرو قراءت شروع کی گئی اور
آپ بدستور فوائد بیان فرمانے لگے گویا کچھ خبر بد آپ کو نہیں پہنچی ہے اور نہ آپ کے مزاج
پر تغیر ہوا حتیٰ کہ دامن جو کمر میں لپٹا تھا وہ بھی اسی طرح رہا۔

اس کے بعد ایک اور حکایت آپ کے حلم کے بارے میں فرمائی کہ ایک روز امام عاصم
جنگل میں آبادی سے دور نکل گئے تھے وہاں آپ کو ایک شخص ملا جو آپ کو اپنی بیوقوفی کی
وجہ سے برا بھلا کہنے لگا۔ آپ اس کی اس بیہودہ گوئی کا مطلق جواب نہ دیتے تھے۔ یہاں
تک کہ واپس ہو کر قریب شہر پہنچے وہ شخص بھی بکتا جھکتا آپ کے ہمراہ آیا۔ دروازۂ شہر
پر آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم چلے جاؤ شہر میں میرے بہت سے

دو ... نہ ہیں مبادا وہ تمہیں مجھے بُرا بھلا کہتا سن کر تکلیف پہنچائیں اور درپئے آزار ہوں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ درمیان اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صفت حلم سے بنہایت موصوف تھے ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کو بُرے کلمات سے یاد کیا اور ناسزا طعن کیے آپ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ مجھ میں بے شمار عیوب ہیں ان میں سے تجھے بہت تھوڑے معلوم ہیں ان فوائد کو بیان فرماتے ہوئے برخاستگی مجلس کا وقت قریب ہوا بندہ نے عرض کیا کہ مرید کو اگر حضوری مجلس کم نصیب ہو۔ لیکن اپنے پیر کی یاد میں ہمیشہ جس جگہ رہے مشغول ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ امر مستحسن ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ امر بنہایت خوب ہے۔ غیبت میں اپنے مرشد کا خیال رکھنا سامنے موجود رہنے سے اچھا ہے۔ اور اس وقت یہ مصرعہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا مصرعہ

بیروں نروروں بہ کہ درونی بیروں

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز اپنے مرشد شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بعد دو ہفتے کے حاضر ہوا کرتے تھے برخلاف اس کے شیخ بدرالدین غزنوی اور عزیزان دیگر ہمیشہ حاضر رہتے تھے جب وقت وصال حضرت شہید المحبت کا قریب ہوا اس صاحب کرامت نے جن کا مزار پایان مرقد شیخ قطب الدین رضی اللہ عنہ میں ہے ان کو تمنائے سجادہ نشینی ہوئی۔ اور شیخ بدرالدین غزنوی بھی یہی چاہتے تھے۔ لیکن آپ نے بوقت نقل وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میرا جامہ مصلا اور نعلین چوبیں شیخ فریدالدین کو دینا۔

اس وقت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کپڑے کو دیکھا تھا دونی سوزنی تھی۔ الغرض اس شب کو جس میں حضرت خواجہ شہید المحبت نقل فرمائیں گے۔ شیخ فریدالدین ہانسی میں تھے آپ نے اپنے مرشد کو خواب میں دیکھا کہ دہلی بلاتے ہیں۔ چنانچہ علی الصباح ہانسی سے روانہ ہو کر چار روز میں دہلی پہنچے قاضی حمیدالدین ناگوری

اس وقت تک زندہ تھے۔ آپ نے جامہ عطا فرمودہ شیخ آپ کے حوالے کیا۔ شیخ فریدالدین طاب ثراہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر وہ کپڑے پہنے اور تین روز یا سات روز سے زیادہ خانقاہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب میں نہ رہے اور سبب آپ کی واپسی کا یہ ہوا تھا کہ سرہنگا نامی ایک مجذوب تھا وہ ہانسی سے آپ کے ہمراہ آیا تھا یہ سرہنگا آپ سے تعلق رکھتا تھا اور ہانسی میں بلامزاحمت اس کو آپ کا دیدار میسر ہوتا تھا دہلی میں کثرت سے ائمہ صدور مشائخ و بادا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کو باہر نکلنے کی مطلق فرصت نہ ہوتی تھی۔ اور بیچارے سرہنگا کو دربان پاگل سمجھ کر مجلس میں نہ جانے دیتے تھے۔ آپ ایک روز خانقاہ سے باہر تشریف لائے تھے۔ سرہنگا زیر سایہ دیوار بیٹھا ہوا تھا آپ کو دیکھتے ہی دوڑا اور قدموں میں گر پڑا رونے لگا کہتا تھا کہ جب آپ ہانسی میں تھے مجھے بلامزاحمت دیدار میسر ہو جاتا تھا۔ اور اب میں ہوں مجبوری اور محرومی ہے آپ نے اس کی زبان سے یہ سنتے ہی عزم سفر کیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ شہید المحبت نے آپ کو اپنی جگہ مقرر کیا ہے آپ کو یہ جگہ چھوڑ کر نہ جانا چاہیئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ جو نعمت میرے پیر مرشد نے عطا فرمائی ہے وہ میرے ہمراہ ہے خواہ یہاں رہوں یا ہانسی میں خواہ جنگل میں سب جگہ مجھے برابر ہے۔

پینتالیسویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۳ ماہ ربیع الاول [illegible]ھ

کو دولت دست بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو حسن عقیدہ مریدان اور رعایت کلام پیران کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے ایک پوتے کا نام شرف الدین تھا وہ اپنے گھر سے بعزم حصول ارادت از حضرت شیخ الاسلام فریدالدین نور اللہ مرقدہ روانہ ہوئے شرف الدین کی ملک میں ایک لونڈی تھی کہ قیمت اس کی سو تنکہ یا کم و بیش ہوگی۔ اس نے بروقت روانگی حاضر ہو کر عرض کیا کہ جس وقت آپ شرف زیارت حضرت خواجہ فریدالدین سے مشرف ہوں میرا سلام

عرض کریں اور میری جانب سے پیر بوسی کا فقان نذر گزرانیں۔ القصہ جس وقت مولانا
شرف الدین کو زیارت حضرت شیخ الاسلام نصیب ہوئی اور شرف ارادت سے مشرف
ہو چکے۔ آپ نے اس لونڈی کا پیام عرض کر کے وہ کپڑا نذر گزرانا۔
حضرت شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو آزادی
نصیب فرمائے۔ بعد برخاستگی مجلس مولانا شرف الدین اُٹھ کر اپنی جائے سکونت
پر آئے فکر کیا کہ حضرت نے اس کو آزاد ہونے کے واسطے فرمایا ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ آزاد نہ
ہو البتہ یہ لونڈی قیمتی ہے اور میری اس قدر حیثیت نہیں جو اس کو آزاد کروں جو شخص
خریدے گا وہ آزاد بھی کر دے گا اس اندیشہ کے گزرتے ہی یہ خیال ہوا کہ لونڈی جب
دوسرے کے ملک میں آزاد ہوئی اس کے آزاد کرنے کا ثواب خریدار کو ملے گا مجھے اس سے
کچھ سروکار نہ ہوگا۔ پس خود مجھے آزاد کرنا چاہیئے۔ سوچ کر دوبارہ شیخ الاسلام کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میں نے حسب الارشاد اس جاریہ کو
آزاد کیا ہے۔

چھیالیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۸ ماہ ربیع الآخر ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو محبت اور عداوت دنیا کے بارے میں ہو رہی تھی
آپ نے ارشاد فرمایا کہ خلق تین قسم پر منقسم ہے ایک وہ لوگ ہیں جو دنیا کو دوست رکھتے
ہیں لیکن رات دن اس کی یاد اور اس کی طلب میں رہتے ہیں اور ایسے آدمی بے شمار ہیں
دوسرا وہ گروہ ہے جو دنیا کو دشمن جانتا ہے اور ہمیشہ اس کی ملامت اور مذمت کے ساتھ
ذکر کرتا ہے اور اس کی عداوت میں مشغول رہتا ہے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ وہ لوگ دنیا کو دوست
نہیں رکھتے اور نہ دشمن جانتے ہیں اور اس کا ذکر عداوت اور نہ محبت سے کرتے ہیں اور یہ
قسم دوسری قسم سے بہتر ہے۔
اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ذکر دنیا بڑی برائی کے ساتھ کرنے لگا حضرت رابعہ نے اس کا
بیان سن کر ارشاد فرمایا کہ آئندہ تم میرے پاس نہ آنا کہ تم دنیا کے دوست ہو اور اس کا
ذکر بہت کرتے ہو۔
اس کے بعد گفتگو ترک دنیا کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ نواح کیتھل میں
ایک بزرگ صوفی بدھن نامی تارک عظیم رہتے تھے۔ کپڑا بھی نہ پہنتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ
کسی کے مرید بھی تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں اگر کسی کے مرید ہوتے مرشد ضرور ان کو ستر
عورت چھپانے کے لیے حکم کرتا۔
اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ نماز بہت پڑھتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ بہشت اچھی
جگہ ہے لیکن افسوس ہے کہ اس میں نماز نہ ہوگی۔ اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ اگر مرشد دنیادار
ہو وہ اپنے مریدوں کو دنیا سے باز رکھنے کی نصیحت کر سکتا ہے یا نہیں۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے
اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دو زبانیں ہیں لسان قال اور لسان حال پند اور نصیحت لسان
حال کی زیادہ موثر ہوتی ہے۔ لسان قال سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اگر ایسا مرشد اپنے مریدوں کو
منع کرے گا کچھ تاثیر اس کے منع کرنے سے نہ ہوگی۔
اس کے بعد یہ حکایت حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی ہوئی کہ آپ کو آپ کے
مرشد نے ایک مندیل عطا فرمایا تھا آپ اس کو اپنے پاس باحترام تمام رکھتے تھے کہ اس سے
برکت حاصل ہوتی تھی۔ ایک روز آپ سو گئے اور اتفاقاً مندیل جانب پائیں رکھا ہوا تھا
نیند میں آپ کے پیر مندیل کو لگے جب بیدار ہوئے نہایت افسوس کرتے تھے اور بے حد مضطر
تھے۔ فرماتے تھے کہ بروز حشر میں کیوں کر منہ اپنے مرشد کو دکھلاؤں گا اور بہشت بریں
میں بھی مجھے یہی افسوس و قلق رہے گا۔
اس کے بعد یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ مجھے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ
نے ایک گلیم عطا فرمایا تھا جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔ الغرض جب اجودھن سے دہلی
واپس آتا تھا۔ میرے ہمراہ صرف ایک آدمی تھا اور راستہ میں ڈاکوؤں کا خوف تھا چنانچہ
ایک روز یہی خطرہ پیش آیا کہ جنگل میں بارش ہونے لگی ایک درخت کے تلے ٹھہرا کئی چند

آئے جو ڈاکوؤں کے مشابہ تھے مجھے خیال ہوا کہ یہ لوگ کہیں مجھ سے کمبل نہ چھین لیں۔ لیکن پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ گلیم عطا فرمودہ شیخ ہے کون اس کو مجھ سے لے سکتا ہے۔ پھر خیال ہوا کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں نے یہ گلیم مجھ سے لے لیا میں نہایت شرمندگی سے شہر کا رہنا چھوڑ دوں گا۔ تھوڑی دیر میں پانی کھل گیا اور وہ ہنود چلے گئے۔ اور مجھ سے کسی نے کچھ تعرض نہ کیا۔

اس کے بعد گفتگو جمع و خرچ اموال دنیا کے بارے میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مال جمع کرنا اچھا نہیں ہے۔ البتہ بقدر ضرورت رکھے مضائقہ نہ ہوگا۔ مثلاً کسی قدر غلہ اور لباس رکھے مگر کفاف سے زیادہ رکھنا مستحسن نہیں جو دستیاب ہو خرچ کر دینا چاہیئے اور یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ؎

زر از بہر دادن بود اے پسر
برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ خاقانی نے بھی اس مضمون کا یہ شعر خوب کہا ہے ؎

چوں خواجہ نخواہد راندازہ ہستی خود گاہی
آں گنج کہ او دارد پندار کہ من دارم

اسی وقت ایک شخص کو ہمیشہ مسواک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اور یہ حکایت مناسب اس مضمون کے ارشاد فرمائی کہ ایک دانشمند نور ترک نامی تھا وہ کعبہ شریف چلا گیا وہاں مکان بنا کر رہ پڑا تھا اور دروازہ مکان پر یہ عبارت کھدوائی تھی کہ جو شخص میرے مکان میں داخل ہونا چاہے اور اس کے پاس مسواک نہ ہو اس کو میرے گھر میں آنا حرام ہے۔

اس کے بعد گفتگو دربارہ مکارم اخلاق ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر اور حکیم ابو علی سینا کی آپس میں ملاقات تھی ابو علی سینا نے ایک شخص آپ کی خدمت میں اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ میری غیبت میں اگر آپ میری نسبت کچھ ارشاد فرمائیں وہ مجھے لکھ بھیجے۔ حضرت ابو سعید کو کیا غرض تھی جو ابو علی سینا کا ذکر کرتے اس وجہ سے

وہ مخبر ایک عرصہ تک تحریر سے معذور رہا۔ آخر الامر حکیم ابو علی سینا نے اپنے حاضر باش کو تحریر کیا کہ اگر شیخ میرا ذکر خود نہیں کرتے تم میری نسبت دریافت کرو ابو علی سینا کیسا آدمی ہے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں اس شخص نے ایک روز آپ سے دریافت کیا کہ ابو علی کیسے آدمی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک مرد ہے حکیم دانا عالم اور طبیب لیکن مکارم اخلاق نہیں رکھتا ہے۔ صوفی نے یہ واقعہ ابو علی سینا کو لکھ بھیجا اس نے حضرت کو لکھا کہ میں علم اخلاق کا عالم ہوں اور میں نے بہت سی کتابیں علم اخلاق میں لکھی ہیں آپ مجھے کس وجہ سے بے بہرہ از علم اخلاق فرماتے ہیں آپ نے اس کے جواب میں لکھوا بھیجا کہ میں نے تم کو علم اخلاق سے جاہل نہیں کہا ہے بلکہ یہ کہا ہے ابو علی سینا کو مکارم اخلاق حاصل نہیں ہے۔

اس کے بعد قاضی منہاج الدین کا ذکر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دو شنبہ کو ان کے وعظ میں جاتا تھا ایک روز انھوں نے وعظ میں یہ رباعی پڑھی۔ رباعی

لب بر لب دلبراں معوش کردن | وآہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست | خود را چو خسی طعمہ آتش کردن

میں یہ رباعی سن کر بے خود ہو گیا اور ایک گھڑی بعد ہوش میں آیا۔

اس کے بعد آپ نے قاضی صاحب کا حال فرمانا شروع کیا کہ وہ مرد صاحب ذوق تھے ایک روز شیخ بدرالدین غزنوی کے ہاں آپ کی دعوت ہوئی اتفاق سے یہ روز دو شنبہ تھا آپ نے کہلا بھیجا کہ بعد تذکیر حاضر ہوں گا۔ الغرض بعد تذکیر تشریف لے گئے۔ شیخ بدرالدین نے آپ کے واسطے مجلس سماع بھی مرتب کی تھی سماع میں آپ پر ایک حالت طاری ہوئی کہ رقص پڑا اور پیرہن پھاڑ ڈالا اور یہ ایک شعر شیخ بدرالدین کا جس کی ردیف آتش گرفت ہے پڑھا۔ شعر

نوحہ بیکرد بر من نوحہ گر در بے مجھے
آہ ازیں سوزم بہ آمد نوحہ گر آتش گرفت

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قاضی منہاج الدین شیخ بدرالدین کو شیر سرخ فرمایا کرتے تھے۔

اس کے بعد تذکرہ شیخ نظام الدین ابو المؤید کا ذکر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کا وعظ سنا ہے مگر ان ایام میں بندہ لڑکا تھا اور معانی کا ادراک بہت کم تھا ایک روز میں آپ کے وعظ میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مسجد میں جوتے اتار کر اور ان کو اپنے ہاتھوں میں لے کر داخل ہوئے۔ تحیتہ المسجد کی نماز پڑھی میں نے ایسی با راحت نماز پڑھتے ہوئے بہت کم دیکھے ہیں۔ خیر آپ بعد فراغت نماز منبر پر چڑھے۔ ایک شخص قاسم نامی قاری تھا اس سے قرآن شریف کی آیات بخوش لہجگی پڑھنے کے واسطے ارشاد فرمایا جب وہ دو چار آیات پڑھ چکا آپ نے وعظ شروع کیا کہ میں نے اپنے والد کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا جاں ان الفاظ کے سننے سے حاضرین کے دل پر عجیب تاثیر ہوئی۔ سب رونے لگے۔

اس وقت آپ نے یہ دو مصرعے پڑھے۔ بیت

در عشق تو بر تو نظر خواہم کرد
جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

اس شعر کی دو تین مرتبہ تکرار کی کہ مجلس زار زار رونے لگی۔ نعرہ ہائے بلند نکلتے تھے۔
اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس وقت صرف یہی دو مصرعے یاد آئے ہیں۔

اور پھر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانوں دو مصرعے اور بھی ہیں وہ مجھے یاد نہیں آتے۔ یہ بات اس عجز کے انداز سے کہی۔ کہ جملہ حاضرین پر اس کا اثر خاص ہوا۔ قاری قاسم کو بقیہ دو مصرعے اس رباعی کے یاد تھے۔ انہوں نے بخوش الحانی سنائے۔ اور شیخ منبر سے نیچے اترے۔

اس کے بعد بزرگی شیخ نظام الدین ابو المؤید میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ دہلی میں اس قدر امساک باراں ہوا کہ خلقت بلبلا اٹھی۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نزول باراں کے واسطے دعا طلب کی۔ آپ مسجد میں گئے۔ منبر پر چڑھ کر وہ دعا جو نزول باراں کے واسطے مقرر ہے پڑھی۔ اور منہ آسمان کی جانب اٹھا کر کہا کہ الٰہی اگر تو نے آج پانی نہ برسایا تو میں آبادی میں رہنا چھوڑ دوں گا۔ یہ کہہ کر نیچے اترے اسی وقت پانی برسا۔

اور ایسا برسا کہ خلق اللہ کے دل سے تمام گرد دھل گئی۔

ایک روز سید قطب الدین نے آپ سے بہنگام ملاقات پوچھا کہ مجھے آپ کے حق میں کمال حسن اعتقاد ہے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کو بارگاہ خداوندی میں نیاز حاصل ہے لیکن آپ نے اس روز برسر منبر یہ کیا فرمایا جاتا تھا کہ اگر آج پانی نہ برسے گا تو میں آبادی میں نہ رہوں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ پانی نہ برساتا۔ آپ کیا کرتے۔ شیخ نظام الدین ابو المؤید نے جواب دیا کہ میں خوب جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور پانی برسائے گا۔

سید قطب الدین نے دریافت کیا کہ یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا تھا کہ پانی ضرور برسے گا۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ مجھ سے اور سید نور الدین مبارک سے سلطان شمس الدین التمش نور اللہ مرقدہ کے دربار میں زبردست۔ اور زبردست مشغلہ کی بابت تکرار ہو گئی تھی۔ میں نے اس وقت ایسی بات کہی تھی جس سے خاطر سید نور الدین مبارک کی آزردہ ہوئی تھی جس روز مجھے برائے طلب دعا مسجد لے گئے تھے میں مسجد میں جانے سے پیشتر سید نور الدین مبارک کے مزار کو گیا تھا۔ اور وہاں باواز بلند کہا کہ لوگ مجھے برائے دعا مسجد لے جاتے ہیں۔ اگر تم مجھ سے آشتی کرو گے میں دعا مانگوں گا۔ روضہ سے آواز آئی کہ میں تم سے راضی ہوں۔ جاؤ دعا مانگو اللہ تعالیٰ باران رحمت نازل فرمائے گا۔

سینتالیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۵۔ ماہ جمادی الاول
[illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ دربارہ نماز گفتگو ہو رہی تھی میں نے عرض کیا کہ نمازیں بعد ادائے فرض جو تبدیل جگہ کرتے ہیں۔ یہ کیسا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جگہ تبدیل کرنا بہت اچھی بات ہے۔ اگر امام جگہ تبدیل نہ کرے یہ امر موجب کراہیت ہوگا۔ لیکن مقتدی کے واسطے یہ حکم نہیں ہے وہ اپنی جگہ کھڑا رہ کر نماز ادا کرے تو بھی

کراہیت نماز میں نہ آئے گی۔ مگر بہتر ہے کہ تبدیل جگہ کی جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب تبدیل جگہ کریں بہتر ہے کہ جانب چپ تبدیل جگہ کریں کہ منہ ہر حالت میں مقابل قبلہ رہے۔

اڑتالیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ سوم ماہ مذکور سنہ مذکور

کو دولت دست بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو اس بارہ میں ہو رہی تھی کہ خلق اللہ از رہ حسن اعتقاد مشائخ کے ہاتھ چومتی ہے اور ان سے برکت طلب کرتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ درویش اپنے ہاتھ کا بوسہ اس نیت سے لینے دیتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ ایک مغفور شخص کا ہاتھ دوسرے شخص کے ہاتھ سے ملے۔

اس کے بعد یہ حکایت دربارہ نفس درویشاں بیان فرمائی کہ خواجہ اجل شیرازیؒ بہت بڑے بزرگ تھے ایک روز ان کے کسی مرید نے حاضر خدمت ہو کر شکایت کی کہ میرا مکان نیچا ہے اور میرے پڑوسی نے اپنے مکان پر بالاخانہ بنایا ہے۔ اس کے بالاخانہ پر چڑھنے سے میرے مردان خانہ کی بے پردگی ہوتی ہے۔ ہر چند میں منع کرتا ہوں مگر وہ نہیں مانتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ واقف ہے کہ تو میرا مرید ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں بخوبی جانتا ہے کہ میں یکے از حلقہ بگوشان آں مخدوم ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ وہ نہیں گرتا اور اس کا مہرہ گردن نہیں ٹوٹتا۔ یہ ارشاد فرما کر آپ نے اس شخص سے کہا کہ اپنے گھر جا۔ شخص شکایت کنندہ اپنے گھر چلا۔ راستہ میں خبر سنی کہ تیرا پڑوسی کھڑاؤں پہنے تھا یکایک پیر پھسلا۔ گر پڑا گرتے ہی مہرہ گردن ٹوٹا اور وہ مر گیا۔

اس کے بعد حکایت مردان حق کی ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عہد قدیم میں چار شخص برہان بلخی، برہان کاشانی۔ اور دو شخص جن کا نام برہان تھا۔ مگر ان کی کنیت مجھ کو یاد نہیں رہی۔ شمال کے ملک سے آئے تھے اور بوجہ ہم سفری و ہمنامی ان کے

درمیان اخلاص و محبت اور سلوک بہت زیادہ تھا۔ ہمیشہ ایک جگہ رہتے تھے اور ایک ہی جگہ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے تھے۔ برہان کاشانی نے قاضی نصر کاشانی سے جو قاضی شہر تھے پڑھنا شروع کیا۔ اور وہ برہان پر بوجہ ہم وطنی بڑی عنایت فرماتے تھے۔

الغرض ایک روز قاضی نصر نے ایک نکتہ بیان فرمایا۔ اور برہان کاشانی سے ارشاد فرمایا کہ اس کی شرح بیان کرو۔ برہان کاشانی شگفتہ تھے۔ جس وقت انہوں نے بیان شروع کیا۔ دیگر طلباء نے آپس میں کہا کہ ریزہ کیا بیان کرے گا۔ اسی روز سے آپ کا نام برہان ریزہ مشہور ہو گیا۔

الغرض برہان ریزہ مرد عزیز صاحب تقویٰ و صلاحیت تھے۔ اور آخر عمر میں پیلاز ابدال ہو گئے تھے۔ میں نے ان کو دیکھا تھا۔ ہر روز علی الصباح مکان سے پیدل باہر جاتے تھے۔ حالانکہ آپ کے پاس دس سے زیادہ عمدہ گھوڑے تھے اور تنہا روانہ ہوتے حالانکہ سو سے زیادہ غلام رکھتے تھے۔

ایک روز ان کے لڑکے نے جس کا نام نورالدین محمد تھا۔ اپنے باپ سے کہا کہ آپ تنہا باہر نہ جایا کریں۔ ہمارے دشمن بہت ہیں مبادا گزند پہنچائیں۔ اپنے ساتھ غلام لے جایا کریں کہ وہ آپ کی خدمت بھی کرے گا۔ مولانا برہان الدین نے جواب دیا کہ بابا محمد جس جگہ میں جاتا ہوں اگر دوسرے شخص کی وہاں گنجائش ہو تو پہلے تجھے لے جاؤں کہ تو میرا فرزند ہے۔

انچاسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۲۹ ماہ جمادی الآخر

۷۰۸ھ ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ چونکہ ماہ رجب نزدیک آ گیا تھا اس سبب کاتب الحروف نے عرض کیا کہ نماز فرمودۂ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ جو تیسری چوتھی اور پانچویں رجب کو پڑھی جاتی ہے اور جو دعائیں مقرر ہیں اس میں پڑھتے ہیں

اس کی کیا اصل ہے۔ آیا یہ نماز اور ترتیب سُورۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اصحاب رضی اللہ عنہم سے یا ادریس قرنی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ معاملات الہام سے بھی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ قبل ازیں میں دہلی سے بوقت روانگی بجانب اجودھن یہ تین اسماء حسنیٰ یا حافظ یا ناصر یا معین پڑھ کر چلتا تھا اور ان اسماء کا پڑھنا مجھے کسی نے تلقین نہ کیا تھا۔ خود اپنے دل سے برائے طلب عون پڑھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء نصرت ورپاری ہیں۔ بعد ایک مدت کے مجھے ایک عزیز نے یہ دعا لکھ کر دی کہ یا ناصر یا معین یا مالک یوم الدین بحق ایاک نعبد وایاک نستعین۔

اس کے بعد احوال مشائخ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے چند کلمات خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سنے ہیں۔ لیکن اس کے معانی سمجھ میں نہیں آتے اس وجہ سے طبیعت متفکر رہتی ہے اور دل کو قرار نہیں آتا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ کون سے کلمات ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ لوائی اعظم من لواء محمد تحت لوائی یوم القیمۃ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ ان کا کلام نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ انہوں نے سبحانی ما اعظم شانی کہا تھا لیکن آخر عمر میں اس سے توبہ کر لی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ میں اس سے پیشتر یہودی تھا اب اپنا زنار توڑتا ہوں اور از سرِ نو مسلمان ہوتا ہوں اور اشهد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہتا ہوں۔

اس کے بعد احوال رسول علیہ السلام کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشائخ اور مردانِ حق پر جو حال وارد ہوتا ہے وہ ایک شمہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے۔

اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوموسیٰ اشعری

رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ایک باغ میں وارد ہوئے اور کنوئیں کی منڈیر پر پیر لٹکا کر بیٹھ گئے اور ابوموسیٰ اشعری کو حکم دیا کہ کسی کو بلا اذن اندر نہ آنے دینا۔

جب ابوموسیٰ اشعری دروازہ پر آئے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اندر جانا چاہا۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور اندر جا کر طالب اجازت ہوئے۔ پیغمبر خدا نے اجازت دی کہ بلا لو اور بشارت دو کہ تم بخشے ہوئے ہو۔ القصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کنوئیں پر پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اسی طرح بعد عرض و معروض آ کر آپ کی بائیں جانب بیٹھے۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی اجازت و بشارت پانے کے بعد آپ کے مقابل کنوئیں کے اس جانب بیٹھے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح آج ہم یکجا ہیں اسی طرح ہمارا انتقال ہوگا اور اسی طرح زیر زمین بھی رہیں گے۔

بعد اتمام اس حکایت کے گفتگو در بارہ فقر ہوئی۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج خرقہ فقر مرحمت ہوا تھا۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں یہ خرقہ فقر اس شخص کو دوں جو وہ جواب کہ مجھے بتلایا گیا ہے دے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا جواب فلاں شخص دے گا۔

یہ فرما کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر یہ خرقہ تم کو دیا جائے تو تم اس کا شکریہ کس طرح بجا لاؤ گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ صدق اختیار کروں گا اور روز و شب عبادت کرتا رہوں گا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر تم کو یہ خرقہ دیا جائے تو تم کیا کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عدل و انصاف کروں گا۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ اتفاق اور سخاوت

اختیار کروں گا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگان خدا کا عیب چھپاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی خرقہ آپ کے حوالہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے یہی کہا گیا تھا۔ کہ جو شخص یہ جواب دے خرقہ اس کے حوالہ کرنا۔

اس کے بعد گفتگو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارہ میں ہوئی اور آپ کے انصاف و سخاوت کا حال بیان ہوا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی زرہ کھوئی گئی تھی۔ ایک روز وہ زرہ آپ نے ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اس کو پکڑ لیا۔ اور زرہ کا دعویٰ کیا۔ یہودی کہنے لگا اگر یہ زرہ آپ کی ہے۔ آپ ثابت فرمائیے اور لے لیجئے۔ ان ایام میں آپ خلیفہ تھے۔ آپ نے خیال کیا کہ میں خود خلیفہ ہوں اور خود ہی مدعی۔ مجھ سے اس کا فیصلہ نہ ہوگا۔ قاضی سے فیصلہ کرانا چاہیئے۔

الغرض آپ اور وہ یہودی قاضی شریح کے پاس گئے اور زرہ کا دعویٰ کیا۔ قاضی شریح نے آپ سے کہا کہ اس وقت آپ میرے پاس فریادی آئے ہیں۔ سامنے کھڑے ہو کر دعویٰ کیجئے اور اس کو ثابت کرو اور یجئے کہ زرہ آپ کو دلائی جائے۔

الغرض آپ اور یہودی دار القضا میں برابر کھڑے ہوئے اور اپنا دعویٰ پیش کیا۔ شریح نے گواہ طلب کیے۔ آپ نے امیر المومنین حسن علیہ السلام اور قنبر اپنے غلام کو پیش کیا شریح نے کہا کہ ان میں ایک آپ کا صاحبزادہ اور دوسرا غلام ہے۔ ان کی گواہی آپ کے حق میں بیکار ہے۔ غیر شخص کو گواہی میں پیش کیجے۔ آپ نے انکار کیا کہ میرے اور گواہ نہیں۔ شریح نے مقدمہ خارج کیا۔ اور یہودی سے کہا کہ اپنی زرہ اٹھا کر لے جا۔ جب یہ گواہ پیش کریں گے اس وقت دیکھا جائے گا۔

یہودی نے جب یہ معاملہ دیکھا حیرت اس کے باطن میں ظاہر ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ دین محمدی کس قدر بے لگاؤ اور صاف ہے۔ اسی وقت ایمان لایا اور زرہ حضرت علی کو سپرد کی کہ فی الواقع یہ آپ کی ہے۔ امیر المومنین نے وہ زرہ اسی کو دے ڈالی اور

مزید براں ایک گھوڑا بھی مرحمت فرمایا۔

اس وقت ایک شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ اس کا کیا نام رکھا۔ اس شخص نے کہا۔ خیر عاقبت اب تک نام نہیں رکھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ نام تجویز فرمائیے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اول لفظ خیر کہا۔ خیر ہی نام رکھ دو۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ ایک روز شہر کے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کو ایک شخص نے پکڑا اور کہنے لگا تم میرے غلام ہو خواجہ خیر نساج نے اس کا کہنا قبول کیا اور ایک مدت تک اس جلاہے کے گھر رہے۔ اس شخص کا ایک باغ تھا۔ اس نے آپ کو باغبانی کی خدمت تفویض کی آپ باغبانی فرمانے لگے۔ ایک مدت کے بعد وہ یہودا باغ میں آیا اور آپ سے انار شیریں لانے کے واسطے کہا۔ آپ انار لائے جب انار چکھا گیا کھٹا نکلا۔ مالک باغ نے کہا میں نے تم سے انار شیریں طلب کیا تھا تم کھٹا کیوں لائے۔ دوبارہ لائے وہ بھی کھٹا نکلا۔ سہ بارہ بھی ایسا ہی ہوا۔

اس وقت اس شخص نے کہا کہ تم کو اس قدر مدت باغبانی کرتے ہوئے گزری۔ اب تک انار شیریں و ترش کی تمیز نہیں ہوئی۔ خواجہ خیر نساج نے جواب دیا کہ میں امین ہوں باغبانی کرتا ہوں۔ انار نہیں کھاتا کہ مجھے شیریں و ترش کا حال معلوم ہو۔ مالک باغ کو جب آپ کے اس قدر تقوے کا حال معلوم ہوا۔ آپ کو آزاد کر دیا۔ خواجہ خیر نساج کا نام قبل ازیں کچھ اور بھی تھا اس جولاہے نے آپ کا نام خیر رکھا تھا۔ جب آپ آزاد ہوئے آپ نے یہی نام پسند فرمایا۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

پچاسویں مجلس

روز یک شنبہ تاریخ ۲۳ ماہ رجب ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ مجھے ایک حدیث کے معانی میں تفکر تھا۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

دربارۂ ابوہریرہ مروی ہے کہ وہ ایک روز ناغہ کر کے آتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک روز آؤ اور ایک روز نہ آؤ۔ یہ کیا بات ہے۔

اس کے بعد حکایت ان درویشوں کی ہوئی جو بہ عیال و اطفال میں گرفتار ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اس معاملہ میں تین طرح کا ہے۔ اول الصبر عنہن اس کے بعد الصبر علیہن اس کے بعد الصبر علی النار۔

اس کے بعد آپ نے اس کی شرح فرمائی کہ اول عورات سے صبر کرنا افضل ہے۔ یعنی بالکل اس طرف کا خیال بھی نہ کرے۔ مجرد رہے۔ اور اگر اس امر پر قائم نہ رہ سکے۔ نکاح کرے اور فرقۂ اناث کی بدگوئی و دل آزاری وغیرہ پر صبر کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے پس مجبوری ہے اور جو خطا میں جا پڑے صبر آتش دوزخ پر کرے۔ پس یہ صبر تین قسم پر منقسم ہوا الصبر عنہن دوم الصبر علیہن سوم الصبر علی النار والسلام۔

اکیانویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۹ ماہ شعبان ۷۰۸ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ حکایت مولانا نور الدین ترک کی ہو رہی تھی بندہ نے عرض کیا کہ علماء حضرت دہلی کے آپ کی نسبت طرح طرح کے اقوال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ آب آسمان سے زیادہ پاکیزہ تر تھے۔ میں نے یہ عرض کیا کہ خاکسار نے طبقات ناصری میں لکھا دیکھا ہے کہ علمائے شریعت نے ان کو ناصبی اور مرجی کہا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ علماء شہر ان کے ساتھ حسد رکھتے تھے۔ رشک کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کو متہم کرتے تھے۔ بندہ نے دریافت کیا کہ ناصبیان اور مرجیان کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ناصبی رافضی کو اور مرجی خالص رجا کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور اصل ایمان درمیان خوف اور رجا ہے۔

اس کے بعد آپ نے مولانا نور الدین ترک رح کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ نفس گیرا رکھتے تھے۔ مرید کسی کے نہ ہوئے تھے۔ اور جس قدر تذکیر بیان فرماتے تھے اپنی قوت علم د

جابجا سے بیان فرماتے تھے۔ آپ کا ایک غلام تھا وہ مزدوری کرتا تھا۔ شام تک جو کچھ کما لاتا وہ آپ کی اور اس کی وجہ معاش کا باعث ہوتا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ مکہ شریف گئے اور جا کر وہیں رہ پڑے تھے۔ ایک شخص ساکن بندہ بان آپ سے ملاقی ہوا۔ اور دو من چاول آپ کی نذر گذرانے۔ آپ نے قبول فرمائے اور دو واپس دیئے۔ اس شخص کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ ایک مرتبہ سلطان رضیہ نے آپ کی خدمت میں زر خطیر بھیجا تھا اور آپ نے قبول نہ فرمایا تھا۔ اور لانے والے پر سخت خفا ہوئے تھے۔ آپ سے اس کا باعث دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا کہ میں اس زمانہ میں جوان تھا۔ اب وہ قوت اور وہ حدت مجھ میں باقی نہیں رہی کیونکہ ضعیف ہو گیا ہوں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ ہانسی گئے اور وہاں وعظ کہا۔ میں نے زبانی حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز سے سنا تھا کہ آپ نے مولینا نور ترک کا وعظ بہت سنا ہے۔ ہانسی میں بھی ان کی مجلس وعظ میں گئے۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور کبھی پیشتر کی ملاقات بھی نہ تھی۔ آپ کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر مولانا نور ترک نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو صراف سخن آپہنچا۔ اور بعدہ وعظ کہا اور اس میں حضرت شیخ الاسلام کی بہت تعریف بیان فرمائی۔

اس کے بعد گفتگو دربارہ تحریر تعویذات ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین نور اللہ مرقدہ نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح سے اجازت تحریر تعویذ طلب کی اور عرض کیا کہ خلق مجھے برائے تحریر تعویذ تنگ کرتی ہے اگر آپ کا حکم ہو تو لکھ دیا کروں۔ حضرت خواجہ قطب الدین رح نے فرمایا کہ اثر نہ تیرے ہاتھ میں ہے اور نہ میرے ہاتھ میں ہے۔ البتہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تم اسماء الٰہی اور کلام خدا لکھ دیا کرو۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا مجھے بھی اکثر خیال آیا کرتا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین رح سے اجازت تحریر تعویذات حاصل کروں لیکن

بوجہ نایافت موقع وقت حال عرض کرنے سے قاصر تھا۔

ایک روز حضرت مولانا بدر الدین اسحاق جو حضرت کی جانب سے لکھا کرتے تھے آپ کی مجلس میں حاضر نہ تھے۔ اور خلق برائے حصول تعویذ فراہم ہوئی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم تعویذ لکھو۔ میں نے تعمیل حکم کی لیکن خلق اللہ کا انبوہ کثیر ہو گیا تھا اور ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور اس وجہ سے تحریر تعویذ میں توقف ہوتا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نے یہ بھیڑ بھاڑ اور کتابت زیادہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تنگ تو نہیں آ گئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور پر سب روشن ہے۔

اس وقت آپ نے از راہ کمال مہربانی ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھے اجازت تحریر تعویذات بخشی۔ اب ہمیشہ تعویذات لکھ کر ارباب حاجت کو دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ روائے حاجات فرمائے گا۔

باونویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ رمضان [illegible]

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ اس روز جو شخص حاضر خدمت ہوتا تھا اپنے ہمراہ کوئی تحفہ برائے نذر حضرت مخدوم عالم و عالمیاں لاتا تھا اسی وقت ایک شخص آیا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا کوئی شے نذر نہ گزرانی حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کوئی چیز دو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ السلام فرید الدین گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور ہے کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اپنے ہمراہ کوئی تحفہ لاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمراہ کچھ بھی نہ لائے مجھے لازم ہے کہ میں کوئی شے اس کی نذر کروں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برائے طلب علم حاضر ہوتے تھے۔ اور وہاں سے علم سیکھ کر خلق اللہ میں اشاعت علم فرماتے تھے۔ اور لوگوں کی رہنمائی کا کام کرتے تھے اور استماع فوائد سے دوسروں

کو بھی ذرہ پہنچاتے تھے۔ اور مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب تک کوئی شے نہ چکھتے باہر تشریف نہ لے جاتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جو شے آپ کو صبح پہنچتی تھی اس کو وقت قیلولہ تک صرف فرماتے تھے۔

اور اسی طرح بعد از قیلولہ تا شام جو شے آپ کے ... تھی اس کو شام تک نفقہ فرماتے۔ غرض کہ رات میں کچھ نہ رکھتے تھے۔

اس وقت بندہ نے دریافت کیا کہ اسراف کیا ہے۔ اور حد اسراف کہاں تک ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ بے نیت دیں واسطے خدا کے نہ دیں۔ اگرچہ ایک دمڑی بھی دیں وہ بھی اسراف ہے اور اگر خدا کے واسطے تمام دنیا دے ڈالیں تو یہ اسراف نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو سعید ابو الخیر نور اللہ مرقدہ نہایت صاحب خیر و نفقہ تھے۔ کسی شخص نے آپ کی خدمت میں یہ حدیث پڑھی کہ لا خیر فی الاسراف شیخ ابو سعید نے اس کے جواب میں کہا لا اسراف فی الخیر۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کی ہمت جدا گانہ ہے اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ نے اپنے لڑکے اور غلام سے جس کو صلاحیت حاصل تھی۔ فرداً فرداً دریافت کیا کہ اپنی ہمت کا حال بیان کرو۔ لڑکے نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس بہت سے گھوڑے اور بہت زیادہ غلام ہوں۔ اور میں بڑی شان و شوکت سے بسر کروں۔ جب غلام سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جو شخص میرا تابع ہو اس کو آزاد کروں اور آزاد آدمیوں کو اپنی خوش خلقی اور احسان سے بندہ بناؤں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کی ہمت ہوتی ہے کہ مال دنیا جمع کرے۔ اور دوسرا یہ چاہتا ہے کہ دنیا اس کے پاس سے بھی نہ نکلے۔ لیکن ان دونوں سے بالاتر اس

شخص کی ہمت ہے۔ جس کا یہ خیال ہو کہ اگر دنیا حاصل ہو تو بہتر اگر نہ ہو تو زیادہ بہتر۔ دونوں حال میں خوش و خرم رہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کہتا ہے دنیا مجھے نہیں چاہیئے۔ یہ نہ چاہنا بھی اس کا چاہنے کی دلیل ہے۔ اصل میں خواست حق پر شاکر رہنا چاہیئے۔ بندہ کو چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا کام۔

اس کے بعد از راہ کرم مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ صدقہ فطر دیتے ہو۔ میں نے بسبیل استفہام عرض کیا کہ کیا مجھ پر واجب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نصاب کامل ہے تو دینا چاہیئے اور نصاب کامل ضروریات سے خارج ہوتی ہے ضروریات داخل نصاب کامل نہیں۔ ہاں اگر نقدانہ ہے اس میں سے ضرور دیا جائے گا۔ بندہ نے عرض کیا کہ اگر زر نقد نہ ہو۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ فرمایا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت میرے پاس بفضل الٰہی بہت کچھ ہے اور جس وقت میرے پاس کچھ بھی نہ تھا میں قرض وام کر کے دیتا تھا۔ کیونکہ یہ حدیث میں نے ملاحظہ کی تھی کہ روزۂ ماہ صیام صدقہ فطرہ دیتے تک زیر آسمان معلق رہتے ہیں۔

میں نے بعد استماع ان فوائد کے قبول کیا کہ ہمیشہ صدقہ فطر ادا کرتا رہوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود اپنا اور اپنے لونڈی غلام اور چھوٹے لڑکے بچوں کا صدقہ دینا چاہیئے۔

اس کے بعد میں نے ایک عرضداشت حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ جس وقت بندہ دیوگر میں تھا۔ میرے آزاد شدہ غلام نے ایک لونڈی پانچ تنکہ زر میں خریدی تھی جب لشکر بجانب دہلی واپس آنے لگا۔ اس وقت لونڈی کے ماں باپ کہیں سے آ گئے اور عجز و زاری و کمال شکستگی سے دس تنکہ زر پیش کیے کہ ان کو قبول کرے وہ لونڈی (ان کی لڑکی) ان کے سپرد کی جائے۔ میرا دل ان کا رونا دیکھ کر جلا اور میں نے اپنے پاس سے دس تنکہ زر بیچ کو دیے اور ان کی لڑکی دلا دی یہ فعل میں نے کیسا کیا۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ کام تم نے بہت اچھا کیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ بندہ نے یہ فعل بموافق مولانا علاؤالدین اصولی جن کا ذکر اس فوائد میں قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کیا تھا۔ کہ انہوں نے ایک بڑھیا قوم کی اہیرن ساکن کتھیرا کو اسی طرح تالاب پہ لے جا کر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اپنے مکان کو چلی جائے۔

جب یہ حکایت تمام ہوئی ایک دانشمند نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دختر حاتم طائی گرفتار ہو کر آئی تھی۔ اور اس نے اپنے باپ کے اوصاف آپ سے بیان کیے تھے کہ آپ نے اس کو آزاد فرمایا تھا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو ہر ایک طاعت مالی بدنی یا خلقی کرنی چاہیئے کہ اگر ان میں سے ایک بھی قبول ہو گئی۔ تمام کام اس کے بن جائیں گے۔

اور اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ سعادت کے قفل کی بہت سی کنجیاں ہیں۔ اور نہیں معلوم کہ اس میں کون سی تالی لگے گی۔ پس تمام تالیوں سے قفل کھولنا چاہیئے۔ کہ اگر ایک سے نہ کھلے۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے سے ضرور کھل جائے گا۔

ترنویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۲۳ ماہ رمضان عمت بیانہ

سنہ مذکور

کو دولت دست بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو احتیاط وضو کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وضو میں اس قدر احتیاط شرط ہے کہ دل اس شخص کا اس وضو کو قبول کرے۔ وضو کر کے چند قدم چلنا یا لیٹ جانا اس کی اصل نہیں ہے۔

اس کے بعد گفتگو اس بارہ میں ہوئی کہ اگر کسی شخص کو مرض سلسل بول ہو یا دائم نکسیر چھٹی ہو۔ یا ایسا ہی کوئی اور مرض ہو۔ وہ شخص وضو کس طرح سے کرے۔ آپ نے

ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے دائم خون رواں رہتا ہے۔ میں وضو کرنے کے لیے کیا تدبیر کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرو اور زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں۔ اگر خون بمقدار زیادہ رواں ہو گا وہ نماز اسی وضو سے ہو جائے گی۔

اس کے بعد گفتگو نماز اور حضور نماز کے بارہ میں ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایسا سنا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ بیرون از نماز جس جگہ تشریف فرما ہوتے اکثر سجدے کیا کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ امر صحیح ہے میں نے آپ کو اس طور سے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک روز آپ حجرے میں تھے۔ اور میں بیرون حجرہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کھڑے ہیں اور گھڑی گھڑی سجدے میں جاتے ہیں اور سر اٹھا کر یہ مصرعہ پڑھتے ہیں ؎

از سر تو میریم واز برائے تو زیم

اس کے بعد گفتگو آپ کے حال وصال کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ محرم کی پانچویں رات کو زحمت آپ پر غالب ہوئی۔ نماز عشاء بجماعت ادا کی اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ جب ہوش ہوتا حاضرین سے دریافت فرماتے کہ میں نے نماز عشاء پڑھی ہے یا نہیں۔ عرض کیا جاتا کہ آپ بجماعت پڑھ چکے ہیں۔ فرماتے کہ ایک مرتبہ اور پڑھ لوں خدا جانے پھر نصیب ہو یا نہ ہو۔

الغرض آپ دوبار نماز پڑھتے اور پھر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش آتا اسی طرح کرتے۔ اس شب آپ نے تین مرتبہ نماز عشاء پڑھی اور قبل از نماز صبح رحمت حق سے پیوست ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چونویں مجلس

روز یک شنبہ تاریخ ۱۲ ماہ ذیقعدہ [illegible]ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو اصحاب شغل و مردان چاکری پیشہ کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مردان چاکری پیشہ سے شغل ذکر و اذکار کم ہو سکتے ہیں اور اکثر سے بالکل نہیں ہو سکتے۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایام گزشتہ میں ایک شخص حمید نامی دہلی میں طغرل کا نوکر تھا۔ یہی طغرل لکھنوتی کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ القصہ یہ طغرل کے نوکر تھے۔ اور پیوستہ اس کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک روز حمید طغرل کی خدمت میں حاضر تھے کہ انھوں نے ایک صورت دیکھی اور وہ یہ کہہ کر کہ اے حمید تو اس شخص کے آگے کیوں کھڑا ہے۔ غائب ہو گئی۔

خواجہ حمید معاً تنہا اس امر سے حیران ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دوسرے روز پھر یہی واقعہ ہوا۔ اور وہ صورت فوراً غائب ہو گئی۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس مرتبہ حمید نے کہا کہ میں ان کا نوکر ہوں۔ ان کی خدمت مجھ پر لازم ہے۔ یہ مجھ کو تنخواہ دیتے ہیں۔ اس صورت نے جواب دیا کہ تم عالم ہو اور یہ جاہل۔ تم آزاد ہو اور یہ بندہ ہے۔ تم صالح ہو اور یہ فاسق ہے۔ یہ کہہ کر وہ صورت غائب ہو گئی۔ حمید کے دل پر اسی وقت خاص اثر ہوا۔ بادشاہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ میں آپ کی چاکری نہیں کرتا۔ میرا حساب کر دیجئے۔ بادشاہ مستعفی ہونے کا ذکر سن کر بہت ناراض ہوا۔ اور کہا کہ تم دیوانے تو نہیں ہو گئے ہو کہ بلا وجہ و بلا سبب نوکری چھوڑتے ہو۔ خواجہ حمید نے عرض کیا کہ آپ کچھ ہی سمجھئے مجھے آئندہ ملازمت منظور نہیں ہے۔

جس وقت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر اس حکایت کو یہاں تک بیان فرما چکے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ صورت مردان غیب سے کوئی شخص ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں جب آدمی کا دل صاف ہو جاتا ہے اسے ایسی بہت سی صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔

اشغال قبیح سے دل پر زنگ رہتا ہے اور سے کچھ نہیں دیکھتا۔ جب دل صاف ہوا ایسے ایسے بہت واقعات دکھائی دیتے ہیں۔۔

اور اسی وقت یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ؎

آں نافہ کہ تبتی ہمہ با تو در گلیم است

تو از سیہ گلیمی بوئے ازاں نداری

اس کے بعد پھر بقیہ حکایت خواجہ حمید کی بیان فرمائی کہ جب خدمت ملک سے رخصت ہوئے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے میں نے ان کو دیکھا تھا۔ مرد اہل حال صاحب حل تھے۔ کبھی کبھی وعظ بھی فرماتے تھے۔ درویشی اور طاعت میں مستقیم الحال تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نے آپ سے فرمایا تھا کہ تم اندپت میں رہو۔ کیونکہ تم اس وقت بمثال ستارہ ہو۔ اگرچہ ستارہ کی آفتاب اور ماہتاب کے روبرو کچھ روشنی نہیں ہوتی۔

خواجہ حمید نے فرمان پیر سنتے ہی قبول کیا۔ لیکن اسی رات ان کے سات دوستوں نے عزم سفر حج کیا۔ علی الصباح حمید حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے مرضداشت کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضرت نے اجازت مرحمت کی۔ عرض کیا کہ میں اندپت میں بہت رہ چکا ہوں۔ وہاں رہنے کی مجھے خواہش نہیں ہے۔ میرے چند دوستوں نے حج کا ارادہ کیا ہے۔ اگر مخدوم مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ حصول سعادت حج کے واسطے جاؤں۔ حضرت شیخ الاسلام نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اور حمید دولت حج سے مشرف ہو کر واپس آتے تھے۔ کہ راہ میں انتقال فرمایا۔

اس روز ایک جوان نے تجدید بیعت کی۔ ان دنوں اس کو کسی طرح کی ایذا پہنچی تھی آپ نے یہ بیت اس کے بارہ میں زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ؎

اے بسا شیر کاں ترا آہو ست

اے بسا درد کاں ترا دارو ست

پچپنویں مجلس

بروز دوشنبہ تاریخ ۱۲ ماہ ذیقعدہ ۶۵۵ھ ہجری

کو دولت دست بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو استقرار توبہ و استقامت بیعت کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی شیخ کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس سے بیعت کرتا ہے۔ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کرتا ہے۔ لازم ہے کہ اپنے قول پر ثابت قدم رہے اور جو اس کی طبیعت میں پریشانی ہے اور یقین اس کا ڈانواں ڈول ہے۔ اس کو مرید نہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ جب میں حضرت شیخ الاسلام کی بیعت سے مشرف ہو کر واپس آتا تھا! رستہ میں مجھے ایک مقام پر کمال تشنگی غالب ہوئی۔ اس وقت لو چل رہی تھی۔ اور پانی بہت دور تھا۔

اسی وقت مجھے ایک سید علوی عماد نامی ملا جسے میں پہچانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے بڑے زور سے پیاس لگ رہی ہے اگر پانی کا نشان تم کو معلوم ہو تو مجھے بتاؤ۔ اس نے جواب دیا۔ کہ پانی یہاں سے بہت دور ہے۔ مگر میرے پاس ایک مطہرہ ہے اس میں سے پانی پی لو۔ میں نے مطہرہ میں سے پانی نکالا۔ وہ شراب یا بھنگ تھی میں نے الٹی ڈال دی۔ اور عماد سے کہا کہ میں ہرگز ہرگز نشہ کی چیز نہ پیوں گا۔ خواہ زندہ رہوں یا مر جاؤں۔ عماد نے مجھے بہت کہا کہ تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو اس کو پیو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ میں ہرگز نہ پیوں گا۔ یہ کہہ کر میں روانہ ہو گیا۔ برکت حضرت شیخ الاسلام سے تھوڑی دور جا کر مجھے آب مصفا ملا۔ کہ میں سیراب ہوا۔

اس کے بعد حکایت خواجہ حمید الدین صوفی السوالی الناگوری مرید حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری نور اللہ مرقدہٗ کی بیان فرمائی کہ جب وہ تائب ہوئے اور خرقہ حاصل کیا ان کے پرانے دوست آئے اور حرفت پیشینہ کرنے کے واسطے اصرار کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ اس سے ان کا اصرار بڑھا۔ آخر خواجہ حمید نے ان کو یہ

کہ کرو حکم کیا کہ میں نے اپنا ازار جامہ اس قدر مضبوط باندھا ہے کہ فردائے قیامت حوران بہشتی پر نہ کھولوں گا۔

چھپنویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۱ ماہ ذی الحجہ [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ اس ماہ کی ۱۳ تاریخ تک روزہ نہیں رکھ سکتے۔ اس سے ایام بیض کے روزوں میں ایک دن کی کمی آتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ماہ میں بجائے سترھویں کے سولھویں کو روزہ رکھا کرتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ روزے ایام بیض کے بہ نزد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چودہ پندرہ و سولہ تاریخ کو رکھنا چاہیئے۔ اس وقت کھانا سامنے لایا گیا جس میں چاول بھی تھے۔ میں نے عرض کیا کہ الارز منی حدیث شریف ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں صحیح ہے۔

اس کے بعد اس بارہ میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ دسترخوان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی کھانے موجود تھے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کھانے میں شریک تھے ہر شخص ایک کھانے کو اپنی جانب منسوب کرتا تھا۔ کوئی الحمد منی کوئی کچھ اور کوئی کچھ کہتا تھا۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الارز منی واللہ اعلم بالصواب۔

ستاونویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۳ ماہ ذی الحجہ [illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ جب فارغ ہوئے طشت و آفتابہ لایا گیا۔ اس وقت آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اہل عرب چلچی اور آفتابہ کو ابوالیاس کہتے ہیں۔ یعنی مایہ ناامیدی کہ اس کے بعد پھر اور کھانا مدد برد نہیں لایا جاتا۔

اور اسی وقت بطور مزاح فرمایا کہ ہندوستان میں ابوالیاس برگ تنبول ہے کہ اس کے بعد دوسرا کھانا نہیں لاتے۔

یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ عرب میں پان نہیں ہوتا۔ اس لیے طشت و آفتابہ کو ابوالیاس کہتے ہیں۔ اور نمک کو ابوالفتح۔

اٹھاونویں مجلس

روز دوشنبہ ۲۴ ماہ ذی الحجہ سنہ [illegible]

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو در بارۂ طعام ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا نیک آدمی کو دینا چاہیئے۔ اور نیک کے ساتھ کھانا چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ متقی کے ساتھ کھانا آسان ہے۔ لیکن متقی کو دینا مشکل ہے کہ وہ بنایت کیاب ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے ہاں دس مہمان آئیں۔ اس کو کیونکر معلوم ہوگا۔ کہ اس میں متقی کون سا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مشارق میں یہ حدیث مرقوم ہے کہ طعام ہر شخص کو دینا چاہیئے اور سلام بھی ہر شخص کو کرنا چاہیئے خواہ وہ شناسا ہو یا ناشناسا ہو۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت ابراہیم ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ایک روز ایک مشرک آپ کا مہمان ہوا۔ حضرت ابراہیم نے جب اس کو اسلام سے بیگانہ پایا کھانا نہ دیا اسی وقت فرمان خدا صادر ہوا کہ اے ابراہیم ہم نے اس کو جان دے رکھی ہے اور تم سے ایک روٹی نہیں دی جاتی۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ بداؤں میں ایک شخص تھا صائم الدہر ہر روز بوقت افطار دہلیز میں بیٹھ کر اپنے غلاموں کو مہمان کی تلاش میں بھیجتا اور اس کے ساتھ افطار کرتا۔ اور اندر سے جا کر کھانا کھلاتا تھا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ قبل ازیں ایک شہر میں چند صوفی مرید شیخ

بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے آکر مہمان ہوئے۔ ان میں شیخ علی کھوکھری اور سعید قریشی بھی تھے کھانا ان کے سامنے رکھا گیا۔ سب نے برغبت تمام کھانا شروع کیا میرے پاس ایک شخص شرف پیادہ نامی میٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ یہ شرف پیادہ مجرد تھا۔ سعید قریشی کی نگاہ جب شرف پیادہ پر پڑی انھوں نے مع چند دیگر آدمیوں کے ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور مجلس طعام سے باہر چلے گئے۔ میں سخت حیران ہوا کہ یہ لوگ کیوں چلے گئے اور سبب نفرت کیا ہوا ہے۔ کسی نے جواب دیا کہ وہ ایک مرد مجرد کو دیکھ کر چلے گئے ہیں۔ ایسے شخص کے ساتھ کھانے سے ان کو نفرت ہے۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ مجھے ان کے اس اعتراض اور سبب نفرت پر ہنسی آئی اور میں نے کہا کہ یہ کہاں مروی ہوا ہے کہ مرد مجرد کے ہمراہ کھانا نہ کھاؤ۔ آخر یہ کیسی نفرت ہے۔ بلاوجہ ایسا استنکاف نہ ہونا چاہیئے۔

اس وقت میں نے عرض کیا کہ بندہ نے سعید قریشی کو دیکھا تھا کہ وہ بالکل اس حال سے مختلف تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ غایت طلبی سے ایسی ہی شامت آتی ہے۔

اس کے بعد ذکر شب معراج ہوا۔ ایک عزیز حاضر تھا اس نے عرض کیا کہ معراج کس طرح ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مکے سے بیت المقدس تک اسرا تھا۔ اور بیت المقدس سے فلک اول تک معراج تھی۔ اور فلک اول سے مقام قاب قوسین تک اعراج تھی۔

یہ سن کر اس عزیز نے زیادہ دریافت کرنا چاہا۔ اور بیان کیا کہ جسم اور روح کو آپ کی ایک ہی وقت معراج ہوئی تھی۔ یہ قیاس و عقل سے باہر ہے۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ مصرعہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ؎

ذظن خیرا ولا تسأل عن الخبر

یعنی گمان نیک رکھو اور تحقیق حال کا فکر نہ کرو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان سب پر ایمان رکھنا چاہیئے اور تفتیش و تحقیق میں غور نہ کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد اس مصرعہ کی موزونی کا سبب بیان فرمایا کہ ایک شخص کا محبوب رات کو آیا تھا۔ اس نے اس آنے کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

جاء نی فی قمیص اللیل مستترا ۔۔۔ یقارب الخطو من خوف ومن حذر
فکان ما کان مما لست اظھرہ ۔۔۔ فظن خیرا ولا تسئل عن الخبر

ترجمہ۔ اس کا یہ ہے کہ آیا میرا محبوب بوقت شب چھپا ہوا۔ ڈرتا ہوا خطرہ سے پس میں ظاہر نہیں کرتا جو مجھے معلوم ہوا۔ پس گمان نیک کرو اور خبر مت پوچھو۔

اُنسٹھویں مجلس

روز دوشنبہ۔ تاریخ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس روز خاکسار بدایوں سے واپس آیا تھا۔ ان بزرگان دین کا ذکر ہوا جو حوالی شہر بدایوں میں مدفون ہیں بندہ نے عرض کیا کہ اس مرتبہ لشکر میں اچھی کیفیت رہی اور میں نے بدایوں میں اکثر اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کی جس میں سے چند اسما یاد ہیں کہ والد بزرگوار ان مخدوم عالم و عالمیان مولانا علاؤالدین اصولی۔ مولانا سراج الدین الدین ترمذی۔ مولانا خواجہ شاہی موئے تاب۔ خواجہ عزیز کی خواجہ عزیز کوآل۔ خواجہ شادی لکھنوتی۔ خواجہ جمال ملتانی۔ میں ان بزرگان دین کے نام لیتا تھا اور حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے میرے ساتھ ہر ایک کا نام لیتے تھے۔

جب قاضی جمال ملتانی کا ذکر و نام آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بدایوں میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے وضو کر رہے ہیں۔ قاضی جمال بیدار ہوتے ہی وہاں گئے۔ دیکھا کہ فی الواقع جگہ تر تھی۔ واپس آکر اپنے احباب کو وہ مقام دکھایا۔ اور اپنی قبر اسی جگہ بنانے کی وصیت کی کہ بعد وفات مجھے اسی جگہ دفن کرنا۔

جب آپ کا انتقال ہوا وصیت آپ کی پوری کی گئی اور مزار اسی جگہ بنایا گیا۔

الحمد للہ رب العالمین۔

ساٹھویں مجلس

روز سہ شنبہ بتاریخ ۲۶ ماہ محرم الحرام

سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو روزہ کی فضیلت میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے

للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ عند لقاء الرحمٰن

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرحت جو عند الافطار حاصل ہوتی ہے وہ فرحت اکل و شرب نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرحت اتمام صوم ہے یعنی جب روزہ تمام ہوتا ہے فرحت حاصل ہوتی ہے کہ الحمد للہ یہ طاعت میری پوری ہوئی اور امیدوار نعمت رویت ہوا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہر طاعت کی جزاء معین ہے۔ اور جزاء روزہ نعمت دیدار ہے۔ ہر آئینہ صائم اتمام پر شاد ہوتا ہے کہ اس کو اس نعمت کے حصول کی اُمید کامل ہو جاتی ہے۔

اسی وقت ذکر حدیث الصوم لی وانا اجزی بہ ، کا ہوا۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ بجائے الصوم لی کے الصائم لی بھی سنا گیا ہے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اجزی بہ کے معنی اجزی لہ ہیں۔ اس کے بعد اس کے سخن کی اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ اس حدیث میں یہ معنی لازم ہے۔

اس کے بعد گفتگو صبر کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر بمعنی حبس بھی آیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اصبروا الصابر۔ واقتلوا القاتل۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کا نشان بھی ہے اور یہ قصہ اس طرح ہے۔ عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص کسی شخص کے تعاقب میں تلوار ننگی کیے دوڑا تھا اور وہ شخص ڈر کر بھاگتا جاتا تھا کہ یہ تیغ کشیدہ مجھے مار نہ ڈالے۔ اس وقت ایک شخص سامنے سے آیا اور اس خوف زدہ کو روک لیا کہ مرد متعاقب نے پہنچتے ہی تلوار سے مار ڈالا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اصبروا الصابر۔ واقتلوا القاتل یعنی روکنے والے کو قید کرو اور قاتل کو مار ڈالو۔

اس کے بعد گفتگو اس بارہ میں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی جگہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کام کرے گا وہ شخص بہشت میں میرے پاس رہے گا۔ اور انگشت شہادت و انگشت وسطی کو ملا کر اس کی تمثیل بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ مجھ سے ایسا نزدیک رہے گا جیسے یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں اور وہ یکجا رہیں گے۔ بلکہ یہ اشارت درجہ ہے کہ اس کام کا ثواب پورا پورا میرے برابر ملے گا۔ اگرچہ انگشت سبابہ انگشت مسبحہ سے بلند تر ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں انگلیاں برابر تھیں۔

اکسٹھویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۳ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر

سنہ ۷۱۹ ہجری

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو عصمت اور توبہ کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیر ہرات شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عنایت الٰہی دو چیزیں ہیں اور یہ دونوں بغایت عزیز ہیں۔ یا عصمت اول میں ہونی چاہیے یا توبہ آخر میں میسر ہو۔

اس وقت گفتگو زہد و تقویٰ کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ متقی وہ شخص ہے جو کبھی لوث گناہ سے ملوث نہ ہوا ہو۔ اور تائب وہ ہے جس نے گناہ کیے ہوں اور ان سے لذت حاصل کر کے تائب ہوا ہو۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ متقی اور تائب دونوں برابر ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ تائب فاضل تر ہے متقی کا کم رتبہ ہے کیونکہ یہ شخص ذوق معصیت حاصل کر چکا ہے اور تائب ہو کر ان کیفیات ولذائذ نفسانی کا تارک ہوا ہے۔ صبر کرتا ہے دل کو مضبوط رکھتا ہے۔ قوی مزاج ہے کہ گرد گناہوں کے نہیں پھٹکتا۔ اور بعضوں کا مقولہ ہے کہ متقی فاضل تر ہے کہ وہ کبھی گرد معصیت کے نہیں نکلتا ہے۔

اس کے بعد صحت ہر دو اقوال میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ اسی معاملہ میں دو شخصوں کی بحث ہوئی۔ ایک متقی کو افضل اور دوسرا تائب کو افضل بتلاتا تھا۔ گفتگو زیادہ بڑھنے پر وہ اس عہد کے پیغمبر کے پاس فیصلہ کے واسطے گئے۔ پیغمبر نے کہا کہ میں خود اس امر میں حکم نہیں دے سکتا۔ منتظر وحی ہوں۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ویسا تم سے کہوں گا۔

اسی وقت حکم الٰہی ہوا کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ اب یہ اپنے گھر جائیں اور علی الصباح جو شخص سب سے پیشتر ان سے ملاقی ہو اس سے دریافت کریں۔ ہر دو شخص حسب الفرمان اپنے مکان کو گئے اور علی الصباح گھر سے باہر آئے اول شخص جو ان کو ملا وہ جولاہا تھا۔ انھوں نے اس سے سوال کیا۔ کہ اے خواجہ ہم دونوں ایک مشکل میں پڑے ہوئے ہیں۔ تم اس کو حل کرو۔ اس نے مشکل پوچھی۔ انھوں نے صورت مسئلہ بیان کی۔ بجواب ان کے اس شخص نے کہا کہ اے خواجہ میں ایک مرد نورباف ہوں علم مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہے۔ میں یہ مشکل کس طرح حل کر سکتا ہوں۔ لیکن اس قدر جانتا ہوں کہ میرے تانے میں بے شمار تار ہوتے ہیں بعضے ٹوٹ جاتے ہیں میں ان کو جوڑ دیتا ہوں۔ میرے نزدیک جو تار نہیں ٹوٹا ہے وہ ٹوٹے ہوئے سے بہتر ہوتا ہے۔ دونوں شخص یہ حکم سن کر پیغمبر وقت کی خدمت میں آئے اور ماجرائے گزشتہ عرض کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جواب تمہارا یہی تھا۔

اس کے بعد حکایت دنیا و مال و حشمت دنیا حاصل ہونے سے خلق کو غرور ہو جاتا

ہے۔ ہوئی۔

اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑھیا عورت سیہ فام چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی دیکھی۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میں دنیا ہوں۔ آپ نے پوچھا تو نے کتنے شوہر کیے۔ ان میں سے کسی نے تجھے طلاق دی یا نہیں۔ دنیا نے کہا کہ میں نے بے حساب وبے انداز شوہر کیے ہیں۔ ان کی تعداد اللہ کو معلوم ہے۔ میں نے سب کو کھا لیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ درویشی میں راحت تمام ہے اور وہ تمام آفات سے ایمن ہے۔ درویش کی نہایت سختی یہ ہوتی ہے کہ رات کو اسے فاقہ ہو لیکن اس کی یہ معراج ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہوا جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کی محبت ان کے دلوں پر مستولی ہو جاتی ہے۔

اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ کسی شخص نے حضرت شیخ فریدالدین سے اس امر کا تذکرہ کیا کہ فلاں شخص کے پاس بہت زیادہ مال ہے اور وہ مطلق خرچ نہیں کرتا کہتا ہے کہ مجھے خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ شیخ الاسلام فریدالدین نے یہ سنتے ہی تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ تمام بہانے ہیں۔ اگر وہ مجھے وکیل خرچ کرے۔ میں دو تین روز میں اس کا تمام خزانہ خالی کر دوں گا۔ اور ایک کوڑی اس کی اجازت کے بغیر نہ دوں گا۔

اس کے بعد گفتگو اس امر میں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ معطی اور واہب العطایا ہے اللہ تعالیٰ جس کو دیتا ہے کون ہے جو اس کو منع کرے۔ اور نہ دینے دے۔

اسی وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان شمس الدین نے بدایوں میں ایک میدان بنایا تھا جس میں وہ چوگان بازی کرتے تھے۔ اس کے دو دروازے تھے۔ ایک روز سلطان چوگان بازی کرتے ہوئے دروازہ کے پاس گئے وہاں ایک مرد ضعیف شخص نے سوال کیا کہ سلطان نے اس کو کچھ عنایت نہ فرمایا اور چوگان بازی کرتے ہوئے دوسرے

دروازہ پر پہنچے۔ وہاں ایک جوان سستہ کھڑا تھا۔ سلطان نے بلا طلب جیب میں سے چند اشرفیاں نکال کر اس کو مرحمت فرمائیں اور اس وقت کہا کہ درحقیقت معطی اللہ تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے دلاتا ہے۔ میں کون دینے والا ہوں۔ اگر میں دینے والا ہوتا اس مرد ضعیف کو دیتا اور اس جوان سستہ کو کبھی نہ دیتا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین التمش کے سامنے بداؤں میں چند آم جو اس دیار میں عمدہ ہوتے تھے لائے گئے۔ سلطان نے کہا کہ ان کا نام پوچھا۔ آم بتلایا گیا۔ سلطان نے کہا کہ ہماری زبان ترکی میں آم ایک نہایت مکروہ چیز کو کہتے ہیں۔ ان کا نام نغزک رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کا یہی نام ہو گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ سلطان شمس الدین نے شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہما کو دیکھا تھا بلکہ ان ہر دو بزرگوار میں سے کسی نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم بادشاہ ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد گفتگو در بارۂ ترک دنیا ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیتھل میں ایک بزرگ تھے ان کو شیخ صوفی بدہنی کہتے تھے۔ وہ تارک عظیم تھے مگر ستر عورت رکھتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھانے کا تارک ہوگا۔ اور نہ کھانے سے ہلاک ہو جائے گا وہ اس امر کی سزا پائے گا۔ اور جو ستر عورت ڈھانکنا چھوڑے گا اس کو بھی عذاب ہوگا۔ لیکن شیخ صوفی ان دونوں باتوں سے دور تھے۔

اس کے بعد در بارۂ ترک دنیا یہ حکایت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ جس قدر فتوح آپ کے پاس آتی تھی آپ کل خرچ فرما دیتے تھے کہ بوقت تجہیز و تکفین آپ کی لحد کے واسطے کچی اینٹیں بھی نہ تھیں۔ لاچار حجرہ کے کوسے ڈھانے لگے۔ اور اینٹیں نکال کر قبر میں لگائی گئیں۔

باسٹھویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۲۷ ماہ ربیع الاول ۷۱۸ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو بادشاہوں کے شعر سننے کے بارہ میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین نے دربار عام کیا تھا۔ ناصر شاعر نے سلطان کی مدح میں یہ قصیدہ پڑھا کہ مطلع اس کا یہ ہے ؎

اے فتنہ از نهیب تو زنهار خواسته

تیغ تو مال و پیل ز کفار خواسته

سلطان اثنائے استماع قصیدہ میں دیگر مہمات ملکی میں مشغول ہو گئے اس عرصہ میں ناصر نے کئی شعر پڑھے۔ جب سلطان ان معاملات سے فارغ ہوئے ناصر سے ارشاد فرمایا کہ ہاں ؎

اے فتنہ از نهیب تو زنهار خواسته

تیغ تو مال و پیل ز کفار خواسته

سے آگے پڑھو۔ اس وقت حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ سلطان شمس الدین کا حافظہ کس قدر قوی تھا کہ باوجود اشتغال امور مملکت اس مطلع کو یاد رکھا اور ناصر سے آگے پڑھنے کے واسطے ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد ان کے عقیدۂ خوب کے بارے میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ وہ رات کو جب سوتے ہوئے جاگتے وضو کرتے اور دو رکعت نماز پڑھ کر سو رہتے اور پانی گرم کرنے یا لانے کے واسطے کسی کو تکلیف نہ دیتے۔

تریسٹھویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۸ ماہ ربیع الآخر ۷۱۸ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو روزہ رکھنے اور سحری کھانے کے بارہ میں ہو رہی تھی

آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ العزیز سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص سحری کھاتا ہے مگر روزہ نہیں رکھتا۔ اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے کہا کہ اس سے کہو کہ سحری کھائے اور چاشت اور شام کو بھی خوب کھائے مگر اپنا وقت طاعت خدا میں صرف کرے۔ اور معصیت نہ کرے۔

اس وقت میں نے عرض کیا کہ یہ آیت اس بارہ میں ہے کہ کلوا من الطیبات خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا ان طیبات کی نسبت بندہ نے عرض کیا کہ اصحاب کہف نے جوان کی طعام کہا تھا وہ کونسا کھانا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد وہ کھانا تھا جو ان کا مرغوب طبع تھا۔ اور بعض کے نزدیک مقصود اس سے چاول ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چونتیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ چہاردہم ماہ جمادی الاول
۷۱۹ھ ہجری

کو سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو ان بزرگوں کے بارہ میں ہو رہی تھی جو ہمیشہ مستغرق بیاد حق رہتے ہیں۔ آپ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک بزرگ صاحب حال سے کسی نے کہا کہ جب آپ کو مشغولی حق حاصل ہو اس وقت میری یاد فرمایئے۔ اور میرے واسطے دعا مانگئے۔ اس درویش نے جواب دیا کہ ایسا ہونے سے میرے حال پر سخت افسوس ہوگا۔ کہ اس وقت تمہاری یاد آئے۔

اسی وقت یہ حکایت خواجہ عزیز کی بیان فرمائی کہ وہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ بدایوں میں رہتے تھے۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایسا سنا گیا ہے کہ وہ زندہ چڑیاں نگل جاتے تھے اور کچھ دیر بعد ان کو حلق سے زندہ نکال کر اڑا دیتے تھے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ حال اور واقعہ نہیں دیکھا لیکن زبانی خلق سنا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایسا بھی سنا گیا ہے کہ وہ جاڑے کے موسم میں جلتے ہوئے

تنور میں داخل ہوتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے اور بعد وہ سلامت نکلتے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ در اصل کرک کے رہنے والے تھے اور چوڑی کا فروش تھے لیکن اس حال میں بھی مستغرق بیاد الٰہی رہتے تھے۔ کرک کے حاکم نے زبردستی ان کو قید کر دیا تھا۔ جب لوگوں نے آپ کی نیک بختی و خدا شناسی کا حال بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا اس نے رہائی بخشی۔ لوگ مجلس سے نکالنے کے واسطے گئے مگر آپ باہر نہ آئے اور ارشاد فرمایا کہ جب تک میں اس والی شہر کو بارگاہ الٰہی سے سزا نہ دلوا لوں گا باہر نہ آؤں گا۔ چنانچہ چند روز بعد والی شہر کو سخت نقصان مالی و بدنی پہنچا۔ اس وقت آپ مجلس سے برآمد ہوئے۔

پینتیسویں مجلس

روز جمعہ تاریخ ۲۳ ماہ جمادی الاول ۷۱۹ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو سفر و زیارت خانہ کعبہ کے بارہ میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ حج کو جاتے ہیں۔ حج ادا کر کے آتے ہیں مگر بعد واپس آنے کے ہر جگہ اس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں مقام پر فلاں شے دیکھی اور وہاں ایسا ایسا ہوتا ہے۔ یہ امر لغایت نازیبا ہے۔ اس وقت کسی شخص نے عرض کیا کہ سفر حج میں کبھی کبھی نماز قضا ہو جاتی ہے کہ سبب اس کا تنگی آب یا مشقت منزل ہوتا ہے۔

اس وقت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ لاہور میں ایک واعظ اچھا وعظ کہنے والا تھا۔ اور اس کے وعظ میں اثر بھی تھا کہ مجلس وعظ میں بہت سے لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے تھے۔ خیر وہ حج کو گیا۔ جب واپس آیا وہ تاثیر اس کے وعظ سے جاتی رہی تھی۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ بیان کیا کہ راستہ میں میری کئی نمازیں قضا ہو گئی تھیں یہ سب اسی کی شومت ہے۔

چھیاسٹھویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۵ ماہ جمادی الآخر ۷۱۹ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو آداب پیری و مریدی کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیر کو مرید سے کسی قسم کی طمع نہ رکھنی چاہیئے۔

اس وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی مرید اپنے پیر کی خدمت میں چند خربوزہ لے گیا تھا اور نذر گزرانے تھے۔ مگر پیر نے قبول نہ فرمائے اور واپس کر دیئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ اس مرید کی خدمت آپ نے کیوں رد فرمائی۔ انھوں نے جواب دیا کہ جس طرح کار دین میں مرشد کو مرید کا محتاج ہونا عیب ہے اسی طرح کار دنیا میں بھی مرید کا محتاج نہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد گفتگو اس امر میں ہوئی کہ مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سر زمین پر رکھتے ہیں۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ میں خلق کو ایسی تعظیم کرنے سے منع کروں لیکن میں نے یہ خیال کیا کہ یہی امر حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ہوتا تھا اور آپ منع نہ فرماتے تھے۔ پس میں نے بھی درگزر کیا۔

اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ جو لوگ آپ کے مرید ہیں اور ارادت لائے ہیں یا شرف بیعت سے مشرف ہوئے ہیں یہ ارادت و بیعت پیر کی عشق و محبت سے عبارت ہے اور جب کہ حکایت عشق و محبت درمیان میں آئی اس وقت سر زمین پر رکھنا کچھ بڑی بات نہیں ہے۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر حکایت ہذا بیان فرمائی کہ میں نے زبانی شیخ الاسلام فریدالدین نور اللہ مرقدہ کے سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے اس وقت ایک مرید نے حاضر ہو کر شیخ کے زانو کو بوسہ دیا۔

اس وقت شیخ نے فرمایا کہ اس سے نیچے اس نے آپ کے پیروں کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی نیچے۔ اس نے زمین کو بوسہ دیا۔ اس وقت شیخ نے فرمایا کہ میرا مقصود نیچا کہنے سے کچھ زمین کو بوسہ دلوانا منظور نہ تھا۔ بلکہ جس قدر تو فروتنی سے نیچا ہو کر

بوسہ دیتا تھا اسی قدر تیرے مراتب بلند ہوتے تھے۔

اس کے بعد گفتگو درباره درویشاں ہوئی۔ جن کو حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت کے خلفاء سے عارف نامی ایک شخص تھے۔ حضرت نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر جانب سیوستان روانہ فرمایا تھا اور ان کو عطاء خلافت اس وجہ سے ہوئی تھی کہ وہ ملتان یا اوچ کے کسی رئیس کے پیش امام تھے۔

الغرض ایک مرتبہ اس رئیس نے سو تنکہ زر عارف کو دیئے کہ وہ بطریق نذر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کریں۔ عارف نے آدھے خود رکھے اور پچاس تنکہ زر حضرت شیخ الاسلام کی نذر گزرانے۔ شیخ الاسلام نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے عارف تم نے خوب تقسیم برادر وار کی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شرمندہ ہوئے اور بقیہ پچاس تنکہ زر حضرت کی خدمت میں نذر گزرانے۔ آپ نے ان کو دے دیئے اور فرمایا کہ پیر کی خدمت میں خیانت نہ کرنا چاہیئے۔ اس وقت انھوں نے تجدید بیعت کی درخواست کی حضرت شیخ الاسلام نے منظور فرمائی۔

اس کے بعد انھوں نے خانقاہ میں رہنا اختیار کیا۔ ریاضت اور مجاہدات شاقہ کیے۔ جب ان کو طریق درویشی میں استقامت حاصل ہوئی۔ شیخ الاسلام نے اجازت بیعت دے کر سیوستان بھیجا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

سرسٹھویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۳ ماہ رجب ۷۱۹ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو پندار اور عونت کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مرد کب بد ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب خود کو کوئی چیز اور اچھا سمجھنے لگتا ہے۔

اور اسی وقت حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ فرزوق نامی شاعر

تھا ایک مرتبہ وہ اور حضرت حسن بصری رح ایک مجلس میں حاضر تھے۔ اس وقت کسی نے زور سے پکار کر کہا کہ بہترین مرداں و بدترین ایشاں اسی مجمع میں موجود ہیں۔ فرزدق شاعر نے یہ سنتے ہی حضرت حسن بصری رح سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی آواز سنی۔ خواجہ حسن نے ایجاب کیا اور ارشاد فرمایا کہ واللہ اعلم اس مجمع میں سب سے اچھا اور برا کون ہے۔ فرزدق نے یہ سنتے ہی کہا کہ اس مجمع میں بہترین مرداں آپ اور بدترین مرداں میں ہوں۔ جب فرزدق کا انتقال ہوا۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرزدق نے کہا کہ جب مجھے کرسی قضا کے روبرو لے گئے۔ میں ڈرنے لگا۔ اسی وقت فرمان ہوا کہ ہے اس کو اس روز بخش دیا تھا جس روز اس نے خود کو بدترین مرداں سمجھا تھا۔

اس وقت بندہ نے ایک مسئلہ جو ایک مدت سے دل میں خلش رکھتا تھا دریافت کیا کہ ایک قبر ہے اور وہ خراب ہو گئی ہے اس کی دوبارہ تعمیر کرنی چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خیر جب خراب ہو گئی ہے اس کی دوبارہ تعمیر کی ضرورت نہیں۔ جس قدر زیادہ خراب ہو گی صاحب قبر امیدوار رحمت زیادہ تر ہو گا۔

اس کے بعد گفتگو ان آدمیوں کے بارہ میں ہوئی جو پایان مزار بزرگان دین یا اپنے پیروں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہیں۔ یا دفن ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بدایوں میں مولانا سراج الدین ترمذی نامی ایک بزرگ عارف کامل تھے۔ وہ کعبہ شریف ہجرت اس نیت سے کر گئے تھے کہ بعد انتقال وہاں دفن ہونا میسر ہو لیکن چند روز بعد بدایوں واپس چلے آئے۔ لوگوں کو ان کے اس ارادہ سے خبر تھی۔ دریافت حال کیا۔ جواب دیا کہ جب میں خانہ کعبہ میں مقیم تھا ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ جنت المعلیٰ میں اطراف و جوانب سے مردے لاتے ہیں اور دفن کیے جاتے ہیں اور اسی طرح بہت سے مردے وہاں کے مدفون وہاں سے باہر لے جاتے ہیں۔ میں نے کسی شخص سے یہ حال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا۔ جو شخص جو ارِ مکہ میں دفن ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اگر وہ روئے زمین کے کسی حصہ میں وفات پاتے اس کے جنازے کو یہاں لا کر دفن کرتے ہیں۔ اور جو شخص مکہ شریف میں وفات پاتا ہے اور یہاں دفن کیا جاتا ہے۔ لیکن اس مقام مبارک کی ہمرنگی کے لائق اس کا جنازہ نہیں ہوتا۔ اس کو یہاں سے باہر لے جاتے ہیں۔

یہ حکایت بیان فرما کر مولانا سراج الدین نے فرمایا کہ میں اس خواب کی وجہ سے واپس چلا آیا ہوں کہ اگر وہاں دفن ہونے کی اہلیت مجھ میں نہ ہو گی ملائک میرا لاشہ لے جائیں گے الا الخ

الحمد للہ والمنۃ کہ دیباچہ چہارم کتاب مستطاب فوائد الفواد کا تمام ہوا۔

ختم شد ایں صحف صدق و صفا | کہ از وجاں راست طرب
در سہ شنبہ دوم از ماہ رسول | ہفتصد و نوزدہ بتاریخ عرب

یہ فوائد دوازدہ سال میں کہ اس بحر میں قطرہ قطرہ جمع کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ برکات ان انفاس نفیسہ کے تمام عالم میں تا بقیامت منتشر رکھے اور اس داعی الخیر امیدوار رحمت رحمٰن غلام احمد خاں بریاں مترجم سکنہ جھجر کی بھی مغفرت فرمائے اور اس کو ان کلمات میں سے ایک کلمہ پر بھی عمل کرنا نصیب ہو۔

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم ایں بماند یادگار

دیباچہ پنجم

از کتاب مستطاب فوائد الفواد انفاس نفیسہ ملک المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز۔

بندہ علاء حسن سنجری عرض کرتا ہے کہ جب توفیق ازلی موافق حال اس ناکارہ کے ہوئی اور سعادت ابدی نے دامن اس شکستہ کا پکڑا۔ اور الہام فطرت راہنموں اس امر کا ہوا کہ کلمات جاں پرور حضرت ملک المشائخ سے

یکے از امت ختم النبیین

نشد جز دے کہ ختم المشائخ

نظام الدین اولیاء کے اس مجموعہ میں جمع کیے گئے ہیں اور بارہ سال کے فوائد کی ایک جلد مرتب ہوئی ہے جس میں چار دیا چہ ہیں۔ اب یہ جلد دوم ناظرین کی جاتی ہے۔ حق تبارک و تعالیٰ ذاتِ ملکوتی صفات حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر کو عمر خضر عطا فرمائے کہ اس شربت کلام معجز بیان آب حیات سے خاص و عام سیراب رہیں۔ امید ہے کہ ایک جرعہ اس جام جاں بخش سے کہ مقصود اس سے یہ معانی ہیں۔ دیکھنے۔ پڑھنے۔ سننے اور لکھنے والوں کو ہر دو عالم میں نہال کردے گا۔ آمین ثم آمین۔

پہلی مجلس

روز یک شنبہ تاریخ ۱۲ ماہ شعبان ۷۰۷ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ بندہ ایک حدیث کے معانی میں متفکر تھا حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیئتہ کے کیا معانی ہیں۔ آیا اس کے یہ معنی ہیں کہ بسبب محبت علماء کے گناہ نامۂ اعمال میں نہیں لکھے جاتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اصل اس معاملہ میں صدق اور صلاحیت ہے۔ جو شخص علماء سے محبت رکھے گا ہر آئینہ ان کی متابعت کرے گا۔ اور ناشائستہ امور سے باز رہے گا۔ اس صورت میں اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب تک محبت حق غلاف قلب میں ہے امکان معصیت نہیں ہوتا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ توبہ اور انابت حالت جوانی میں کرنا چاہیئے بلبڑھا آدمی اگر توبہ نہ کرے گا کیا کرے گا کہ اس سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس وقت یہ دو بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائے

چوں پیر شوی بر سر انجام آئی — آئی سر حرف خویش ناکام آئی
سازی خود را از تیرہ ساہی — معشوق روز بے نوائی

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا حال جوانی پوچھے گا۔

یہ سوال الموت ہنوز اس وقت ایک دانشمند حاضر ہوا۔ اور آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس کا سر اٹھایا۔ اس نے عرض کیا برائے حصول بیعت حاضر ہوا ہوں اور باعث اس کا یہ ہے کہ میں موضع افغان پور میں پانی کے کنارے نماز مغرب پڑھ رہا تھا کہ آپ کی صورت مجھے دکھائی دی۔ نماز میں مجھے حیرت ہوئی۔ قریب تھا کہ میں گر پڑوں۔ لیکن خود کو سنبھالا۔ اور یوں توں نماز پوری کی اور اسی وقت حضرت خدمت کی مجلس شریف کا ارادہ کیا چنانچہ برائے حصول بیعت حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے

اس دانشمند پر نوازش فرمائی اور اپنے حلقہ بگوشوں میں داخل کیا۔

اور اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک شخص دہلی سے بجانب پاک پٹن برائے حصول بیعت حضرت شیخ الاسلام روانہ ہوا کہ وہاں پہنچ کر حضرت کے مریدوں میں داخل ہو۔ اثنائے راہ میں ایک حسینہ وجمیلہ رنڈی اس کے ساتھ ہوئی کہ وہ اس شخص پر عاشق ہوئی تھی۔ بہت کوشش کرتی تھی کہ اس شخص پر داؤں چل جائے لیکن وہ شخص نیت صاف رکھتا تھا اور اس زانیہ سے بالکل میل نہ کرتا تھا۔

قصہ مختصر ایک منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ وہ دونوں یکجا ہوئے۔ مطربہ آکر اس جوان کے پاس بیٹھ گئی کہ دونوں کے درمیان کوئی حجاب اور پردہ نہ تھا۔ اس وقت اس جوان کے دل میں اس زن جمیلہ کی محبت پیدا ہوئی۔ اس سے بات کی اور ہاتھ اس کی جانب دراز کیا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک شخص آیا اور طمانچہ منہ پر مارا اور کہا کہ فلاں جگہ جانے کا ارادہ رکھتے ہو اور نیت توبہ ہے اور یہ معاملہ ہے۔ وہ شخص فوراً متنبہ ہوا اور پھر اس عورت کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔

القصہ جب یہ شخص شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پہلی بات جو اس سے کہی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز تم کو خوب بچایا ورنہ مرتکب گناہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد گفتگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے بارہ میں ہوئی کہ آپ بہت بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ ایک ایک لفظ میں چار چار معانی پیدا فرماتے تھے۔ ایک صحابی تھے انھوں نے ایک بکری فروخت کی تھی لیکن بعد فروختگی پشیمان ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ بکری کس نے لی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نعیم نامی آپ کے صحابی ہیں انھوں نے خریدی۔ آپ نے نعیم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ نعیم حو اعبد بنعم بغنم بعتم۔ فردّوا الیہ۔ یعنی چار نصیحت اس فصاحت سے بیان فرمائیں کہ باید و شاید۔

دوسری مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۹ ماہ مبارک رمضان ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ یہ موسم جاڑے کا تھا۔ اطراف و جوانب سے خبریں متواتر آ رہی تھیں کہ فلاں بادشاہ اس طرف عازم ہے۔ اور فلاں نے فلاں مقام پر سر اٹھایا ہے۔

آپ نے اس وقت یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ شیر خاں والی اُچہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں اعتقاد اچھا نہ رکھتا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام بارہا فرماتے تھے کہ

افسوس کہ از حال منت نیست خبر
آنگہ خبرت شود افسوس خوری

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام کے انتقال ہوتے ہی کافر اس دیار پر مسلط ہو گئے۔

اس کے بعد حکایت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے بارہ میں ہوئی کہ وہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ ایک دانشمند بخارا سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ شملہ اس کی دستار کا بہت بڑا اور وہ مجعد بھی تھا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ دو دو پیچ ایک بار اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی شملہ لپیٹ لیا اور سر سے اتار ڈالا۔ اس سے حضرت خواجہ بہاء الدین کے کمال کا اندازہ کر لینا چاہیئے کہ آپ کس قدر نفس گیرا رکھتے تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ملتان میں ایک متعبد شیخ سلیمان نامی تھا۔ جب اس کا بہت شہرہ ہوا۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو کر نماز دو رکعت پڑھو کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم کس طرح سے نماز پڑھتے ہو۔ وہ شخص اٹھا اور دوگانہ ادا کیا مگر قدم برابر رکھے۔ آپ نے اس کو تعلیم فرمائی کہ اس قدر فرجہ درمیان ہر دو قدم رکھنا چاہیئے۔ اس سے کم زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ شیخ سلیمان نے ہر چند چاہا کہ جیسا آپ نے

تسلیم فرمایا ہے کریں۔ مگر نہ کر سکے۔ شیخ بہاء الدین نے یہ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم اُچھ میں جا کر رہو۔ چنانچہ وہ اُچھ چلے گئے۔

اس کے بعد شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے ارتحال کا حال بیان فرمایا کہ ایک روز ایک نئے شخص نے نامہ لا کر شیخ صدر الدین عارف کو دیا اور کہا کہ یہ خط مجھے ایک شخص نے دیا ہے اور کہا ہے کہ خاص شیخ بہاؤ الدین کے ہاتھ میں تمہارے توسل سے پہنچے۔ شیخ صدر الدین عنوان نامہ دیکھتے ہی متغیر ہو گئے اور وہ خط لے جا کر شیخ بہاؤ الدین زکریا کو دیا۔ شیخ نے خط پڑھا۔ جب اس کے حال سے لوگ مطلع ہوئے مجلس سے نعرے بلند ہونے لگے اور اسی روز آپ کا انتقال ہوا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ کیسا اچھا عہد تھا کہ اس وقت یہ اصحاب آفتاب سپہر ہدایت شیخ ابو الغیث مدنی شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ سعد الدین حموی، خواجہ بہاؤ الدین زکریا شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہم زندہ تھے۔

اس کے بعد حال شیخ سیف الدین باخرزی رہ کا بیان فرمایا کہ ان کی رسم تھی نماز مغرب سے فارغ ہو کر سو رہتے تھے جب تہائی رات ہوتی بیدار ہوتے۔ موذن موجود رہتا تھا۔ اس سے اذان عشاء دلواتے اور پھر صبح تک بیدار رہتے تھے۔ ان کی تمام عمر اسی امر کے استقامت میں بسر ہوئی۔

اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ آپ سماع سنتے تھے یا نہیں حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ہاں سنتے تھے مگر اور طرح سے سنتے تھے۔ ان کا سماع ایسا ہوتا تھا کہ مجلس ترتیب دی۔ بلا وا پھر لوگوں کی دعوت کی رو ئے اور سماع شروع ہوا۔ وہ اس طرح سنتے تھے کہ ایک جگہ بیٹھے کسی شخص سے کہتے کہ وہ کوئی حکایت بیان کرے کہ وقت خوش حاصل ہو۔ جب وقت خوش حاصل ہوتا فرماتے کہ یہاں کوئی حاضر ہے جو راگ چھیڑے اسی وقت گویا آتا اور کچھ گاتا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ان کے انتقال کا حال بیان فرمایا کہ بخارا میں ایک شخص تھا اس نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک مشعل سوزاں دروازہ بخارا

سے باہر جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی اس نے اپنا خواب ایک صاحب نعمت سے بیان کیا انہوں نے تعبیر دی کہ افسوس کسی صاحب نعمت کا انتقال ہوگا۔ انہیں دنوں شیخ سیف الدین باخرزی نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تم سے ملنے کا اشتیاق غالب ہے۔ اب آ جاؤ۔ شیخ سیف الدین نے یہ خواب دیکھا اور بیدار ہوئے۔ اس ہفتہ کے وعظ میں کل ذکر وداع و فراق بیان کیا۔ خلق حیران تھی کہ یہ کیا بیان ہے۔ اس وقت یہ شعر پڑھا۔ شعر

رفتم اے یاراں بساماں خیرباد

نیست آساں کردن از جاں خیرباد

اس بیت کو پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو جان لو اور آگاہ ہو کہ مجھے میرے پیر نے خواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں تیرا منتظر ہوں۔ تم آ جاؤ۔ مجھ پر ان کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔ اب میں عالم فانی سے کوچ کرتا ہوں یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور اسی ہفتہ کے اندر انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

تیسری مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۸ ماہ رمضان المبارک ۶۵۵ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس وقت ایک عزیز حاضر ہوا اور کسی شخص کی جانب سے نذر گزرانی۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس شخص کو نہ پہچانا۔ دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے۔ اس آنے والے نے اس کی تعریف بیان کی مگر آپ نے پھر بھی نہ پہچانا اور ارشاد فرمایا کہ میں بہت سے آدمیوں کو نہیں جانتا ہوں اگر وہ میرے سامنے آئیں تو پہچان لیتا ہوں مگر نام سے شناخت نہیں کر سکتا۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ کا نام نظام الدین تھا حضرت اس کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ اگر کوئی گستاخی اس سے سرزد ہوتی آپ کا بھی خیال نہ فرماتے بلکہ ہنسنے لگتے۔ یہ

نظام الدین فوجی ملازمت میں تھے۔ ایک مرتبہ سفر کو گئے اور چند روز بعد کسی شخص کے ہاتھ آپ کو سلام کہلا بھیجا۔ اس شخص نے آپ کی خدمت میں ان الفاظ سے کہ مخدوم زادہ نظام الدین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے نہ پہچانا اور ارشاد فرمایا کس نے کہا ہے اس نے دوبارہ عبارت اول بیان کی مگر آپ نے نہ پہچانا۔ ہر چند اس شخص نے سمجھایا کہ نظام الدین آپ کا صاحبزادہ ہے اور اس نے سلام کہا ہے مگر اس وقت آپ پر اس قدر مشغولی حق غالب تھی کہ آپ نے مطلق شناخت نہ کیا۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ آپ کی خدمت میں بھی اسی طرح ایک شخص نے حاضر ہو کر دوسرے کا سلام عرض کیا۔ شیخ نے دریافت کیا وہ کون شخص ہے۔ اس آنے والے نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے نہ پہچانا۔ اس نے بہت سی نشانیاں بیان کیں شیخ نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے اس شخص نے جواب دیا کہ وہ آپ کا مرید ہے۔ شیخ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ اب گفتگو تمام ہوئی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا جب کسی شخص کو کوئی شے عنایت فرماتے۔ اچھی اور زیادہ مقدار میں دیتے تھے۔ معلم جو آپ کے لڑکوں کو پڑھاتا تھا اس کو علاوہ تنخواہ کے انعام مرحمت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ والی ملتان کا ذخیرۂ غلہ ختم ہو گیا تھا۔ اس نے آپ سے طلب کیا۔ آپ نے اس کا التماس قبول فرما کر انبار غلہ دے دیا۔ جب والی کے ملازمین اس کو نکال کر لے جانے لگے اس انبار میں سے کئی سبوئے گل پر از سیم و زر برآمد ہوئے۔ ان لوگوں نے والی کو خبر کی والی نے حکم دیا کہ میں نے غلہ حضرت سے مانگا تھا۔ یہ نقدانہ آپ کی خدمت میں لے جاؤ۔ جس وقت وہ روپیہ حضرت کے پاس لایا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس روپیہ کا حال معلوم تھا۔ لیکن میں نے یہ نقدانہ مع غلہ والی کو دے دیا ہے۔ اس کے پاس لے جاؤ کہ وہ اپنے صرف میں لائے۔

اس کے بعد گفتگو درباب ترک دنیا ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک روز ایک سوتے ہوئے شخص کو جگا کر ارشاد فرمایا کہ اٹھ اور خدا کی عبادت کر اس

نے جواب دیا۔ میں نے وہ عبادت اختیار کر رکھی ہے جو تمام عبادات سے افضل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کون سی عبادت ہے۔ جواب دیا کہ ترکت الدنیا باھلھا

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ من رضی اللہ تعالیٰ لقلیل من الرزق رضی اللہ عنہ بقلیل من العمل۔

اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں بجانب دار بقا روانہ ہو کہ اس کے پاس نہ روپیہ ہو اور نہ پیسہ وہ بہشت میں سب سے زیادہ غنی ہوگا مگر اسلام شرط ہے۔

چوتھی مجلس

روز شنبہ تاریخ ۴ ماہ شوال [illegible]ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو قرآن کی قرأت کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دو فائدے دیکھے ہیں۔ یہ فوائد دوسری کتابوں میں نہیں دیکھے۔ ایک اس آیت اذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ملکا کبیرا پڑھتے تھے اور دوسری آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم اس کو بھی من انفسکم پڑھا ہے اور یہ نفس نفوس دیگر سے نہایت اعلیٰ و اولیٰ و افضل ہے۔

اس کے بعد گفتگو اس امر میں ہوئی کہ مرد متعبد سے جب کوئی وظیفہ یا ورد فوت ہو جاتا ہے تو وہ اس کے واسطے موت کے برابر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک لشکری نے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے تعبیر میں ارشاد فرمایا کہ تیری موت قریب ہے۔ توبہ اور استغفار میں مشغول ہو۔ اس کے خانقاہ سے نکلتے ہی ایک صوفی نے حاضر ہو کر اسی مضمون کا خواب بیان کیا۔ شیخ متحیر ہوئے کہ وہ مرد لشکری ہے کسی لڑائی میں اس کا واقعہ ہوگا۔ مگر یہ صوفی ہے اس کو لڑائی بھڑائی سے کیا کام جو شہید ہو۔ آپ متفکر تھے کہ اس وقت خبر پہنچی کہ وہ لشکری لڑائی میں مارا گیا اور اس صوفی کی نماز صبح قضا ہو گئی تھی۔

اس کے بعد گفتگو ملازمت اوراد کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب ورد کا ورد جو بسبب بیماری قضا ہو اس کے نامۂ اعمال میں ادا شدہ لکھتے ہیں اور برابر ادا شدہ کے ثواب دیا جاتا ہے۔ لیکن اکثر اشخاص ورد مخصوص نہیں کرتے جو کچھ ہو سکتا ہے غیر مقرر طور پر پڑھتے ہیں۔ قضا ہونے سے ان کو ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ ورد معین نہیں ہے۔ صاحب ورد کو لازم ہے کہ اپنی ذات پر اوراد مخصوص کرے۔ اور ہر روز بلا ناغہ پڑھا کرے کہ اگر کسی ہرج مرض سے ورد قضا ہو جائے تو بھی ثواب ملے۔ اس وقت آپ نے فضیلت مسبعات عشر میں نہایت غلو فرمایا۔

اور یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک شخص پیوستہ مسبعات عشر پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ راستہ میں اس کو رہزنوں سے سابقہ ہوا۔ خوف ہلاکت قریب تھا۔ اسی وقت دو سواروں کو دیکھا کہ ننگے سر گھوڑے دوڑاتے ہوئے آتے ہیں۔ اور پہنچتے ہی اس شخص کو رہزنوں سے خلاصی بخشی اس شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم مسبعات عشر ہیں۔ اور وہ دعائیں ہیں جس کو تو ہر روز سات مرتبہ پڑھتا ہے۔ اس شخص نے ننگے سر ہونے کا باعث دریافت کیا۔ جواب دیا کہ تم بغیر تسمیہ پڑھتے ہو۔ اس سبب سے ہمارے سر پہ تاج نہیں ہے۔ بندہ نے دریافت کیا کہ تسمیہ کس وقت پڑھنی چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سر ہر سورہ پر پڑھنی چاہیئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قاضی کمال الدین جعفری حاکم بداؤں باوجود کار بار کے سیپارہ قرآن شریف بہت پڑھتے تھے۔ جب بوڑھے ہو گئے تھک گئے۔ اور بوجہ ضعیفی معذور ہوگئے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اب کون سا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ جواب دیا کہ مسبعات عشر پڑھتا ہوں۔ یہ جامع اذکار ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ قاضی کمال الدین زاہد اصفہانی ملتانی سے تھے۔ کعبہ شریف میں حضرت خضرؑ سے ملاقی ہوئے تھے۔ اور آپ کو وظیفہ مسبعات عشر حضرت خضر علیہ السلام نے تلقین فرمایا تھا اور بروقت تلقین بیان کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پانچویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۲۷ ماہ شوال سنہ مذکور

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو اس بارہ میں ہو رہی تھی۔ کہ ہر رنج و مشقت جو بندہ کو پہنچتا ہے اس کو جاننا چاہیئے کہ یہ کس وجہ سے پہنچا ہے۔ فی الواقع اس تکلیف سے اسے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ لازم ہے کہ متنبہ ہو اور اس فعل سے جو باعث ہوا۔ اجتناب کرے اور جس شخص کو کبھی رنج نہیں ہوتا۔ اور نہ اس پر مصیبت پڑتی ہے اس کو خذلان حاصل ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

اس وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک عورت عفیفہ صالحہ تھی۔ میں نے اس کی زبانی سنا ہے۔ وہ فرماتی تھیں کہ میں اپنے پیر میں کانٹا چبھنے کی وجہ تک جانتی ہوں کہ کس وجہ سے چبھا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائی گئی تھی اور قصہ اس کا معروف ہے۔ القصہ بعد اس تہمت کے حضرت عائشہ صدیقہ رض مناجات میں فرماتی تھیں کہ الٰہی میں اس تہمت کا باعث جانتی ہوں کہ تیرا رسول علیہ السلام تیری محبت کا دعویٰ صادق کرتا تھا۔ لیکن بہت تھوڑی سی محبت مجھ سے بھی رکھتے تھے۔ یہ تہمت مجھ پر اس سبب سے لگائی گئی تھی۔

اس وقت ایک شخص آیا۔ اور چند پھول نذر گزرانے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احب الی من دنیاکم ثلث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مقصود لفظ نساء سے عائشہ ہے کہ منجملہ دیگر ازواج مطہرات کے آپ کا میل ان کی طرف زیادہ تھا۔ اور مقصود قرۃ عینی فی الصلوٰۃ سے فاطمہ رض ہیں کہ آپ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں۔ اور بعض محدث فرماتے ہیں کہ مقصود قرۃ عینی سے نماز ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے بھی موافق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین تین اشیاء کو پسند کیا اور اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نازل ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ جوانی توبہ کرنے والا۔ اور آنکھ رونے والی۔ اور دل خوف خدا سے ڈرنے والا۔

اس کے بعد گفتگو اس بارہ میں ہوئی کہ اہل خلق بزرگان دین کی خدمت میں تحفہ نذر لاتے ہیں۔ پس کون سی شے نذر کرنا بہتر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک شخص نے چھری بطور نذر گزرانی۔ آپ نے واپس فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس چھری نہ لانی چاہیئے کہ کارد کا کام قطع کرنا ہے۔ میرے پاس سوئی لانی چاہیئے کہ اس کا کام پیوند کرنا ہے۔ میں فصل کرنے کے واسطے نہیں ہوں۔ پیوند کرنے کے واسطے ہوں۔

اس کے بعد گفتگو اس بارہ میں ہوئی کہ اہل خلق ایک دوسرے کا عیب بیان کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طاعن۔ عیب جو۔ غیب گو کو سب سے پیشتر یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ عیب مجھ میں ہے یا نہیں۔ اگر وہ عیب اس میں موجود ہے اس کو شرم کرنی چاہیئے کہ میں کس منہ سے دوسرے کا عیب بیان کروں کہ خود معیوب ہوں۔ اگر وہ عیب اس میں نہ ہو شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عیب سے اپنی پناہ میں رکھا ہے۔ اور زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے۔

اس کے بعد گفتگو سماع کے بارہ میں ہوئی۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے کہا کہ اس وقت حکم ہوا ہے کہ سماع آپ کے واسطے جائز ہے۔ آپ جب اور جس طرح چاہیں سنیں۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جو شے حرام ہے وہ کسی کے حلال کہنے سے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور نہ حلال شے کسی کے حکم دینے سے حرام ہوتی ہے۔ مسئلہ سماع مختلف فیہ ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سماع کو مباح فرماتے ہیں۔ اگرچہ دف اور شبابہ کے ساتھ ہو۔ لیکن ہمارے علماء ناجائز بتلاتے ہیں۔ اس اختلاف میں حاکم جو حکم فرمائے وہی حکم ہوگا۔

اس وقت کسی شخص نے عرض کیا کہ آپ کے بعض مریدوں نے کسی موضع میں راگ

سنا جس میں مزامیر بھی تھی۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اچھا کام نہیں کیا۔ نامشروع فعل اچھا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد کسی شخص نے ذکر کیا کہ جب وہ سماع سے فارغ ہوئے کسی نے ان سے پوچھا کہ تم نے مزامیر کے ساتھ سماع کیوں سنا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں بہت مستغرق تھے کہ ہم کو مزامیر کی موجودگی سے بالکل اطلاع نہیں ہوئی۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ محض واہیات جواب ہے۔ اور جملہ معاصی کے بدلے یہ جواب ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو مرتب نہیں ہوگا۔ اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ صاحب مرصاد نے ایک رباعی اسی معنی میں نظم کی ہے۔ اور میں نے اس وقت یہ ایک شعر پڑھا۔ شعر

گفتی کہ بنزد من حرام است سماع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ ہاں یہ ان کا کلام ہے۔ اور یہ رباعی پوری فرمائی۔ رباعی۔

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا ۔۔۔ وین جیفہ مردار بدامت بادا

گفتی کہ بنزد من حرام است سماع ۔۔۔ گر بر تو حرام است حلالت بادا

اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ اگر علماء فقہ جواز سماع میں بحث کریں وہ کر سکتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو جامہ فقر سے پیراستہ ہو کیونکہ سماع کا انکار کر سکتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک حرام ہو۔ وہ خود نہ سنے گا۔ لیکن دوسرے لوگوں کے ساتھ خصومت نہ کرے گا۔ کہ تم بھی نہ سنو۔ کیونکہ خصومت درویشوں کی صفت نہیں ہے۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بے شمار علماء ہیں۔ مگر سوائے خاص خاص کے اور بہت کم منع کرتے ہیں۔

اور اسی وقت مناسب اسی معنی کے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مسجد میں کوئی طالبعلم امامت کرتا تھا اور اس کے مقتدی بہت سے علماء کرام بھی ہوتے تھے۔ ایک روز کوئی قوال

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے بہشت بریں نصف پُر ہوگی اور نصف دیگر امتیں ہوں گی۔ صحابہ نے سہ بارہ تکبیر بآواز بلند کہی۔ یہ فرما کر خواجہ ذکراللہ بالخیر نے فرمایا کہ ایسے مواقع میں تکبیر پڑھنا ادائے حمد و شکر باری کے لیے مناسب ہے لیکن ہر موقع میں جابجا تکبیر کہنا کہیں نہیں آیا ہے۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ ذکر بلند آواز سے کرنا چاہیئے۔ اگر آہستہ سے کیا جائے یہ امر درست ہے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آہستہ ذکر کرنا بہت خوب و بہتر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن شریف اسی طرح پڑھا کرتے تھے کہ جب وہ سجدہ تلاوت کرتے اس وقت پاس بیٹھنے والے کو معلوم ہوتا کہ یہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔

آٹھویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۲۴ ماہ ذی الحجہ ۷۰۸ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو سلام اور اس کے جواب دینے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ گز لمبا پیدا کیا تھا۔ اور آپ کو حکم دیا تھا کہ ملائکہ مقربین کو سلام کریں۔ اور جواب سلام سنیں۔ کہ یہ طریقہ نیک آپ کی اولاد میں قائم ہو۔

چنانچہ آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو بکلمات السلام علیکم سلام کیا اور ملائکہ نے اس کا جواب بکلمات وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیا۔ اس روز سے آپ کی اولاد کے واسطے حکم دیا گیا کہ اسی طرح سلام کریں اور یہی جواب دیں۔ کسی شخص نے اس وقت عرض کیا کہ اگر کوئی شخص سلام بکلمات السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کرے اس کا جواب کس طرح دیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا جواب بھی انہیں کلمات یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے ہوگا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے گرد اگرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ اس وقت

ایک اعرابی آیا اور سلام بکلمات السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے جواب سلام بکلمات وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ دیا۔ ابن عباس رضہ حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جواب سلام برکاتہ سے آگے نہیں ہے۔ مغفرت ساتھ نہ ملانا چاہیئے۔

اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ ایک شخص نماز نفل پڑھ رہا ہو۔ اور اس وقت کوئی بزرگ تشریف لائیں اور یہ شخص نماز توڑ کر اس سے ملاقات کرے۔ یہ امر مناسب ہے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرنی چاہیئے۔ اور پھر مشغول ہو۔ بندہ نے عرض کیا کہ نماز نفل واسطے حصول سعادت و برکات پڑھی جاتی ہے۔ اگر اس وقت اس نماز نفل پڑھنے والے کا پیر آجائے۔ اس کی قدم بوسی میں بہت سی سعادت و برکات شامل ہیں اور اعتقاد مریداں یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ دولت نماز نفل سے سو حصہ زیادہ بڑھ کر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فی الواقع حال ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ حکم شرع ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کی نیت نہ توڑی جائے۔ پس مجبوری ہے۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نہر کے کنارے گئے۔ مریدوں کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے وضو کر رہے ہیں۔ سب شیخ کو دیکھتے ہی برائے تعظیم اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن ایک صوفی نہ اٹھا۔ اس نے پہلے اپنا وضو تمام کیا اور بعدہ تعظیم شیخ کے لیے کھڑا ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سب میں ایک یہی درویش کامل ہے۔ کہ بعد اتمام وضو میری تعظیم کی۔ بندہ نے عرض کیا کہ جو مرید نماز نفل کی نیت توڑ کر پیر سے مشغول ہو اس کی تکفیر کا فتویٰ ہو سکتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں ہو سکتا۔

اس وقت آپ نے بروفق عرضداشت بندہ حسن اعتقاد مریداں میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز نے مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی۔ وہ نماز نفل پڑھ رہے تھے۔ نیت توڑ کر حضرت شیخ الاسلام کو جواب دیا۔

اسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا

شخص بھی مقتدی ہوا۔ یہ نماز چار رکعت والی تھی۔ امام نے سہو سے قعدہ اولیٰ ترک کیا اور متصل رکعت دوم تیسری رکعت کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا۔ جو کہ یہ طالب علم تھا اور یہ امر جانتا تھا کہ نماز کس طرح پوری کی جائے گی۔ علماء جو اس کی اقتدا میں تھے وہ بھی خاموش تھے لیکن نو وارد شخص نے اس کثرت سے لفظ سبحان اللہ استعمال کیا کہ خود اپنی نماز کو تباہ کیا۔ جب امام نے نماز تمام کی اس حاجی کی جانب مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ اے خواجہ تو کون ہے کہ اس قدر لقمہ دیتے میں کیا کہ نماز تیری باطل ہو گئی۔ بندہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے اور میرے دل کو یقین ہے کہ یہ طائفہ جو سماع کو حرام کہتا ہے اگر ان کے نزدیک سماع حلال بھی ہوتا تو بھی وہ نہ سنتے۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے تبسم ہو کر ارشاد فرمایا کہ لوگ جب ان کو ذوق حاصل نہیں ہے وہ کیونکر سن سکتے ہیں۔

چھٹی مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱ ماہ ذیقعدہ ۶۸۱ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو اس جماعت کے بارہ میں ہوئی جو حق کو اپنے نفوس پر بدرجہ اتم حاوی ہیں۔ خواہ کتنی ہی سختی میں مبتلا ہوں اپنی طاعت معہودہ کو بجا لاتے ہیں۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ دریا کے کنارے رہتے تھے۔ ان کو عارضہ شکم ہوا۔ جب قضاء حاجت کو جاتے واپس آکر غسل فرماتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ بیماری بڑھنے پر بھی انھوں نے اپنی عادت کو نہ چھوڑا۔ رات دن میں تیس مرتبہ قضاء حاجت سے واپس آکر غسل فرماتے تھے۔ شب آخر میں ان پر زحمت قوی ہوئی کہ ساٹھ مرتبہ قضاء حاجت کے واسطے گئے۔ اور ساٹھ ہی مرتبہ غسل کیا۔ دو دو رکعت نماز بھی پڑھی اور آخری مرتبہ میاں آپ ہی انتقال فرمایا۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا کہ راسخ رسوخ طاعت کہ دم واپسین تک بھی اپنے قاعدہ سے منحرف نہ ہوئے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آدمی بیمار ہوتا ہے۔ یہ بیماری اس کے واسطے سبب رحمت اور دلیل خیریت ہوتی ہے۔ لیکن اس کو اس امر سے خبر نہیں ہوتی۔

اسی کے مناسب حال یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جس روز سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ جسم اور مال میں نقصان پاتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے جسم اور مال میں نقصان کا پیدا ہونا اس کے صحت ایمان کی دلیل ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بروز قیامت آمنا و صدقنا فقراء کو ایسا بلند مرتبہ دیا جائے گا کہ جملہ خلائق کو آرزو اس امر کی ہوگی۔ کہ ہم دنیا میں فقیر نہ ہوئے۔ اور بیمار مسلمانوں کو بھی ایسا ہی درجہ دیا جائے گا کہ اہل صحت دیکھ کر رشک کریں گے کہ ہم دنیا میں بیمار رہتے تو یہ درجہ ہم کو بھی ملتا۔

ساتویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲ ماہ ذی الحجہ ۶۹۱ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ ایک گدڑی پوش فقیر حاضر خدمت تھا جس وقت وہ مجلس سے اٹھا۔ اٹھتے ہوئے تکبیر کہی۔ میں نے حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر سے سوال کیا کہ بعض درویش اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے تکبیرات کہتے ہیں اگر کچھ اس کی اصل ہو بیان فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعد کھانا کھانے کے شکرانہ نعمت کے لیے تکبیر کا کہنا مروی ہوا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ کل بروز قیامت بہشت میں میری امت ایک چوتھائی ہوگی۔ اور بقیہ ثلث دیگر امم ہوں گی۔ صحابہ نے شکریہ اس نعمت میں آواز تکبیر بلند کی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسی وقت بتایا گیا کہ تم لوگوں سے تہائی بہشت پر ہوگی اور دو ثلث دیگر امم ہوں گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دوبارہ تکبیر کہی۔ پھر آنحضرت

کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک صحابی کو آواز دی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ فوراً حاضر نہ ہوئے بعد اختتام نماز حاضر ہوئے آپ نے سبب تاخیر دریافت کیا۔ جواب دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب خدا یا اس کا رسول طلب کرے فوراً حاضر ہو اور جواب دو۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ فرمان شیخ بھی موافق فرمان رسول علیہ السلام ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا۔ شیخ شبلی رح نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک شرط سے تجھ کو مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں ارشاد فرماؤں۔ تو اس کو بجا لائے۔ اس نے قبول کیا۔ شیخ شبلی رح نے فرمایا کہ کلمہ کس طرح پڑھتے ہو۔ اس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو۔ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ چونکہ یہ شخص عقیدہ میں راسخ تھا فوراً پڑھنے لگا۔ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ حضرت شبلی رح فوراً رو پڑے اور ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے خود کو منسوب کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں چہ جائیکہ ان کی برابری کا دعویٰ کروں۔ یہ امر صرف تیری حسن عقیدت کے دریافت کے واسطے کیا تھا۔

اس کے بعد حکایت نماز جمعہ اور جمعہ کے نہ جانے کے بارہ میں ہوئی۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ جمعہ کی نماز میں نہ جانے کے واسطے ایک تاویل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی تاویل نہیں صرف اس شخص پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔ جو مسافر ہو۔ مریض ہو یا کسی کا غلام ہو۔ بغیر اس کے کوئی دیگر شخص جو جانے کی طاقت رکھتا ہو گا۔ حاضر جمعہ نہ ہو گا نہایت سنگدل ہو گا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک نماز جمعہ ترک کرنے سے دل پر ایک نقطہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دو جمعہ چھوڑنے سے دو نقطے ہو جاتے ہیں اگر تین جمعہ متواتر نماز جمعہ نہ پڑھے تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

اس وقت یہ حکایت سلطان غیاث الدین بلبن کی ارشاد فرمائی کہ وہ وقت نماز نہ

اوقات خمسہ کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ ریاضت اور مجاہدات بھی فرماتے تھے۔ ایک روز انھوں نے قاضی لشکر سے کہا کہ شب گذشتہ کیسی بابرکت اور باراحت تھی۔ قاضی نے دریافت کیا کہ یہ بات آپ کو بھی معلوم ہوئی۔ سلطان نے ایجاب کیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ یہ شب۔ شب قدر ہوگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ واللہ اعلم کون سی شب تھی۔ مگر بزرگ تھی۔

نویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ دوم ماہ جمادی الاول ۶۵۵ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو دربارہ نماز اور سر ہر سورت پر تسمیہ رکھنے کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک صرف رکعت اولیٰ میں تسمیہ کہنا چاہیئے۔ ائمہ دیگر کہتے ہیں کہ ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیئے

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کسی مجلس میں موجود تھے وہاں سفیان ثوری اور ایک دوسرے عالم نے صلاح کی کہ اس موقع پر حضرت سے دوبارہ تسمیہ سوال کریں۔ اگر انکار کریں گے نفی تسمیہ کا مواخذہ کیا جائے گا۔

الغرض ان لوگوں نے سوال کیا کہ آپ سر سورت پر تسمیہ پڑھنے کے واسطے کیا فرماتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رح نہایت دانا تھے اور نگاہداشت ادب میں آپ کو کمال تھا۔ ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ یہ جواب ایسا تھا کہ دو معنی رکھتا تھا خواہ بر سر ہر رکعت خواہ بر سر ہر سورت۔

اس کے بعد گفتگو نفس مشایخ اور ان کی دعا کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین رح کے ایک مرید محمد شاہ غوری نامی مرد صادق اور صاحب حسن عقیدت تھے۔ ایک روز وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر مضطرب حیران و پریشان۔ آپ نے دیکھتے ہی دریافت حال کیا۔ محمد شاہ غوری نے جواب دیا کہ میرا بھائی سخت بیمار ہے۔ خدا جانے میرے یہاں سے واپسی تک ابھی وہ زندہ رہے یا

زدہ ہے۔ اس سبب سے میری خاطر نہایت آزردہ ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر تم کو اس وقت فکر ہے مجھے ایسا فکر تمام عمر رہتا ہے۔ لیکن میں مضطر نہیں ہوتا اور نہ کسی سے ذکر کرتا ہوں۔ یہ ارشاد فرما کر محمد شاہ سے فرمایا کہ اچھا جاؤ تمہارا بھائی انشاء اللہ صحت پائے گا۔

محمد شاہ مجلس شریف سے روانہ ہوئے اور گھر پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ برادر عزیز تندرست ہو گیا ہے۔ بیٹھا ہوا کھانا کھاتا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

دسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۷ ماہ جمادی الاول ۶۵۵ھ

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو پانی پینے اور پلانے کے بارہ میں ہو رہی تھی اور یہ ذکر تھا کہ آبخورہ منہ لگا کر ایک ہاتھ نیچے اس غرض سے کہ پانی فرش یا زمین پر نہ گرے۔ رکھنا سنت ہے۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اسی وقت کسی شخص نے ذکر کیا کہ یہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص پانی پیتے ہوئے ہاتھ آبخورے کے نیچے رکھے گا وہ بخشا جائے گا۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث کتب معتبرہ مشہورہ میں نہیں ہے۔ شاید کہیں اور مرقوم ہے۔ لازم ہے جو حدیث نہ معلوم ہو اس کی نسبت یہ نہ کہیں کہ حدیث رسول علیہ السلام نہیں ہے۔ لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتب معتبرہ میں مرقوم نہیں ہے۔

اس وقت گفتگو دربارۂ احادیث ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ احادیث متواتر ہیں۔

اول یہ ہے کہ من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی یعنی جس نے گلاب کا پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا۔ اس نے مجھ پر جفا کی۔

دوسری یہ ہے اَلْغِیْبَۃُ اشد من الزنا یعنی غیبت زناہ سے زیادہ

سخت تر ہے۔

تیسری یہ ہے۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر یعنی ثبوت بذمہ مدعی ہے۔ اور قسم مدعا علیہ کھا سکتا ہے۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ قاضی منہاج الدین نے بعد ارشاد کرنے ان تین احادیث کے ارشاد فرمایا کہ بقیہ تین مجھے یاد نہیں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے ازراہ طعن سوال کرے کہ تم کیوں نہیں جانتے۔ میں جواب دوں گا کہ تم تو بالکل جاہل تھے۔ یہ تین بھی مجھ سے سنی ہیں۔

اس کے بعد فضیلت حدیث رسول علیہ السلام میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ مولانا رضی الدین نیشاپوری بیمار ہوئے۔ اور بیماری آپ کی بڑھ گئی ایک عالم آپ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ وہ برسم عیادت دیکھنے کے واسطے آئے۔ مولانا رضی الدین اس وقت بیہوش تھے۔ دانشمند آپ کے سرہانے بیٹھے اور یہ حدیث پڑھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الغیبۃ اشد من الزنا مولانا رضی الدین اگرچہ غلبات مرض میں تھے۔ مگر ارشاد فرمایا کہ توجیہ اس حدیث کی بیان کرنے کی فرمائیے کہ موجب تقریر اس حدیث کا کیا ہے کہ اس وقت نہ ذکر زنا تھا اور نہ قصہ غیبت۔ اس دانشمند نے جواب دیا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار کے بالیں پر کھڑا ہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث شریف پڑھے۔ البتہ وہ مریض صحت پائے گا۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ میں نے آپ کے صحتیاب ہونے کی نیت سے پڑھی ہے۔ مولانا رضی الدین یہ جواب سن کر خاموش ہو رہے۔ اور چند روز میں صحتیاب ہوئے۔

اس کے بعد گفتگو تسلیم اور رضا کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی درویش کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی تھی اس نے اڑا دیا۔ وہ پھر بیٹھ گئی۔ چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ اس وقت درویش نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ الٰہی میں چاہتا ہوں کہ مکھی میری ناک پر نہ بیٹھے۔ اور تو چاہتا ہے کہ بیٹھے۔ پس میں نے اپنی خواہش کو چھوڑ دیا۔ جو تیری مرضی ہو کہ میں ہر حال میں راضی ہوں۔ ان کے اس دعا مانگنے کے بعد کبھی مکھی ان کی ناک

پر نہ بیٹھی سو الحمد للہ علی ذالک۔

گیارہویں مجلس

روز شنبہ بتاریخ ۱۳ ماہ جمادی الاول ۶۱۲ھ

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو اس بارہ میں ہو رہی تھی کہ توبہ کے بعد بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ اگر سعادت ابدی رفاقت کرے پھر دولت توبہ میسر ہوتی ہے۔

اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مطربہ قمر نام نہایت حسین و جمیل تھی بڑھاپے میں دولت توبہ اس کو نصیب ہوئی۔ اور سعادت ازلی کی دستگیری سے اس کو بیعت حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین عمر سہروردی میسر ہوئی۔ مرید ہو کر وہ حج کو گئی۔ حج کیا واپس آتے ہوئے ہمدان میں ٹھہری جو کہ گانے میں شہرت تام رکھتی تھی۔ والی ہمدان کو خبر ہوئی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ مطربہ کو مجرے کے واسطے حاضر کریں وہ لوگ آئے۔ قمر نے جواب دیا کہ میں توبہ کر چکی ہوں اور خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو آئی ہوں۔ میں مجرا نہ کروں گی۔ والی ہمدان نے یہ جواب سن کر حکم دیا کہ اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کر کے حاضر لاؤ۔ بیچاری قمر مجبور ہوئی اور شیخ یوسف ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ شیخ نے کہا کہ تو ان سے کل کا وعدہ کر۔ میں آج رات کو تیرے واسطے دعا بجناب باری کروں گا۔ اور صبح تجھ کو اس حال سے اطلاع دوں گا۔ قمر نے واپس آکر فرستادگان والی ہمدان سے وعدہ کل کے حاضر ہونے کا کیا۔ وہ لوگ چلے گئے یہ دوسرے روز علی الصباح یوسف ہمدانی کی خدمت میں پہنچی۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری خزانہ تقدیر میں ایک معصیت باقی رہ گئی ہے۔ یہ حیران ہوئی اور فرستادگان والی ہمدان کھینچ کر لے گئے اور چنگ قمر کے ہاتھ میں دیا۔ مجبوراً بجانا اور گانا پڑا۔

قمر نے اسی وقت ایک بیت انشا کی۔ اور اس انداز سے گائی کہ حاضرین کو رقت ہوئی اور اسی مجلس میں والی ہمدان و دیگر ملوک تائب ہوئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بارہویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۲ ماہ مبارک رجب ۶۱۲ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو علم اور دیانت قاضی قطب الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ملتان میں رہتے تھے اور علیحدہ مدرسہ بنایا تھا۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا روز ہر روز صبح کی نماز آپ کی اقتدا میں پڑھتے تھے۔ ایک روز مولانا قطب الدین نے سوال کیا کہ آپ روزانہ اپنے مقام سے اس قدر دور میری اقتداء میں نماز پڑھنے کے لیے کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں حدیث شریف من صلی خلف عالما تقیا فکانما صلی خلف نبی مرسل پر عمل کرتا ہوں۔ قاضی قطب الدین یہ جواب سن کر خاموش ہو رہے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ العہدۃ علی الراوی میں نے اس طرح سنا ہے کہ ایک روز نماز صبح میں حاضر ہونے سے شیخ بہاء الدین زکریا رہ گئے تھے۔ بہت جلدی کی اس پر بھی تکبیر اولیٰ حاصل نہ ہوئی۔ رکعت دوم میں شامل ہوئے۔ قاضی قطب الدین نے موافق قاعدہ کے تشہد کیا۔ شیخ بہاؤالدین قبل از سلام اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی رکعت باقی ماندہ پوری کی۔ جب شیخ بہاؤالدین نماز سے فارغ ہوئے قاضی قطب الدین نے سوال کیا کہ آپ قبل از سلام کیوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگر امام کو سہو ہوا ہوتا اور وہ سجدہ کرتا۔ اور آپ کھڑے ہو گئے تھے کیونکر سجدہ کرتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر کسی شخص کو نور باطن سے معلوم ہو جاوے کہ امام کو سہو نہیں ہوا اس کو کھڑا ہو جانا روا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ وہ نور جو موافق احکام شریعت کے نہ ہو ظلمت سے بدتر ہے۔

اس واقعہ کے بعد پھر شیخ بہاؤالدین زکریا آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے نہ آئے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ قاضی

قطب الدین کاشانی سے سوال کیا گیا کہ تم درویشوں سے اعتقاد کیوں نہیں رکھتے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے بہت سے درویشوں کو دیکھا ہے۔ اب کسی کو ان کے موافق نہیں پاتا۔ مجبور ہوں۔ میں کاشغر میں تھا کہ میرا قلم تراش چاقو ٹوٹ گیا۔ میں نے بازار میں لے جا کر کاریگر کو دکھلایا کہ اس کو درست کریں۔ ہر شخص نے کہا کہ یہ موافق سابق نہ ہوگا۔ کسی قدر کم ہو جائے گا میں اس بات پر راضی نہ ہوتا تھا۔ اور میری خواہش تھی کہ یہ چاقو موافق سابق کے پورا ہو جائے۔ عاقبت الامر کاریگروں نے مجھے پتہ دیا کہ فلاں دکان پر ایک بوڑھا کاریگر صاحب صلاحیت بیٹھتا ہے تم اس کے پاس لے جاؤ۔ شاید وہ کوئی تجویز جدید نکالے۔ قاضی قطب الدین اسی دکان پر گئے۔ اس مرد ضعیف سے ملاقی ہوئے شکستہ چاقو دکھلایا اور مدعا بیان کیا۔ اس نے بھی جواب دیا کہ یہ چاقو اپنی اصل حیثیت پر نہیں آ سکتا۔ کسی قدر کم ہو جائے گا۔ قاضی صاحب نے کہا یہ بہت چھوٹا ہے اگر اور بھی چھوٹا ہو جائے گا تو کام سے جاتا رہے گا۔

الغرض اس مرد کاریگر نے کہا کہ اچھا منہ پھیر لو۔ قاضی نے منہ پھیر لیا۔ لیکن کن انکھیوں سے دیکھتے جاتے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس نے چاقو ہاتھ میں لیا۔ اپنی سفید ڈاڑھی تک لایا۔ آسمان کو دیکھا اور چپکے سے کچھ کہا۔ اور قاضی صاحب سے کہا کہ اب منہ اس طرف کر لو۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے چاقو سامنے ڈال دیا وہ اپنی اصلی حیثیت پر ہو گیا تھا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ تیسری حکایت قاضی قطب الدین کاشانی کی بیان فرمائی کہ وہ دہلی آئے تھے۔ سلطان شمس الدین نے آپ کو بلایا ان دنوں سلطان خرم گاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ گئے۔ اس وقت سید نورالدین مبارک سلطان کے پاس داہنی طرف اور شیخ افتخار الامتہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک بزرگ بیرون حرم گاہ تھے۔ انھوں نے قاضی قطب الدین سے کہا کہ آپ کہاں تشریف رکھیں گے آپ نے جواب دیا کہ زبردست علوی بیٹھوں گا۔

الغرض جب آپ روبرو سلطان کے پہنچے۔ سلام کیا۔ بادشاہ دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

اور ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھایا۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ جلال الدین تبریزی کی ہوئی کہ آپ بدایوں تشریف لے گئے تھے۔ قصہ اس کا مسروت ہے۔ ایک روز کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کو قاضی کمال الدین جعفری کے مکان کو جاتا ہوا۔ خدمت گاروں کو بر اسے اطلاع اندر بھیجا۔ انھوں نے آ کر جواب دیا کہ قاضی صاحب اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور یہ کہہ کر کہ قاضی صاحب نماز پڑھنا جانتے ہیں واپس چلے آئے۔ آپ کے واپس آنے کے بعد یہ خبر قاضی کمال کو معلوم ہوئی۔ وہ دوسرے روز آپ کے پاس آئے معذرت کی اور دریافت کیا کہ آپ نے دینہ روز بوقت واپسی یہ کیا فرمایا تھا کہ قاضی صاحب بھی نماز پڑھنا جانتے ہیں۔ حضرت میں نے تو نماز و احکام نماز میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک آپ نے کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن نماز علما اور ہوتی ہے۔ اور نماز فقرا اور ہی ہے۔ قاضی نے کہا کہ فقراء نماز میں رکوع و سجدہ کسی دوسری طرح سے کرتے ہیں۔ یا کوئی قرآن دیگر پڑھتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ نماز علما یہ ہے کہ وہ کعبہ کی جانب منہ کریں۔ نماز میں اگر کعبہ پیش نظر نہ ہو اس سمت منہ کریں۔ اگر سمت کعبہ معلوم نہ ہو تحری کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا حال ان تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ الا فقراء جب تک عرش بریں کو نہیں دیکھ لیتے۔ نماز نہیں پڑھتے۔

قاضی کمال الدین کو اگرچہ بات گراں معلوم ہوئی۔ لیکن خاموش ہو رہے اور چپکے چلے آئے۔ اسی شب ان کو خواب نظر آیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی عرش پر مصلا بچھائے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اتفاق سے دوسرے روز پھر ان ہر دو بزرگوار کو ایک جلسہ میں حاضری کا موقع ملا۔ شیخ جلال الدین نے سلسلۂ سخن آغاز کیا۔ کہ اے لوگو۔ تم کو علماء کا رتبہ معلوم ہے کہ ان کی ہمت مدرسی یا قضا کی جانب مائل رہتی ہے۔ اور زیادہ بڑھ کر صدر جہاں ہو جاتے ہیں۔ ان کا رتبہ اس سے زیادہ نہیں بڑھتا۔ لیکن فقراء کے مراتب و مدارج بے انتہا ہیں۔ پایۂ اول یہ ہے جو قاضی کمال الدین صاحب نے رات کو خواب میں دیکھا۔ قاضی صاحب یہ بات سنتے ہی چونک پڑے۔ اٹھ کر بہت معذرت

کی اور اپنے لڑکے برہان الدین کو آپ کے قدموں میں ڈالا اور مرید کرایا۔ اور کلاہ حاصل کی۔

تیرہویں مجلس

روز شنبہ تاریخ ۱۰/ ماہ مبارک شعبان [illegible]ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو تحمل کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ خلق کا آپس میں تین قسم پر ہے۔

ایک وہ ہوتے ہیں جو نہ کسی کو نفع پہنچاتے ہیں نہ نقصان۔ حکم ان کا پتھر کے مانند ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے دوسرے کو نفع پہنچاتے ہیں۔ لیکن نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہ قسم اچھی ہے۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو اپنی ذات سے دوسرے بھائیوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور جو شخص ان کو مضرت پہنچاتا ہے۔ اس پر صبر کرتے ہیں۔ وہ بے مکافات نہیں ہوتے۔ تحمل اختیار کرتے ہیں۔ یہ کام صدیقوں کا ہے۔

چودھویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۸/ ماہ مبارک شعبان

[illegible] ہجری

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو اس بارہ میں ہو رہی تھی کہ اسماء میں سے بہتر کون سے نام ہیں۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ احب الاسماء عند اللہ عبداللہ و عبدالرحمن۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اسماء عبداللہ اور عبدالرحمن وغیرہ ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اصدق الاسماء الحارث۔ یعنی کھیتی کرنے والا کسان

ہے کیونکہ ہر شخص کھیتی کرتا ہے۔ خواہ طاعت خواہ معصیت کا تخم بوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اکذب الاسماء المالک والخالد۔ کیونکہ مالک ہر شے کا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہمیشگی بھی اسی کو ہے۔

پندرھویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ پنجم ماہ رمضان سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو از صحبت کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نصیر الدین نامی متعلم حضرت شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کی نیت تجارت کی تھی۔ القصہ آپ کا مرید ہوا۔ اور چند روز خانقاہ میں رہا۔ میاں نصیر کے بال لمبے تھے اور ان کو نیچے کندھوں پر ڈالے رکھتے تھے۔ ایک روز کوئی جوگی حضرت شیخ الاسلام کی ملاقات کو آیا۔ مولانا نصیر نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو بالوں کے دراز ہونے کی وجہ معلوم ہے۔ مجھے بتلاؤ۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس طلب وارد کے استماع سے کراہیت آئی۔ جو شخص مرید ہو گیا۔ اسے کیوں فکر درازی موئے سر ہو۔ بلکہ بال منڈانے چاہئیں کہ مقصود اس سے رعونت کا پیلا جاتا ہے۔

الغرض چند روز بعد خواجہ وحید الدین حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری کے پوتے حاضر خدمت شیخ الاسلام ہوئے اور مرید ہونے کے واسطے عرض کیا اور اجازت بیعت بھی طلب کی۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں آپ کے خاندان کا غلام ہوں میرے شایان حال نہیں ہے کہ آپ کو مرید کروں جب خواجہ وحید الدین نے بہت عرض و معروض کی۔ شیخ الاسلام نے ان کو مرید کیا اور سر منڈانے کے واسطے ارشاد فرمایا انھوں نے موئے سر منڈا ڈالے۔ اسی روز مولانا نصیر الدین نے بھی اپنا سر منڈایا۔

اس کے بعد قبور کا ذکر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ سنگین تربتوں پر قرآن شریف

کی آیات کندہ کراتے ہیں اور دعائیں لکھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کرنا جائز ہے۔ بلکہ دیگر وغیرہ پر بھی کچھ نہ لکھنا چاہیئے۔

سولھویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۱۷ ماہ شوال ۶۵۵ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو بزرگی مولینا برہان الدین بلخی رحمہ کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ وہ خود بیان فرماتے تھے کہ میں تقریباً پانچ یا چھ برس کا ہوں گا۔ کہ والد کے ساتھ کہیں جاتا تھا۔ راستہ میں مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نظر آئے۔ میرے والد نے ان سے چشم پوشی کی۔ اور کوچہ میں چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ جب مولانا برہان الدین مرغینانی میرے پاس پہنچے۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کو سلام کیا۔ انھوں نے مجھے غور کی نگہ سے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے میں نور علم درخشاں دیکھتا ہوں۔

اس کے بعد مولانا برہان الدین مرغینانی نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ سخن میں از خود نہیں کہتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ میری زبان سے کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا اپنے وقت میں علامۂ عصر ہوگا۔ اور بادشاہ اس کے دروازے پر آئیں گے۔

خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حکایت تمام فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولانا برہان الدین بلخی باوفور علم و کمال صاحب صلاحیت بھی تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی گناہ کبیرہ کا سوال نہ کرے گا۔

اس کے بعد خواجہ ذکراللہ بالخیر نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مولانا برہان الدین یہ بھی کہا کرتے تھے کہ البتہ ایک گناہ کا مجھ سے سوال ہوگا کہ وہ سماع ہے جس کو میں نے چنگ کے ساتھ سنا ہے۔ اور اگر اس وقت موجود ہو تو بھی سن لوں گا۔

اس کے بعد حکایت در بارہ سماع بیان فرمائی کہ سماع کا سکہ اس شہر میں قاضی حمید الدینؒ اور قاضی منہاج الدین رہ نے جو قاضی شہر تھے بٹھایا ہے۔ قاضی منہاج الدین رہ نے جو

قاضی شہر تھے بٹھایا ہے۔ قاضی منہاج الدین قاضی شہر تھے اور سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ان کے زمانۂ قضا میں سماع کو استقامت حاصل ہوئی۔ مگر قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے لوگوں نے اکثر در بارۂ سماع جھگڑے کئے۔ ایک روز کوشک سپید کے متصل کسی مکان میں آپ کی دعوت تھی۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی رہ بھی معہ دیگر فقراء اس جگہ مدعو تھے۔ مجلس سماع قائم کی گئی تھی کہ حاسدوں نے مولانا رکن الدین سمرقندی کو جو منکر سماع اور سماع کے مدعی عظیم تھے۔ خبر کر دی۔ وہ فوراً اپنے گھر سے مع خدمتگاران و متعلقین کے روانہ ہوئے کہ آپ کو منع کریں۔ اور سماع سے باز رکھیں۔

قاضی حمید الدین رہ کو یہ حال معلوم ہوا۔ آپ نے مالک مکان کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ تم کہیں چھپ جاؤ۔ ہر چند تمہاری تلاش ہوگی مگر تم خود کو ظاہر نہ کرنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ چھپ گیا قاضی حمید الدین نے ارشاد فرمایا کہ مکان کا دروازہ کھول دو۔ دروازہ کھولا گیا اور راگ شروع ہوا۔

اسی وقت رکن الدین سمرقندی اپنے متعلقین سمیت پہنچے۔ دروازے پر ٹھہر گئے۔ مالک مکان کو بلانے کی کوشش بلیغ کی مگر ان کا پتہ نہ ملا۔ لاچار واپس چلے گئے۔

اس وقت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین رہ نے کیا اچھی تجویز سوچی تھی کہ مجلس سماع بھی ہوئی اور قاضی ان کا کچھ نہ کر سکا۔ یعنی مالکِ مکان کو غائب کر دیا۔ اگر رکن الدین سمرقندی بلا اجازت مکان میں داخل ہوتے۔ خود ان سے مواخذہ ہوتا کہ بغیر اجازت مالک مکان مکان میں داخل ہونا روا نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا شرف الدین بھی قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے اکثر جھگڑتے رہتے تھے۔ جب مولانا بحر بیمار ہوئے۔ قاضی حمید الدین اپنی صفائی قلب سے جو درویشوں کو حاصل ہوتی ہے ان کی عیادت کو گئے مولانا کو خبر کی گئی۔ انھوں نے کہا کہ وہ خدا تعالیٰ کو معشوق کہتے ہیں۔ میں ان سے نہیں ملتا۔

القصہ قاضی صاحب واپس آ گئے۔ بندہ نے عرض کیا کہ مراد معشوق سے اس جگہ محبوب ہے۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اس بارہ میں بہت سے کلام ہیں۔ آدمی بہت کچھ کہتے ہیں۔ اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ لیکن یہ امر قابل بحث نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قاضی کبیر اور مولانا برہان الدین بلخی اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ہم سفر تھے قاضی کبیر اور مولانا برہان الدین بلخی عمدہ گھوڑوں پر سوار تھے اور قاضی حمید الدین رحمۃ اونٹ پر چڑھے ہوئے تھے۔ مولانا برہان الدین بلخی نے قاضی حمید الدین سے مطائبۃً فرمایا کہ قاضی صاحب تمہاری سواری بہت صغیر (چھوٹی) ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں کبیر (بڑی) سے اچھی ہے۔ یہ بیان فرماکر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے تبسم فرمایا کہ رسائی عقل قاضی حمید الدین کو دیکھئے کیسا موزوں جواب دیا کہ ان پر اعتراض بھی نہ کیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب ذکر استماع سماع حمید الدین ناگوری رحمۃ کا بہت بڑھ گیا۔ علماء دہلی نے محضر بنایا اور اس پر حرمت سماع کی مہریں کرائیں۔ اکثر فقہاء نے اپنی سواہیر سے محضر کو مزین کیا۔ منجملہ ان کے ایک فقیہ تھا جو آپ کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ اس نے بھی مہر کی اور اپنے قلم سے بھی کسی قدر عبارت حرمت سماع کے بارہ میں لکھی تھی یہ خبر قاضی حمید الدین رحمۃ کو پہنچی۔ اس کو بلاکر ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے بھی محضر حرمت سماع پر مہر کی اور کچھ عبارت بھی لکھی ہے۔ اس نے شرمندگی سے قبول کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جن مفتیوں نے اس پر مہر کی ہے میرے نزدیک وہ شکم مادر میں ہیں لیکن تو پیدا ہو گیا ہے مگر لڑکا ہے۔

اس کے بعد یہ حکایت قاضی حمید الدین بارگل رحمۃ کی بیان فرمائی کہ وہ دہلی آئے تھے فرماتے تھے کہ میں اس شہر میں صرف قاضی حمید الدین کی زیارت کے واسطے آیا تھا۔ لیکن وہ میرے پہنچنے سے پہلے انتقال فرما چکے تھے۔ ایک روز مجموعات قاضی حمید الدین کو ہاتھ میں لے کر فرمانے لگے۔ کہ اے متعلمو جو کچھ تم نے پڑھا ہے وہ سب اسی میں لکھا ہے۔ اور جو اب تک نہیں پڑھا ہے وہ بھی موجود ہے۔ اور جس قدر مجھے معلوم ہے وہ بھی اس میں ہے۔ اور جو مجھے معلوم نہیں وہ بھی اس میں ہے۔

سترہویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ [illegible] ماہ ذیقعدہ سنہ [illegible]

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو اولیاء حق اور ان کی خلق کے ساتھ راستی معاملہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نیشاپور میں ایک بزرگ ابوالعباس نامی رہتے تھے۔ وہ سفر کو گئے اور چلتے ہوئے اپنے لڑکے سے جس کا نام ابوالعاس تھا۔ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس چند بھیڑیں اور بکریاں ہیں تم ان کو ذبح کرکے گوشت بیچ دینا اور روپیہ جمع رکھنا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور ایک مدت کے بعد واپس آئے۔ گھر میں ہڈیوں کا انبار لگا ہوا دیکھا۔ ابوالعاس سے پوچھا کہ یہ ہڈیاں کہاں سے آئیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بھیڑ اور بکریوں کی ہیں جن کی بابت آپ نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ ذبح کرکے گوشت بیچنا اور روپیہ جمع کرنا۔ میں نے تعمیل ارشاد میں گوشت بیچ دیا۔ باپ نے کہا یہ ہڈیاں کیوں رکھ چھوڑیں ان کو ہمراہ گوشت کیوں فروخت نہیں کیا۔ ابوالعاس نے جواب دیا کہ خلق میرے پاس گوشت کی طالب آئی تھی میں ان کو ہڈیاں خلاف طلب کیونکر دے سکتا تھا۔

ابوالعباس نے یہ سنتے ہی شور کیا کہ تو نے میرا مال لٹا ڈالا لوگ خوش خاص کر جمع ہوئے۔ ابوالعاس نے دریافت کیا کہ خیر اس تجارت میں آپ کو کس قدر نقصان پہنچا۔ ابوالعباس نے طنزیہ کہا کہ مجھے بیس ہزار دینار کا خسارہ ہوا۔ ابوالعاس نے ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے کہ اسی وقت ایک تھیلی بیس ہزار دینار کی ہاتھوں میں آپڑی۔ وہ اپنے باپ کو دی اور ارشاد فرمایا گن لو۔ پورے بیس ہزار دینار تھے۔

جب یہ حکایت تمام ہوئی میں نے عرض کیا کہ جلال تعلب متقدمین سے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ بلکہ متاخرین میں سے ہیں۔ اور یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔ بیت

من پارہ قصابم سخنم پوست کشیدست
من پوست کشم ہر کہ ببازار من آید

میں نے عرض کیا کہ یہ نظم جلال کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں یہ ان کا کلام ہے۔
اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس حضرت دہلی میں نوچشہ کے پاس ایک قصائی کی دکان تھی۔ یہ قصاب بھی صاحب کمال تھا۔ اور خلق کو اس سے فیض پہنچتا تھا۔ قاضی فخرالدین ناقلہ اوائل حال میں اس کے پاس بہت جاتے تھے۔ ایک روز انہوں نے دریافت کیا کہ تم کو کیا مطلوب ہے قاضی فخرالدین نے کہا کہ میں قاضی ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ قاضی ہو جاؤ گے چنانچہ وہ قاضی ہو گئے۔

اسی طرح ایک اور شخص بھی آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا تمہاری کیا خواہش ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں میرداد ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تم میرداد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولانا وجیہ الدین حسام بھی مبدء حال میں اسی قصاب کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ ایک دن ان سے بھی پوچھا کہ تمہیں کیا مطلوب ہے۔ مولانا وجیہ الدین نے جواب دیا کہ میں عالم ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ تم کو علم حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ چند روز میں وہ عالم ہو گئے۔

اسی طرح ایک اور اہل کمال اس قصاب کے پاس آتے جاتے تھے۔ ان سے بھی ایک روز پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے محبت حق جل و علا مطلوب ہے۔ چنانچہ یہ شخص بھی واصلان الحق سے ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس قصاب کو دیکھا تھا۔

اٹھارہویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۲۲ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور۔

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو سعادت علوی کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ میرے دل میں چند روز سے ایک حدیث خلش رکھتی تھی۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر سے عرض کیا کہ

میں نے بعض علوی حضرات کی زبانی سنا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمان لکھا تھا کہ میرے بعد اگر میری اولاد کسی مسلمان کو فروخت کر ڈالے تو روا ہے۔ مزاحم نہ ہونا چاہیئے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور حضرت عمر فاروق رضہ نے اس فرمان کو چاک کر ڈالا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی گئی۔ لیکن اولاد رسول کو گرامی رکھنا واجب ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اولاد رسول علیہ السلام سے نالائق بات کبھی وجود میں نہیں آتی۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ سمرقند میں ایک علوی صحیح النسب سید اجل نامی جن کی تصانیف سے کتاب نافع مشہور ہے رہتے تھے۔ ان کے ہاں ایک لونڈی تھی۔ اس کے لڑکا متولد ہوا۔ جب اس لڑکے کی عمر کم و بیش پانچ چھ برس کی ہوئی وہ لڑکوں میں کھیلتا تھا۔

اس وقت ایک سقا آیا۔ اس نے اس کی پکھال کا منہ کھول دیا کہ پانی بہ گیا۔ سقے کو اس نے دیا۔ وہ دوبارہ پکھال بھر کر لایا۔ لڑکے نے مشک میں تیر مار کر رخنہ ہو گیا جس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی پھوار کے طور پر نکلتا تھا۔ سید اجل نے جب مشک سقے کی پھٹی ہوئی دیکھی دریافت فرمایا کہ اس میں سے پانی کیوں نکلتا ہے۔ سقہ نے جواب دیا کہ میں مشک بھرے لا رہا تھا۔ آپ کے لڑکے نے بانس کی چھوٹی سی تیر و کمان بنا رکھی ہے۔ وہ میری مشک میں ماری جس سے یہ چھوٹا سا سوراخ ہو گیا۔ سید اجل یہ سنتے ہی مکان کو گئے۔ تلوار ننگی کی اور لونڈی کے سر کے بال پکڑ کر فرمایا کہ سچ بتا کہ یہ لڑکا کس کے نطفہ سے ہے۔ ورنہ تجھے مار ڈالوں گا۔ لونڈی نے پہلے بہت انکار کیا۔ آخر کار جان کے خوف سے بتایا کہ یہ لڑکا فلاں غلام کے نطفہ سے ہے۔ سید اجل یہ سن کر باہر آئے۔ اس لڑکے کی دو چوٹیاں گوندھ رکھی تھیں منجملہ اس کے ایک کاٹ ڈالی۔ الغرض جو آل پیغمبر ص سے ہے اس سے کوئی حرکت کسی کی دل آزاری کی سرزد نہ ہوگی۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ بداؤں میں ایک علوی رہتا تھا اس کے گھر میں لڑکا

متولد ہوا۔ یہ روز وہ روز تھا کہ اس روز ماہ برج عقرب میں ساکن تھا۔ لوگ اس روز کے پیدا شدہ کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اس علوی نے وہ لڑکا دائی کو براے پرورش دے دیا۔ اس نے بے جا کر پالا جب یہ لڑکا تین چار سال کا ہوا۔ اپنا روپ نکالا۔ نہایت حسین و جمیل تھا کہ لوگ سب اس سے محبت کرتے تھے۔ کسی نے اس کے باپ سے کہا کہ ایسے منحوس کیوں ہو گئے ہو۔ اس کو لے آؤ۔ وہ لے آئے۔ تعلیم قرآن شریف دی اور علم ادب بھی پڑھایا۔

القصہ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا کہ میں نے اس سید علوی کو دیکھا تھا۔ حسن کامل رکھتے تھے۔ عالم اور مجتہد تھے۔ بدایوں کے بہت سے باشندے ان کے شاگرد تھے۔ ادب اور صلاحیت کامل ان کو حاصل تھی۔ جو شخص دیکھتا تھا اس امر کا اعتراف کرتا تھا کہ یہ آل رسول ہیں۔

اس کے بعد حکایت ان درویشوں کی ہوئی جو مدام مشغول بیاد الٰہی رہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے زبانی شیخ بدر الدین اسحاق کے سنا ہے کہ خانقاہ حضرت شیخ الاسلام میں ایک صوفی تشریف لائے تھے۔ مرد عزیز تھے۔ روز و شب یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ کپڑے ان کے بالکل میلے اور پھٹ گئے تھے۔ ایک دن بدر الدین اسحاق نے ان سے کہا کہ آپ کپڑے کیوں نہیں دھوتے۔ جواب دیا فرصت کپڑے دھونے کی نہیں ہے۔ یہ بات اس عجز کے انداز سے کہی کہ سامعین کے آنسو نکل پڑے۔ اور ایک راحت حاصل ہوئی۔

اس کے بعد گفتگو ذوق اور شوق کے بارہ میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لاہور میں ایک واعظ رہا کرتا تھا۔ صاحب تاثیر تھا۔ جو شخص اس کا وعظ سنتا اس پر اثر ہوتا۔ ایک روز اس نے قاضی لاہور سے آکر بیان کیا کہ میرا ارادہ بیت اللہ جانے کا ہے اجازت ہو تو جاؤں۔ قاضی نے کہا کہ تم سے یہاں لوگوں کو فیض ہوتا ہے نہ جاؤ۔ یہ کہہ کر کچھ نذر دی۔ دانشمند نے اس سال جانے کا ارادہ فسخ کیا۔ دوسرے سال بھی طور سے جا کر طالب اجازت ہوا۔ قاضی نے پھر کچھ سیم و زر نذر گزرانا۔ اور سال اول کی طرح کہا۔ پھر اس سال بھی باز رہے۔ تیسرے سال پھر گئے اور قاضی سے اشتیاق زیارت خانہ کعبہ کا حال عرض کر کے اجازت چاہی۔ اس دفعہ قاضی نے کہا کہ اے خواجہ اگر تم کو اشتیاق زیارت کعبہ ہے پھر اجازت کی کیا ضرورت

ہے۔ تم کسی کے قیدی نہیں ہو۔ شوق سے چلے جاؤ۔

یہ حکایت بیان فرما کر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ عشق میں مشورت درکار نہیں ہوتی ہے۔

انیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو کشف و کرامت کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس شہر میں فاطمہ سام نامی ایک نیک زن معمر صاحب صلاحیت رہتی تھیں۔ میں نے ان کو دیکھا ہے اور یہ دو مصرعے سے

ہم عشق طلب کنی و ہم جاں خواہی

ہر دو طلبے و لے میسر نہ شود

ایسے ایسے اشعار حسب حال بہت پڑھا کرتی تھیں۔ شیخ نجیب الدین متوکل اور فاطمہ سام کے درمیان رشتہ مودت مستحکم تھا۔ آپ نے ان کو منہ بولی بہن اور انہوں نے آپ کو منہ بولا بھائی بنا رکھا تھا۔ شیخ نجیب الدین کو اکثر فاقہ رہتا تھا۔ اور اس سبب سے ان کا کنبہ بھی فاقہ کشی کرتا تھا۔ جب فاقہ سے روز گزر کر رات بھی بسر ہو جاتی۔ فاطمہ سام ایک دیگچہ جس میں بیس سیر یا من بھر کھانا ہوتا۔ روانہ فرماتیں کہ یہ لوگ کھائیں۔ اور ہمیشہ ایسا فرماتی تھیں کہ شیخ نجیب الدین بطریق طیبت فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے فاقے کا حال فاطمہ سام پر ظاہر کرتا ہے۔ بادشاہ پر نہیں کرتا جہاں سے زیادہ آمد ہو۔

پھر تبسم ہو کر فرماتے کہ بادشاہوں کو یہ صفائی قلب کب ممکن ہے۔ اور یہ صفائی قلب ان کو کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ سام نے ایک روز مجھ سے کہا تھا کہ ایک شخص کی لڑکی نہایت حسین و جمیل ہے تم اس سے نکاح کر لو۔ میں نے جواب

دیا کہ میں جس زمانہ میں حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ کی خانقاہ میں رہتا تھا۔ وہاں ایک جوگی آیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ لڑکے نیک و بد اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ لوگ مباشرت کے اوقات سے واقف نہیں ہیں۔ اگر وقت نیک ہو ۔ لڑکا صالح ظہور میں آیا۔ وقت بد ہوا لڑکا ناہنجار پیدا ہوا۔ مہینے کے تیس دن ہیں۔ ہر روز کی خاصیت جداگانہ ہے۔ پیکہ کر اس نے حال ہر روز کا بیان کرنا شروع کیا۔ میں نے کان لگا کر سنا۔ اور جو جو وہ کہتا گیا سب یاد کر لیا۔ اور اس کو سنایا۔

حضرت شیخ الاسلام بھی اس جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ نظام الدین تم نے خوب کیا۔ مگر تم کو اس سے فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

یہ فرما کر خواجہ ذکراللہ بالخیر نے فرمایا کہ جوں ہی میں نے یہ حکایت فاطمہ سام سے کہی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس شخص کے کہنے سے یہ بات تم سے کہی تھی۔ خیر تم کو اختیار ہے۔

بیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۹ ر ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ ان دنوں ایک مدعی عقیدت نے سماع کے بارہ میں خواجہ ذکراللہ بالخیر سے خصومت پیدا کر رکھی تھی سخت غلو کرتا تھا اور کلمات ناگفتنی کہتا تھا۔

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ الد الخصام کو سخت دشمن رکھتا ہے۔ اور الد الخصام سخت خصومت کرنے والے کو کہتے ہیں۔

اس کے بعد سماع کے بارہ میں یہ فائدہ بیان فرمایا کہ چند چیزیں موجود ہونی چاہئیں اس وقت سماع سننا روا ہے۔ مسمع۔ مسموع اور مستمع کا ہونا ہے۔ اور چوتھی شے آلت السماع ہے۔

اس کے بعد اس کی شرح بیان فرمائی کہ مسمع کے معنی گوئندہ کے ہیں۔ لازم ہے کہ گانے

والا مرد ہو۔ لڑکا بے ریشا یا عورت نہ ہو۔ اور مسموع وہ غزل یا چیز ہے جو سنی جائے۔ ہزل اور فحش کی ذیل سے نہ ہونی چاہئے۔ اور مستمع یعنی سننے والے کو چاہئے کہ وہ یاد حق میں مملو ہو۔ اور آلت السماع چنگ وغیرہ مجلس میں نہ ہونا چاہئے۔ ایسا سماع حلال ہے۔ اور اس حدیث السماع مباح لمن کان قلبہ حی و نفسہ میت کے یہی معنی ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ سماع ایک موزوں آواز ہے۔ وہ کیونکر حرام ہو سکتی ہے۔ اور غزل وغیرہ کلام ہے۔ مفہوم المعنی اس کی حرمت کی کونسی وجہ ہے۔ باقی رہی تحریک قلب اگر وہ تحرک بیاد حق ہو۔ مستحب ہے۔ اور اگر تحرک بفساد ہو حرام ہے۔

اکیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۲۳ ر ماہ محرم ۷۰۸ھ؁

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو اخلاق درویشاں اور ان کے اہل خصومت کے ساتھ معاملہ نیک کرنے کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ تاتاری نام بادشاہ حضرت سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت رکھتا تھا۔ لوگوں نے بلوہ کر کے اس کو شہید کیا اور دوسرے شخص کو بادشاہ کیا۔ اس بادشاہ کا ایک ندیم تھا۔ وہ حضرت سے دشمنی رکھتا تھا۔ ایک روز تخلیہ میں بادشاہ کو ورغلایا۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ بادشاہی بلا خدشہ کریں شیخ سیف الدین باخرزی کو شہید کرا دیجئے کل فتنہ و فساد و تحویل ملوک ان کی ذات سے پیدا ہوتا ہے۔

بادشاہ نے سنتے ہی کہا کہ تم مختار ہو۔ جس طرح سے ہو سکے شیخ کو میری خدمت میں حاضر کرو۔ ندیم گیا اور بڑی بے حرمتی سے خود شیخ کا دوپٹہ ان کی گردن میں ڈال کر کھینچتا ہوا لایا۔ جوں ہی بادشاہ کی نگاہ شیخ پر پڑی۔ خدا جانے اس نے کیا دیکھا کہ فوراً تخت سے کود پڑا۔ بڑی عذر و معذرت کی اور کہا کہ میں نے اس مصاحب کو ایسا نہیں کہا تھا اور آپ کو خلعت میں گھوڑا کپڑا وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ آپ خانقاہ کو چلے گئے۔ بادشاہ نے دوسرے روز اس ندیم کو جس نے آپ کی بدگوئی کی تھی۔ ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ کے پاس

مع اس حکم کے کہ یہ ندیم کشتنی ہے۔ بھیجا۔ اور جو شخص گرفتار کر کے لائے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ سلطان نے حکم دیا ہے کہ شیخ جس طرح مناسب تصور کریں اس کو قتل کریں۔ آپ نے اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیے اور اپنے کپڑے پہنائے۔ اور اس سے ارشاد فرمایا کہ آج میرے ساتھ وعظ میں چلو۔ یہ روز دوشنبہ تھا۔ آپ ہمیشہ ہر دوشنبہ کو وعظ فرماتے تھے۔ قصہ مختصر اپنے ہمراہ مسجد میں منبر تک لائے اور منبر پر چڑھ کر یہ بیت پڑھی۔ بیت

آنانکہ بجائے من بدیہا کردند
گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ جو فعل بندہ سے عالم وجود میں آتا ہے در اصل فاعل خیر و شر خدائے تعالیٰ ہے۔ پس جو کچھ نیکی و بدی ہے۔ منجانب اللہ ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ کسی شخص سے رنجیدہ نہ ہو۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ راہ راہ چلے جاتے تھے۔ کسی بے وقوف نے پیچھے سے آکر ہاتھ کاندھے پر مارا۔ آپ نے منہ پھیر کر دیکھا کہ آپ نے مجھے کیوں (مارا؟) آپ تو فرماتے ہیں کہ خیر و شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچتا ہے! شیخ نے فرمایا فی الواقع بات یہی ہے۔ لیکن میں یہ دیکھتا تھا کہ اللہ تعالے نے کس بدبخت کو اس کام پر تعینات کیا ہے۔

بائیسویں مجلس

روز پنجشنبہ تاریخ ۱۷ ماہ ربیع الاول سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو رویت حق کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ نعمت رویت جس کا وعدہ مومنین سے کیا گیا ہے وہ فردائے قیامت میسر ہوگی۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ مومن جب اس نعمت کا مشاہدہ کریں گے کئی ہزار برس تک حیرت میں رہیں گے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ

کس قدر کوتہ نظری ہوگی کہ اس کے بعد دوسری چیز کو دیکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ سعدی نے ایک بیت اسی معنی میں نظم کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ بیت

افسوس بران دیدہ کہ روئے تو ندیداست
یا دیدہ و بعد از تو بغیرے نگریداست

آپ نے یہ بیت سن کر بہت استحسان فرمایا۔

تیئیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۲۶ ماہ ربیع الآخر
سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو صحابت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی وقت ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے نکاح کو عرصہ چھ ماہ کا منقضی ہوا ہے۔ اور آج میری منکوحہ کے فرزند تولد ہوا۔ آپ اس بارہ میں حکم فرمائیں فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا یعنی آپ نے اس کے رجم کا حکم دیا کہ اس کو سنگسار کریں۔

اس مجلس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے۔ آپ حضرت عمرؓ کی جانب مخاطب ہوئے۔ امیر المومنین نے دریافت کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

حملہ وفصالہ ثلثون شہرا یعنی مدت حمل بچہ اور اس کے دودھ چھڑنے کی تیس ماہ ہیں۔ پس دو سال مدت شیر ہوئی۔ سو دا ہے کہ مدت حمل شش ماہ ہو۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حکم رجم منسوخ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر علیؓ نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے زنا سے حمل ہے۔ آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم نافذ فرمایا

تھا کا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بھی اس وقت تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نعفا اس حکم پر تامل کیجئے۔ اس وقت میں صرف عورت مجرم ہے لیکن اس طفل نے جو اس کے پیٹ میں ہے کیا قصور کیا ہے۔ جو اس کی بھی جان لی جاتی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس عورت کو تا وضع حمل نظر بند رکھو۔ اور ارشاد فرمایا کہ لولا علی لھلک عمر۔

اس کے بعد آپ کے حسن ادب اسلام کے بارہ میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک شاعر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدہ کہہ کر آپ کی خدمت میں نذر گزرانا تھا۔ ایک مصرعہ اس میں کا یہ تھا مصرع۔

کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا

یعنی بڑھاپا اور اسلام مرد کو گناہ سے روکنے والا ہے۔ آپ نے اس کو اس قصیدہ کا صلہ کچھ نہیں دیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے بہت بڑی امید سے اس قصیدہ کو نذر کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ فی الواقع میں تم کو اس کے بدلے میں کچھ نذر کرتا۔ لیکن تم نے بڑھاپے کو اسلام پر مقدم کیا ہے اس وجہ سے میں کچھ نہیں دیتا۔

اس کے بعد گفتگو شعر کے بارہ میں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ نے زبان مبارک مخدوم سے سنا ہے کہ قرآن شریف پڑھنا شعر کہنے پر غالب ہو جاتا ہے۔ ببرکت نفس مخدوم بندہ ہر روز قرآن شریف پڑھتا ہے امید ہے کہ شعر کہنا چھوٹ جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپ نے خادم کی یہ عرضداشت پسند فرمائی۔

اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ الشعراء یتبعھم الغاوون کے بظاہر معنی یہ ہیں کہ متابعین شعراء گمراہ ہیں اور یہ بھی آپ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ان من الشعر حکمۃ بھی ہے جب اہل شعر اہل حکمت ہوئے قرآن کے متابع کیونکر گمراہ ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہزل و ہجوگو شعراء اور ان کے متابعین کے بارہ میں یہ حکم ہے۔ صحابہ کرام نے اشعار موزوں فرمائے ہیں۔ ان کے بارہ میں یہ حکم کیونکر روا ہو سکتا ہے۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دو شعر نشانہائے قیامت میں مشہور ہیں جن کے معانی یہ ہیں:۔

"جب عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی اس وقت دجال کے خروج کا خوف ہوگا"

ان اشعار کا قافیہ۔ سروج۔ فروج اور عروج ہے۔

بندہ نے عرض کیا کہ اشعار میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک معتبر کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن مبالغہ شعری گناہ نہیں ہے۔

چوبیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۷ ارماہ جمادی الاول

سنہ مذکور

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو حسد کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

یہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ حسد و غبطہ دو چیزیں ہیں۔ حسد یہ ہے کہ دوسرے شخص کی نعمت دیکھ کر جلے اور اس کا زوال چاہے۔ مگر غبطہ یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر خود بھی منعم ہونے کی آرزو کرے۔ حسد حرام ہے۔ اور غبطہ روا ہے۔

پچیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۱۳ ارماہ مبارک رمضان

عمت میامنہ ۲۱ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو احوال حیدر زادے کے بارہ میں ہو رہی تھی کہ ان کو سو برس کے بعد نعمت حاصل ہوئی۔ اور ان پر دروازہ ہائے معرفت

اٹھی تھی۔

اس کے بعد گفتگو شیخ الاسلام قطب الدین نور اللہ مرقدہ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ وہ عید کی نماز پڑھ کر مع اپنے یاروں کے واپس آ رہے تھے۔ اب جس جگہ آپ کا مزار ہے وہاں پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت وہاں جنگل تھا۔ کوئی قبر یا گنبد نہ تھا۔ آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے خلق زیارت کی منتظر ہوگی کہ بعد از فراغ زیارت کھانا کھائیں۔ اور آپ اس جگہ درنگ فرما رہے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس زمین سے بوئے اہل دل لوگوں کی آتی ہے۔ اسی وقت اس زمین کے مالک کو بلا کر آپ نے خود اپنے مال سے وہ زمین خرید فرمائی اور اپنی قبر اسی جگہ بنانے کے واسطے وصیت کی۔

یہ فرما کر خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے آنکھوں میں آنسو بھر کر ارشاد فرمایا کہ دیکھئے حضرت قطب الاسلام کی پیشین گوئی کیسی صحیح ہوئی۔ دیکھو وہاں کس کس اہل دل اور اہل محبت کا مزار ہے اور وہاں کیسے کیسے اہل اللہ سو رہے ہیں۔

اس کے بعد یہ حکایت شیخ محمود موزہ دوز رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ جس شخص کا غلام بھاگ جاتا وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا۔ آپ اس غلام کا نام دریافت فرماتے اور تھوڑی دیر شاغل ہو کر ارشاد فرماتے کہ اچھا وہ آ جائے گا۔ لیکن جب آ جاوے مجھے خبر کرنا۔

الغرض ایک مرتبہ کسی شخص نے آ کر اپنے غلام کے بھاگ جانے کا حال عرض کیا۔ آپ نے موافق قاعدہ کے بعد تامل ارشاد فرمایا کہ اچھا جب وہ آ جائے مجھے اطلاع دینا۔ چند روز میں وہ غلام آ گیا لیکن مالک غلام آپ کی خدمت میں اطلاع کے لیے حاضر نہ ہوا۔ چند روز بعد وہ غلام پھر بھاگ گیا۔ اس وقت اس شخص نے حاضر ہو کر صورت حال عرض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ بات کہ جب غلام آ جائے مجھے خبر کرو اس واسطے نہیں کہتا ہوں کہ تم سے شکرانہ طلب کروں بلکہ میرا مقصود ہوتا ہے کہ بعد آ جانے غلام کے وہ خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔

یہ فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے تبسم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ شیخ محمود موزہ دوز نے مالک غلام سے کہا کہ تو نے وعدہ اطلاع نہ کیا تھا۔ لیکن خبر نہ دی۔ اب وہ غلام واپس نہ آئے گا۔

اس کے بعد حکایت شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ پانچ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ درویش درشت مزاج تھے۔ شیخ الاسلام سے کہنے لگے کہ ہم اقصائے عالم میں پھر آئے ہیں۔ لیکن ہم کو کوئی درویش نہیں ملا۔ شیخ فرید الدین نے کہا بیٹھئے میں آپ کو درویش بتاؤں گا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور اسی وقت رواں ہوئے۔

اس وقت شیخ الاسلام نے ازراہ کرم فرمایا کہ خیر جاتے ہو تو جاؤ مگر بیابان کے راستہ سے نہ جانا۔ دوسرے راستہ سے جانا۔ انھوں نے آپ کے ارشاد کے خلاف کیا۔ آپ نے پیچھے پیچھے آدمی دوڑایا کہ دیکھو وہ کس راستہ سے گئے ہیں۔ تفحص کنندہ خبر لایا کہ وہ براہ بیابان گئے اور چار شخص لُو سے ہلاک ہوئے اور ایک شخص نے کنویں پر جا کر اس قدر پانی پیا کہ ہلاک ہوا۔ آپ یہ سنتے ہی ہائے ہائے کر کے رو پڑے اور سخت افسوس کے بعد فرمایا کہ انھوں نے میرا کہا نہ مانا مفت میں ہلاک ہوئے۔ خیر ان کی تقدیر میں یہی تھا۔

اس وقت حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر بسبب زحمت چارپائی پر بیٹھے تھے۔ حاضرین سے فرمانے لگے کہ میں رنجور ہوں پیر میں زخم ہے۔ میری یہ گستاخی معاف کرو۔ یہ سن کر تمام حاضرین نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بیماری کو دور کرے۔ ہم سب کی جان آپ کی جان سے وابستہ ہے اور حیات آپ کی حیات سے متعلق۔ اس وقت بندہ کو یہ بیت یاد آئی۔ بیت

جان جہانیاں تو ئی دشمن جاں بود کسے

انیسہ دشمناں بود دشمن جان خویشتن

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے اس قصیدہ کا مطلع پڑھا۔ بیت

دوش صبوحی میزند بلبل مست در چمن
زخوشی صبوحیش گل بدرید پیرہن

اس کے بعد حکایت خواجہ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی کہ شیخ جلال الدین تبریزی رح خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح سے فرماتے تھے کہ میں نے حضرت خواجہ فرید الدین عطار کو نیشا پور میں دیکھا تھا مجھ سے دریافت کیا تھا کہ مجھے کسی مرد خدا کا نشان بتاؤ۔ خواجہ بہاؤ الدین زکریا نے ان سے کہا کہ تم نے ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رح کا نشان کیوں نہ بتایا۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا کہ جو مشغولی میں نے خواجہ فرید الدین عطار میں دیکھی تھی۔ وہ دوسروں میں کم تھی۔

اسی وقت حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک مرد ضعیف کو دیکھا تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے خواجہ فرید عطار کو دیکھا تھا۔ وہ اوائل حال میں پریشان قدم تھے۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جب عنایت الٰہی دامن گیر ہوتی ہے ایسے ہی واقعات ہوتے ہیں۔ اور یوں ہی کام بن جاتا ہے۔

اس کے بعد ان کی وفات کا حال بیان فرمایا کہ کفار نے نیشا پور فتح کر کے آپ کو مع سترہ یاروں کے گرفتار کر کے مستقبل قبلہ بٹھایا اور شہید کرنا شروع کیا خواجہ فرید الدین عطار سب کے آخر میں تھے۔ آپ نے جب اپنے دوستوں کو شہید ہوتے دیکھا۔ فرمانے لگے۔ کہ یہ کیسی تیغ تمہاری تیغ جاری ہے۔ اور جب خود شہید ہونے لگے فرماتے تھے کہ یہ کیسا احسان اور لطف و کرم الٰہی ہے۔

اس کے بعد حکایت حکیم سنائی طیب اللہ ثراہ کی ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رح فرماتے تھے کہ میں قصیدہ حکیم سنائی کے ایک شعر کا سلطان کہا ہوا ہوں۔ اس وقت ایک عزیز حاضر تھا۔ اس نے چند بیتیں اس قصیدہ کی پڑھیں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ مجھے وہاں لے جائے جہاں حکیم سنائی مدفون

ہیں یا وہاں کی خاک یہاں پہنچائے کہ میں اس کو اپنی آنکھوں میں بجائے سرمہ لگاؤں۔

چھبیسویں مجلس

روز چہار شنبہ تاریخ ۲۷ ماہ رمضان المبارک

۷۲۱ھ ہجری

کو دولت دست بوسی میسر ہوئی۔ حکایت قاضی منہاج سراج کی ہو رہی تھی کہ آپ صاحب ذوق و شوق تھے۔ ہمیشہ وعظ کہتے تھے۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ میں ہر دو شنبہ کو ان کے وعظ میں بلا ناغہ جاتا تھا۔ اللہ اللہ کیسا حسن بیان تھا کہ ہر ایک شخص حیرت زدہ تصویر وار خاموش رہتا تھا۔ اور قائمہ سے اٹھاتا تھا۔ ان کے وعظ میں لوگ زبان حال سے پڑھتے تھے۔ بیت

تو زلب سخن کشادی ہمہ خلق بے زبان شد
تو خرام کار کردی ہمہ دیدہ با زداں شد

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ان کے وعظ میں نہایت شوق سے بے خود ہو جاتا تھا۔ گو یا مردہ ہوں یا سکتہ ہو گیا ہے۔ کیفیت مجھے سماع وغیرہ میں بھی حاصل نہیں ہوئی اور یہ حال حضرت شیخ الاسلام رح سے مرید ہونے سے پیشتر کا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک عزیز مجھ سے کہتا تھا کہ تم لائق تعلم نہیں ہو۔ بلکہ شیخ الاسلام کے سزاوار ہو۔

اس کے بعد گفتگو اولیاء اللہ و ابدال اور اوتاد کے بارہ میں ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ میں ایک صوفی سے یہ بات سن کر نہایت متفکر ہوں۔ اس نے کہا تھا۔ کہ نظام عالم ببرکت قطب و اوتاد وغیرہ قائم ہے۔ قطب ایک ہوتا ہے اور اوتاد چار ہوتے ہیں اور ابدالوں کی تعداد چالیس ہے۔ اور اولیاء اللہ چار سو ہوتے ہیں۔ قطب کے وفات پانے پر اوتاد میں سے ایک شخص قطب ہوتا ہے اور اسی طرح ابدال

ہیں سے اوتاد اور اولیاء میں سے ابدال مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اولیاء کی جگہ خالی رہتی ہے۔ یعنی اولیاء ایک کم ہونے سے تین سو ننانوے رہ جاتے ہیں۔ اور اسی طرح کم ہوتے جاتے ہیں۔ اور در ولایت بند کیا گیا ہے۔ آئندہ کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ولایت دو قسم پر منقسم ہے۔ ولایت ایمان اور ولایت احسان۔ ولایت ایمان ہر مومن کو میسر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا۔ اور ولایت احسانی یہ ہے کہ کشف و کرامت و مرتبۂ عالی حاصل ہو۔

ستائیسویں مجلس

روز چہارشنبہ تاریخ ۱۰ ماہ صفر ۲۲ھ

کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ ذکر مشائخ ہو رہا تھا۔ بندہ نے عرض کیا کہ سیدی احمد کیسے شخص تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بزرگ و صاحب باطن تھے۔ اہل عرب سے ہیں اور عرب کی رسم ہے کہ جب کسی شخص کو بزرگی سے یاد کرتے ہیں۔ سیدی کہتے ہیں۔ آپ حسین منصور حلاج رہ کے معاصر تھے۔ جب منصور حلاج کو جلا کر ان کی خاک دریائے دجلہ میں ڈالی گئی تھی ڈالنے سے قبل سیدی احمد نے تھوڑی سی خاک اٹھا کر کھالی تھی کہ اس سے یہ جملہ برکات آپ کو حاصل ہوئیں۔

اٹھائیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۷ ماہ مذکور ۲۲ھ

کو دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ گفتگو مکارم و حسن اخلاق درویشاں کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شب کوئی چور بہ نیت سرقہ شیخ احمد نہروانی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں [illegible]۔ تمام مکان ڈھونڈھا مگر کچھ بھی دستیاب نہ ہوا۔ لاچار واپس جانے کا قصد کیا۔ شیخ احمد کو خبر ہوئی۔ آپ نے آواز [illegible]

قسم ولائی کہ ٹھہرے رہو میں کسی قدر تم کو حق المحنت دوں گا۔ شیخ احمد نہروانی پارچہ بافی کا کام کرتے تھے۔ اپنی کارگاہ میں گئے اور سات گز کپڑا جو انہوں نے بن رکھا تھا لائے اور چور کو دے کر کہا اس وقت صرف اسی قدر موجود تھا۔ لے جاؤ۔ چور کپڑا لے کر چلا گیا اور دوسرے روز اپنے تمام کنبے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑا اور توبہ کی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

انتیسویں مجلس

روز یکشنبہ تاریخ ۱۰ ماہ ربیع الاول ۲۲ھ

کو سعادت دست بوسی میسر ہوئی۔ اس روز بندہ ایک چھوٹے لڑکے کو جو اس خاکسار کے اہل قرابت سے تھا اور کبھی کبھی اس کو تکلیف ہو جاتی تھی واللہ اعلم آسیب پری یا دیو تھا یا کچھ اور تھا۔ اپنے ہمراہ لے گیا اس کا حال خواجہ ذکر اللہ بالخیر سے عرض کیا۔ آپ نے نظر رحمت سے دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا ہو جائے گا۔

اور اسی وقت یہ حکایت متضمن اسی معنی کے ارشاد فرمائی۔ کہ بخارا میں ایک لڑکا تھا اسی طرح طائفہ جن و پری ستاتے تھے۔ مغرب کے بعد اس کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور اسی مکان کے صحن میں جو درخت تھا اس کی چوٹی پر بٹھا دیتے تھے۔ لڑکے کے ماں باپ نے سخت احتیاط کی مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ لاچار ہو کر بوقت شام لڑکے کو کوٹھڑی میں مقفل کر دیتے تھے لیکن وہ پھر درخت کی چوٹی پر بیٹھا ملتا تھا۔ تنگ آ کر والدین اس کے لڑکے کو خواجہ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ اور صورت حال عرض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے کا سر منڈا لو۔

چنانچہ سر منڈایا گیا۔ آپ نے کلاہ اس کے سر پر رکھی اور تلقین فرمایا کہ اگر اب طائفہ تیرے پاس آئے تو ان سے کہہ دینا کہ میں مرید شیخ کا ہو گیا ہوں۔ محلوق ہوں۔ اور یہ کلاہ خدمت شیخ نے مرحمت فرمائی ہے۔ یہ تلقین سن کر لڑکا اور اس کے والدین اپنے گھر چلے گئے شام کو حسب معمول وہ طائفہ جن و پری آیا۔ لڑکے نے کہا کہ میں شیخ سیف الدین باخرزی کا

مرید ہوا۔ سر منڈایا ہے۔ اور آپ نے یہ کلاہ مجھے مرحمت فرمائی ہے۔ یہ کلام سنتے ہی اس طائفہ نے کہا کہ واللہ اعلم کس بدبخت نے یہ بات ان کو بتلا دی کہ شیخ کے سامنے سے گئے یہ کہہ کر چلے گئے اور پھر کبھی نہ آئے۔

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر یہ حکایت تمام فرما کر آنسو آنکھوں میں بھر لائے اور حاضرین رو پڑے۔ یہ وقت بھی کمال باراحت تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد حکایت شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہونے کی بیان فرمائی کہ آپ بڑے عالم و فاضل تھے مگر مشایخ و اہل فقر سے بدرجہ نہایت عداوت و دشمنی رکھتے تھے۔ وعظ میں بھی اس طائفہ کو بہت برا بھلا کہتے۔ یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ العزیز کو بھی معلوم ہوئی۔ آپ نے خدمت گاروں سے کہا کہ مجھے سیف الدین کے وعظ میں لے چلو۔ خدمت گاروں نے صلاح دی کہ شیخ سیف الدین بنہایت دشمن مشایخ ہیں سو آپ کو ان کی مجلس میں لے چلنا یا جانا مناسب نہیں ہے۔ مبادا کہ آپ کے سامنے بھی وہ برا بھلا کہیں۔ ہر چند خدمت گاروں نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو سمجھایا۔ مگر آپ نے نہ مانا اور مذکر شیخ سیف الدین میں تشریف لے گئے۔ شیخ سیف الدین نے آپ کو دیکھ کر اور بھی زیادہ مشایخ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ شیخ نجم الدین ناگفتنی کو سن کر سر ہلاتے اور آہستہ سے سبحان اللہ کہہ کر ارشاد فرماتے کہ اس جوان کو کس قدر فصاحت بلاغت اور علم حاصل ہے۔

الغرض بعد اختتام وعظ شیخ سیف الدین منبر سے نیچے اترے اور شیخ نجم الدین کبریٰ بھی مجلس سے اٹھ کر باہر جانے لگے۔ جس وقت دروازہ مسجد میں پہنچے۔ منہ پھیر کر ارشاد فرمایا کہ اب تک وہ وقت نہیں آیا۔ آپ کے دہن مبارک سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ سیف الدین با خبر ہی و بیتاب ہو گئے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور دوڑ کر شیخ نجم الدین کے پیروں میں گر پڑے اور مولانا شہاب الدین تورپشتی بھی اسی مجمع میں مرید ہوگئے۔ اور آپ خانقاہ کو اس ہیئت سے کہ داہنی جانب شیخ سیف الدین باخرزی اور بائیں طرف مولانا شہاب الدین تورپشتی تھے واپس آگئے۔ الغرض اسی روز یہ بزرگوار

ملوں ہوئے۔ اس وقت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے شیخ سیف الدین سے کہا کہ تم کو دنیا بھی میسر ہوگی اور آخرت میں دنیا سے بہت زیادہ ملے گا۔ اور شیخ شہاب الدین تورپشتی سے ارشاد فرمایا کہ تم ہر دو جہاں میں خوش حال اور باراحت رہو گے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ مسجد سے مع ان دونوں بزرگواروں کے چلے تھے۔ شیخ سیف الدین داہنی جانب اور شیخ شہاب الدین بائیں طرف پیادہ پا رواں تھے۔ خانقاہ میں پہنچ کر شیخ سیف الدین نے شیخ نجم الدین کا داہنا موزہ اور شیخ شہاب الدین نے بایاں موزہ اتارا۔ اور یہ مشایخ کی اصطلاح میں خاص امر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے ولایت بخارا حضرت شیخ سیف الدین کو تفویض فرمائی۔ آپ نے عذر کیا کہ وہاں علماء بہت ہیں اور میرے تعصب از اہل فقر کا حال ان کو معلوم ہے۔ وہ میرے ساتھ بدسلوکی کریں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اس امر سے کچھ واسطہ نہیں۔ تم چلے جاؤ۔ پھر میں جانوں اور وہ جانیں۔

تیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۶ ماہ ربیع الآخر ۶۵۶ھ

کو دولت دست بوسی میسر ہوئی۔ حکایت شیخ ابو اسحاق گازرونی رحمتہ اللہ علیہ کی ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا اصل نام شہریار ہے۔ اور ابو اسحاق کنیت ہے۔ یہ جولاہے تھے۔ اور کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ ایام طفلی میں تانا تنتے تھے اور کہ ایک روز شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ العزیز اس راہ سے جہاں یہ تانا تن رہے تھے گزرے۔ ابو اسحاق پر نگاہ پڑی۔ پیشانی انور پر آثار بزرگی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم میرے مرید ہو جاؤ۔ ابو اسحاق مرید ہونے کا نام سن کر حیران ہوئے اور عرض کیا کہ میں مرید ہونا نہیں جانتا۔ کیونکر مرید ہوتے ہیں۔ شیخ عبداللہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ تم میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہو کہ میں آپ کا مرید ہوا۔ ابو اسحاق نے تعمیل ارشاد کی اور

مرید ہوئے۔ اور دریافت کیا کہ اب میں کیا کروں۔ حضرت عبداللہ نے تلقین فرمایا کہ جو چیز تم کو میسر ہو اس میں سے دوسروں کو بھی دیا کرو۔ آپ نے قبول فرمایا۔

اس واقعہ کے بعد آپ تنہا کھانا نہ کھاتے تھے۔ بلکہ اپنے حصہ میں سے اور لوگوں کو دیتے تھے۔ ایک روز تین درویش آپ کے سامنے سے گزرے اور اس گاؤں میں مقام نہ کیا آپ اسی وقت گھر میں گئے۔ تین روٹیاں موجود پائیں وہ لے کر باہر آئے۔ لیکن فقرا چلے گئے تھے۔ آپ ان کے پیچھے دوڑے اور ازراہ ادب آگے بڑھ کر سامنے سے حاضر ہوئے۔ اور روٹیاں پیشکش فرمائیں۔ یہ ہر سہ اصحاب اہل دل وصاحب کمال تھے اور بھوک لگ رہی تھی روٹیاں لے کر کھائیں۔ اور آپس میں تذکرہ کیا کہ اس شخص نے اپنا کام پورا کیا۔ ہم کو بھی اس کا عذر کرنا چاہیئے۔ بدلہ دو۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ دنیا دینی چاہیئے۔ دوسرے نے کہا کہ دنیا دینے سے فساد میں مبتلا ہو جائے گا۔ آخرت دینی چاہیئے۔ تیسرے نے کہا کہ درویش جوانمرد ہوتے ہیں۔ اسے دنیا و آخرت دونوں دو۔

القصہ ان تینوں اہل کمال نے آپ کو بہبودی دنیا و آخرت کے لیے دعا دی۔

یہ حکایت تمام فرما کر حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ ابو اسحاق شیخ کامل ہو گئے ہیں۔ اور ان کے روضہ سے آج تک ہزارہا اشخاص کو فیض پہنچتا ہے اور آپ کے مزار پر بہت فتوح آتی ہے جو موجب نفقہ درویشاں ومجاوراں خانقاہ کا باعث ہے۔

اس کے بعد حکایت شیخ احمد معشوق طوسی روح کی ہوئی۔ آپ نے ارشا فرمایا کہ وہ ایک مرتبہ جاڑے کے چلہ میں اپنے مقام سے باہر نکلے دریا کو گئے۔ وسط دریا میں کھڑے ہو کر مناجات کی کہ الہیٰ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے گا۔ کہ میں کون ہوں میں پانی سے باہر نہ نکلوں گا۔ اسی وقت یہ آواز سنی کہ تم وہ عالی درجہ شخص ہو کہ تمہاری شفاعت سے بروز حشر میں ہزارہا اشخاص خطاکار بخش دوں گا۔ اور وہ بہشت میں جائیں گے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے اس سے صبر نہیں آیا۔ دوبارہ آواز آئی کہ تم وہ شخص ہو کہ تمہاری خاطر وشفاعت سے ہزار اشخاص دوزخ سے خلاص کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر سے

کچھ غرض نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے بتلا دے کہ میں کون ہوں۔ اسی وقت آواز آئی کہ ہم نے حکم دیا کہ جس قدر درویش دعارف ہیں وہ میرے عاشق ہیں۔ اور تو میرا معشوق ہے۔

خواجہ احمد یہ سنتے ہی پانی سے نکلے۔ اس کے بعد جو شخص آپ سے ملاقی ہوتا تھا سلام بالفاظ السلام علیک یا احمد معشوق کرتا تھا۔

حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان فرما کر زور سے رو پڑے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ امر صحیح ہے۔ جس وقت لوگوں نے ان سے نماز پڑھنے کے بارے میں بہت کہا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ اور کہا سورہ فاتحہ نہ پڑھوں گا۔ علماء نے جواب دیا کہ بغیر اس کے نماز نہ ہوگی آپ نے فرمایا خیر ایاک نعبد و ایاک نستعین نہ پڑھوں گا۔ کہا گیا کہ یہ آیت بھی پڑھنی ہوگی۔

القصہ بعد گفتگو ئے بسیار نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ جب ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ پڑھا ہر بن مو سے خون جاری ہوا۔ اس وقت حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ میں زن حائض ہوں۔ میرے واسطے نماز روا نہیں ہے۔

اکتیسویں مجلس

روز سہ شنبہ تاریخ ۱۱ ماہ مبارک رجب

سنہ ۲۲ھ ہجری

کو دولت دست بوسی حاصل ہوئی۔ ان دنوں حضرت دہلی میں امساک باراں تھا۔ حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ کسی وقت دہلی میں کال پڑا۔ امساک باراں ہوا۔ خلقت حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ آپ چل کر نماز استسقاء پڑھائیں۔ آپ نے منظور فرمایا اور خلق کے ساتھ

باہر آئے منبر پر چڑھے اور ہاتھ اٹھائے دعا میں اپنی آستین میں سے ایک کپڑا نکالا اور آسمان کی جانب اٹھا کر چند کلمات کہے۔ اُسی وقت بوندیں پڑیں پھر کھڑے ہو کر ایسا ہی کیا کہ پانی زور سے برسنے لگا۔ خلق بھیگتی ہوئی اپنے گھر آئی۔ لوگوں نے دریافت حال کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کپڑا میری والدہ کے دامن کا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بطور شفیع پیش کیا تھا کہ اس نے بارانِ رحمت بھیجا۔

اس کے بعد ان کی بزرگی میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے چند بھائی چچا زاد تھے آپ کبھی کبھی بطریق صلہ رحمی اُن سے ملنے جاتے تھے یہ سب مشغول بازتھے۔ ہر شخص سے مسخرگی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب عادت آپ سے بھی تمسخر کرنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معاف رکھو کہ تھوڑی دیر تمہارے پاس بیٹھوں ورنہ آوارہ و روسیاہ چلا جاؤں گا۔ یہ بات اس شکستگی کے ساتھ کہی کہ وہ سب رونے لگے۔

تیسویں مجلس

روز دوشنبہ تاریخ ۱۱ ماہ مبارک شعبان

سنہ ۷۲۲ ہجری

کو دولت دست بوسی میسر ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ چند روز ہوئے آپ نے حکایت خواجہ احمد معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی تھی۔ لیکن اکثر آدمی اُن کا نام محمد معشوق بتاتے ہیں۔ اس بیچارہ کی عرض ہے کہ آپ ان کے اصل نام سے مطلع فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا نام اصلی احمد معشوق ہے۔ البتہ ان کے والد کا نام محمد تھا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک کہ یہ تین سال کے فوائد جو زبانِ مبارک حضرت ختم المشائخ نظام الحق والملۃ والدین ادام اللہ سے سنے تھے ان اوراق میں لکھے گئے اور ترتیب پیشینہ ملا کر یہ کل پندرہ سال کے فوائد ہوئے اگر حیاتِ مستعار باقی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جو موتی اس دریائے رحمت زبان گوہر فشاں سے آئندہ سننے میں آئیں گے لکھے جائیں گے۔

نظم

چوں بہ ہفصد فزود بست و دو سال

بستم روز از مہ شعبان!

از اشارات خواجہ جمع آمد

ایں بشارت دہِ فتوحِ جہان

شیخ ما چوں محمد آمد ہست

حسن اندر ثنائے او حسان رض

تمت بعونہ تعالیٰ

کتبہ محمد داؤد۔